يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! پرہیزگاری حق حاصل کرو اور صادقین (اولیاء)
کے پیروکار بن جاؤ

کرم زہرا کے فیض مصطفائی سایہ حیدر ہے
اسی مجموعے کو کہتا ہے عالم فضل رحمانی

رحمت و نعمت



امام الاولیا مجدد دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب و قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب و ابدال دوراں مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں و عارف باللہ مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحبان قدس سرہم کی حیات مبارکہ و کرامات و ملفوظات کا مرقع، غلط روایات کا مُصلح، اہم مسائل کا تحقیقی تحفہ اعمال صالحہ کا نادر مجموعہ

مصنفہ

علمدار قادریت تاجدار نقشبندیت مجددیہ مرشد طریقت فقیہ الہند علامہ شاہ **بھولے میاں صاحب** جوہر مدظلہ، مسند نشین بارگاہ فضل رحمانی گنج مراد آباد شریف (ضلع اوناؤ)

بہ مساعی اخلاص شیخ عزیز الٰہی فضلی (لوہے والے) و اہلیہ فضل الٰہی فرخ آبادی

بحُسنِ اہتمام شیخ محمد زاہد صاحب (فرخ آبادی) شیخ عبدالرشید رحمانی

تعداد طبع دو ہزار ۔ قیمت چھ ۶ روپیے ۔ رجسٹرڈ محصول تین ۳ روپئے

لیتھو برقی پریس نئی سڑک کانپور



مُثنیاً للذی ذی الجلال والاکرام و مُصلّیاً علیٰ نبیّہ التّام مُسلّماً علیٰ عترتہ
و اولیاءِ اُمّتہ الکرام۔ امّا بعد

شکوۂ متاسفانہ — افضال رحمانی جلد اوّل ہدیۂ ناظرین کیلئے چند ماہ گذرے تھے کہ پچیس نومبر ۱۹۵۵ء مطابق ۱۳۷۵ھ میں عارف باللہ مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہٗ کا داغ جدائی اتنا اہم تھا کہ کوائف منتشر کیا جمع کرتے جبکہ اپنا ہی شیرازہ منتشر تھا ادھر بڑے بابا صاحب بھی اپنے قوتِ بازو بھائی کے غم میں اپنے آپ تک کو بھولے ہوئے تھے لیکن آخر ۱۹۵۷ء میں مریدین و مخلصین کے تقاضے جب کافی بڑھے تو ایک روز کچھ ذخیرہ خاندانی نیز مخصوص مریدین کے وہ مراسلے جو تاخیر سے موصول ہونے پر جلد اوّل میں جگہ پانے سے رہ گئے تھے بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ۔ ”اوّل حصہ میں حیات صوفیاء و مجاہدات و نیز ضروری مسائل تصوف کو جس عام فہم پیرایہ میں تم نے پیش کیا مریدین و مخلصین نے گراں قدری سے اسکو اس لئے اور بھی سراہا ہے کہ ان کو ایک ہی مجموعہ میں انکی ضرورت کی چیزیں مل گئیں لیکن تم نے جن بقیہ امور کا وعدہ جلد اوّل میں کر رکھا ہے وہ لوگ اب بیتابی سے اسکے منتظر ہیں۔“ چنانچہ ایک باب میں وہ باقی امور لکھکر مقصد سوانح حیات کے ماتحت مسودہ کوائف پیش کیا۔ موصوف اصلاحی نظر فرما رہے تھے کہ ایک صاحب نے بغرض اندراج غلط روایات روانہ کر دیں تو بڑے بابا صاحب نے انکو بھی بہت برہم ہو کر لکھا اور قریب ہی ہونے والے عرس شریف میں اعلان بھی فرمایا کہ۔ ”آستانہ کے مختلف رسائل میں عموماً اور افضال رحمانی میں خصوصاً جب ہم مسترد شدہ روایات کو ظاہر کر چکے تو یہ کیسا ظلم ہے کہ ان متروکہ روایات کو بار بار ہم سے زبردستی منسوب کیا جائے۔“ پھر فرمایا کہ تم اب حصّہ دوم لکھو اور اپنی کتاب تصنیف کر دو بلکہ خوب جھوٹی باتیں اُچھلنے دو

وقت مسعود | اگست ۱۹۶۰ء کے عرس شریف میں چھوٹے باباصاحب علیہ الرحمہ کی شان
میں کچھ منقبتیں مریدین نے پڑھیں تو بڑے باباصاحب نے اپنے بھائی کی یاد میں بیقرار اور اشکبار
ہوکر فرمایا کہ تم اس کلام مخلصین کو کتابی شکل دیدو پھر طبع کرادیں میں نے عرض کیا کہ اس طرح تو یہ زینت طاق
نسیاں بن جائیں گے ہاں اگر اسکے ساتھ وہ معمولات جنکی مریدین برابر مانگ کرتے ہیں شائع کردی
جائیں گے تو مخلصین کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور وہ اسکو حفاظت سے بھی رکھیں گے۔ بڑے بابا
صاحب نے فرمایا کہ تم بھلا کہیں ماننے والے ہو تمھارے ہمارے داداصاحبان لوگوں کو اسیواسطے
حالات لکھنے سے روکتے کہ غلط روایات اور زوائد ہم سے منسوب ہو سکیں میں نے عرض کیا کہ حضور کا
کلام اصلاح ہے وہ بہرحال جاری رہیگی اور ماننے والے بہر طور ماننے رہیں گے بڑے باباصاحب علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ تم جیسے جنات سے جیتنا مشکل ہے۔ یہاں لکھا تو اس لئے جاتا ہے کہ صحیح روایات سے لوگ
فائدہ اٹھائیں اور ہم کو اطمینان ہو کہ غلط روایات کا دروازہ بند ہو مگر ہماری تحریری و تقریری
تردیدوں کے باوجود ڈیڑھ امینٹ کی علیحدہ مسجد بنانیوالے باز نہ آئے میں نے عرض کیا کہ جسارت
معاف ہو اگر ہم ان غلط روایات اور فرضی دعووں پر اسی طرح سکوت اختیار کرتے رہے تو پہلا نقصان
تو یہ ہوگا کہ مطلب پرست ہماری خاموشی کو اپنے مفروضات کا ثبوت بناکر پیش کیا کرینگے دوسرا
نقصان یہ ہوگا کہ ہمارے ماننے والے بھی دھوکا کھاجائیں گے کہ اگر کوئی ان امور میں غلطی ہوتی تو آستانہ
سے فوراً تردید ہوتی علاوہ ازیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر آپکے دور میں چھوٹی باتوں کی تردید نہیں
ہوتی تو پھر ہم بھی واقعاتی تردید سے محروم ہوجائیں گے سب کہہ سکیں گے کہ اگر یہ جھوٹ یا غلط ہوتا تو بڑے
باباصاحب اسیوقت تردید نہ کردیتے آپ ہی کے وقت میں جب آپکے بھائی بھلے بچے بن لیتے اور جو
چاہا گردہ لیتے ہیں تو پھر وہ دن دور نہیں جبکہ بھولے میاں کے وجود سے منکر ہوکر خود بھولے میاں
بن بیٹھیں گے۔ موصوف اسوقت خاموش رہے بعد عصر مجھے بلاکر فرمایا کہ تمھاری یہ حجت بڑی ٹھوس
اور وزن دار ہے تم حصہ دوئم با ترتیب مکمل کرلو لیکن ایک ہمارا بھی مضمون آخری (اتمام حجت) کے
بعنوان درج کردو اس طرح وہ وقت مسعود آیا اور جدید طرز پر اسکا تکملہ کرکے پیش کیا چند روز

بعد دوران ملاحظہ بڑے بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ "تمھاری محنت اگرچہ قابل داد ہے مگر تمھارا
قلم اہل نظر کو جب شریعت و طریقت کی اہمیت و لذت سے واقف کراچکا تو اس کا یہ تقاضا ہے کہ
وہی قلم اب ناظرین کی قدر و قیمت اور انکار از اشرفیت تبائے سمع و طاعت کی منازل
قربت سے آگاہی بخشے تو میرے لئے پھر موجب مسرت ہو اور ضرورت وقت بھی پوری ہو۔"
دیکھا جائے تو کہاں یہ اہم موضوع لطیف اور کہاں ایک بے مایہ کا قلم ضعیف لیکن جب
لکھانیوالے کی توجہات منیف ہی لکھانے پر تلی ہوئی ہوں تو بحمد اللہ سب وصول ہے اسی نقطہ
نظر کے ماتحت مجھے از سر نو تحریری تکملہ کرنا پڑا۔

پُر کرامت ارشادات | ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء بروز فاتحہ چھوٹے باباصاحب علیہ الرحمہ اس کو پیش
کیا تو بڑے باباصاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "میاں بیان کشف و کرامت اور معمولات حیات عام
سوانح نگاروں کی طرح کردینا تو تمھارا کام نہیں بلکہ ماشاء اللہ اس گھر کے ذمہ دار فرد ہوکر تمکو خود
سوچنا تھا کہ واقفیت اصل مفہوم عبادات و احتیاج مریدین دور ہونیکے نظریہ سے لکھنا چاہئے
مریدین جن چیزوں کے حصول طریقت میں پیاسے ہیں اگر تم ان آسان ذرائع اصلاح نفس و تزکیہ کا
اجمالی نقشہ عمل انکو نہ مہیا کرسکے تو یہ مخلصین یہ معلومات کس سے کریں گے حالانکہ تمھاری
یہ کتاب ایک سوانح حیات نہیں بلکہ آستانہ کی یہ ایک دستوری کتاب ہوگی اور یہ سب امور تمھاری
ذمہ دارانہ تعلیم کے ماتحت آتے ہیں" یہ وہ پہلا اشارہ تھا جو موصوف نے اپنی مفارقت پر فرمایا
مگر اس وقت یہ ایک وسیع مشفقانہ نصیحت سمجھ میں آئی مگر حقیقت آشنا متاع شفقت لٹ
جانیکے بعد ہوسکا۔ دوبارہ دوران تحریر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس دوسرے حصہ کا انتساب
تم میرے قوت بازو بھائی سے کرو اور بوقت تذکرہ ہمارے بھائی کو چھوٹے بابا اور ہمارے تذکرہ پر
ہم کو بڑے بابا لکھنا کیونکہ ان خطابوں سے مساوات اور اپناہٹ کی خوشبو آتی ہے اسی واسطے ہم
امجد نے مولانا بابا اور والد ماجد نے اپنے کو دادا میاں کے سوا اور کسی خطاب سے عوام و خواص کو
مخاطب کرنے نہ دیا کہ مجھے ایک دھچکا سا لگا عرض کیا کہ آپ نے اپنا حوالہ کیسے دیدیا۔ تو بڑی شفقت سے

Not in Hindi

فرمایا کہ مثالاً سمجھا دیا ہے کہ کہیں تم جوش محبت پدری میں بڑے خطابات لکھ دو "۔ لیکن اس
جملے سے مجھکو ایک کھٹک برابر دامن گیر رہتی رہی ۔ ایک روز بڑے باباصاحب علیہ الرحمہ کچھ کرامات
اندراج کیلئے املا کر رہے تھے حکم فرمایا بس مختصراً ذکر کرامات رکھو کیونکہ بیان کرامات ان مریدین کا
حصہ ہے جن پر یہ بارش فیوض ہوئی اور ہوتی رہیگی لیکن تم ان خزاین معلومات کو منظر عام پر لاؤ
جن سے دنیا اس اسم بامسمی فضل رحمان کی محققانہ توجیہات و صوفیانہ تعلیمات نیز مسائل حاضرہ پر
مسکت فیصلوں تجدیدی پہلوؤں سے روشناس ہو اور آپکے کرامتانہ رُخ کے ساتھ آپ کا
مجددانہ اور اصلاحیہ رُخ بھی سامنے آئے ہاں یہ خیال رکھنا کہ افضال رحمانی کا چھاپہ باریک
اور گنجلا ہے اس حصہ میں ایسا نہ ہو "اسکو تم خود طبع کرانا" یہ تیسرا اشارہ بھی ذومعنی ہوکر اسوقت
سمجھ میں ظاہری انداز پر رہا] اس ہدایت کے ماتحت کچھ اور وقت لگا پھر مجموعہ پیش کیا موصوف نے
کہیں اضافہ اور کہیں ترمیم کرتے ہوئے کہا اب ہمکو پوری طرح تم نے خوش کیا کہ ہمارے نظریات کے
ماتحت اسکو امید سے زائد لکھ کر مریدین کی ہر ضروریات اور تشریحات طریقت کو دل نشین
آسانیوں سے فراہم کر دیا خدا تمھاری محنت بارآور کرے اور ناظرین کو اس سے خاطر خواہ نفع
بخشے تم اس کتاب کا نام چھوٹے باباکے نام کی مناسبت سے رکھنا یہ اتفاق سے موصوف بغرض علاج
گیا جانے لگے میں نے کتابی مجموعہ دیا کہ پریس سے تخمینہ طباعت کرالیں تو بڑے باباصاحب علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ: یہ کتاب کی آخری شکل کہاں ہے ابھی تو کچھ اور اضافے تم کو اپنی ذمہ داری پر کرنا ہیں
جس میں تم خود صاحب اختیار ہو پھر اسکی مکرر طباعت کرنا "یہاں بھی مغالطہ رہا لیکن سوچا کہ ابھی
تو کچھ اور اضافے کی تشریح مناسب وقت پر کرلونگا مگر ایسا سلسلۂ علالت رہا کہ موصوف واصل
بحق ہو گئے اسی وقت یہ سب کرامت ارشادات ایک میری ہی نہیں آپ سب کی سمجھ میں بھی
آگئے اور میری آنکھوں سے یہ ملفوظ آنسو دور ہونے نہیں دیتے اور آپکو بھی اشکبار کردیتے ہیں۔ کیا خبر
تھی کہ جس انتساب کا مجھے حکم دیا جا رہا ہے وہ مجھے موصوف سے کرنا اور حالات لکھنا بھی ہونگے یہ بھی
منجملہ کرامات ہے کہ اس نسبت سے یہ مجموعہ بھی رحمت و نعمت سے موسوم ہوتا ہے اور فضل رحمانی

پائی ہوئی میری کتاب رحمت و نعمت کے انتشار اوراق کا مقدمہ آپ کی اس کتاب رحمت و نعمت
کا مقدمہ بنتا ہے۔ اول روز تصنیف سے مجھے جس سکون خاطری کی ضرورت تھی اگرچہ ابتک
کچھ اس طرح لٹتی رہی کہ ؎

سر محفل کچھ اس انداز سے لوٹا گیا ہوں میں ۔۔ ہجوم عام میں بھی میری تنہائی نہیں جاتی

میرے سرمایہ تسکین لٹنے و مٹنے کے حالات کے باوجود آپکے متاع تسکین و استفادہ کی
ایسی فراہمی پھر بھی کرتا رہا کہ بحمد اللہ آپ کوئی کمی تلاش نہیں کر سکتے ۔

ایک پنتھ دو کاج | بعض احباب کو یہ خیال ہوا کہ سوانح حیات میں تشریحات طریقت و
اصلاح نفس غیر ضروری ہیں؟ لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ دقیق مسائل حل طلب مباحث تو
ضرور علمی رہتے ہیں مگر وہ مسائل جن سے اصلاح نفس و عبادات میں روز سابقہ رہتا ہو اگر
مفہوم اصلی سمجھے بغیر ادا ہوتی ہیں تو نتیجہ صفر ہے بس چند اوراق میں تشریحات اصل مفہوم کر دینے سے
کتاب مجموعہ تصوف نہیں بن پائی بلکہ رہ عبادات کی رہبر رہتی ہے اور بمصداق ایک پنتھ دو کاج
ہمارا عمل اسی مفہوم سے ادا کرنیکی اہلیت بخشتی ہے جو ہم کو لازم ہونا چاہیے۔

عذر تاخیر | آپ کے دل میں یہ سوال ہوگا کہ بڑے باباصاحب علیہ الرحمہ کے
وصال کے بعد کچھ تاخیر یقینی تھی مگر اس قدر تاخیر نہ ہونا تھی باوجودیکہ اسکی پر لطف وجہ موجود ہے مگر
اچھا ہے کہ اسکو نہ چھیڑئیے اتنا ہی کافی ہے جب اس حصہ کو لکھنے لگتا تو ؎

حرف اڑ جاتے تھے کچھ دیر میں رفتہ رفتہ ۔۔ صاف کھنچ جاتا تھا ہر لفظ پہ انکا نقشہ

سوا اسکے کہ جب تک انکی مرضی نہ ہوئی یہ صورت رہی جب مرضی ہوئی تو کتاب آپ کے
سامنے ہے۔ وقت کی اس اہم ضرورت کی کتنی حاجت ہے اور میں ان اہم خدمات کی انجام
دہی میں کہاں تک کامیاب ہوں اسکو یہ کتاب رحمت و نعمت اور آپ کا ذوق سلیم
بہتر طور پر بتلائے گا۔ واللہ ولی التوفیق

ابکا شاہ بھولے میاں

پہلا باب

احسان و تصوف جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث میں تصوف کا ذکر نہیں وہ محض فریب نفسی میں مبتلا ہیں حدیث جبرئیل علیہ السلام اَخبِرنِی عَنِ الاحسان دیکھ کر تو ہم کریں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز عام اور نماز خاص کی جو تفصیل احسان بیان فرمائی ہے یہی تو وہ تصوف ہے جو روز روشن کیطرح عیاں ہے پس وہ معاشرہ جسمیں خدائے قدوس کی رضامندی و حصول قربت کے سوا نہ کوئی حاصل ہو نہ مقصود ہو خود سوچیے کس قدر محمود راہ تصوف ہے تصوف کی اسی محمودیت و عظمت پر اسکو احسان کہا گیا ہے جو اصل مقصود حیات و بندگی ہے۔

حاجت تصوف دین کے اعمال ظاہری کا وہ حصہ جو ہمارے ظواہر کو سنوارتا ہے شریعت ہے بنابریں اس کا تعلق بھی ظواہر سے ہے لیکن روحانی و باطنی عبادتوں کا وہ عملی حصہ جو ہمارے باطن کو سنوارے قلب کو طاہر بنائے خدا کا تقرب دلائے طریقت و تصوف ہے۔ حاجت تصوف اسی لئے ہے کہ اتباع سنت کی اس درجہ پابندی کی جائے کہ زبان و قلب ہم رنگ اور ظاہر و باطن یک رنگ ہو جائیں ورنہ اس صادق خدا طلبی کے بغیر خدا رسی ممکن نہیں۔

طریق رضائے الٰہی آپ کو صبر و شکر تقویٰ و توکل نماز و روزہ کلمہ و درود خوانی وغیرہ کی فضیلت بتائی و ہدایتیں کی جاتی ہیں لیکن یہ بالمقابل تلافی قصور اعمال کوئی نہیں دیکھتا کہ آپ خود جن چیزوں کو معمول بنائے ہیں ان کے اصلی مفہوم سے نابلد ہیں اور بتانے والے بھی انکی اصلیت و مفہوم سے آپ کو محروم رکھے ہیں جب آپ سے ان روزمرہ کے مسائل کو طریقت کے انداز میں معمول بنانے کی گذارش کی جاتی ہے تو چونکہ آپ ان امور کے مفہوم حقیقی سے محروم رہے ہیں اس کو ایک جداگانہ راہ سمجھ کر اپنا نظریہ قائم کر بیٹھتے ہیں کہ راہ تصوف ہمارے لئے بڑی دشوار اور فقط بزرگوں ہی کو سزاوار ہے ایسا کیوں ہے فقط اس لئے کہ روزمرہ کے ان امور طریقت کی عام فہمی سے تشریح اصلی نہ سمجھائی گئی اگر فاش غلطی نہ کی جاتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی حالانکہ ان اعمال کا

اصلی مفہوم کو سمجھ کر عمل ہو یہی عمل حقیقی اور فیض اسی وقت مل سکتا ہے جب ان امور کے اصلی مفہوم کو سمجھ کر عمل ہو یہی عمل حقیقی اور معمولات کی روح طریقت ہے آپ کو خود اپنے اوپر آپ ہنسی آئیگی کہ جن امور کے آپ عامل ہیں یہی وہ تصوف ہے جو نادانی حقیقت سے دشوار گذار محسوس ہو کر باعث فرار ہے حالانکہ آپ اسی میں گرفتار ہیں صد ہا تمثیل خود صاحب سوانح کیا ہے؟ مذکورہ امور طریقت کی مفصل کتاب ہی تو ہے پس جب صاحب سوانح کے کوائف خدا طلبی کا شوق ابھارتے ہیں تو ان امور کے اصلی مفہوم سے آگاہی یہ تشریحات ہماری معلم بن کر بخشتی اور عمل صحیح پر گامزن کرتی ہے ایک نمازی قیام رکوع و سجدہ و قعدہ کیساتھ ارکان ادا کر کے فارغ ہو جاتا ہے لیکن بے سود ہے۔ لیکن نماز کے مفہوم اصلی کو سمجھ کر نماز تمام کرنا اس یقین کے ساتھ کہ خدا نمازی کے ظاہری و باطنی احوال کو دیکھ رہا ہے حق تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے یا نماز خاص کہ خود نمازی خدائے برتر کا مشاہدہ کر رہا ہے اس مکمل یقین سے ادا کرتا ہے تو یہی جوہر بندگی ہے اور اس نمازی کے عروج و تقرب کا ٹھکانہ نہیں رہتا وہ طالب جو کہ ایک گلاس پانی ایک سانس میں پی جاتا تھا لیکن اسکے اصل مفہوم سے واقف ہو کر تین بار سانس لیکر پانی پینے کا عامل ہوتا ہے تو اس کو اتباع سنت کے فیوض سے آراستہ اور جسمانی صحت و راحت سے بھی پیوستہ پاتا ہے پھر خود قائل ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی قابل عمل راہ حسین ہے تو یہی تصوف ہے۔ جسمیں روحانی و جسمانی فوائد بیک وقت حاصل ہیں وہ ذاکر جو کلا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ کا صبح و شام ورد کئے ہے مگر خود ناواقف طریقہ ذکر ہے لیکن جب پاس انفاس یا اثبات و نفی سے واقف ہو کر ذکر کرتا ہے تو اس کو اپنی سابقہ محنت مہمل اور یہ طریق طریقت با کیف و معلوم ہوتا ہے یہی وہ تھا جو سو بار کہنے پر بھی کورا رہتا تھا یہی اب وہ ہے کہ دمِ ذکر سے سرشار و با انوار ہو جاتا ہے اور جب انکشاف کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے تو راہ تصوف کی عظمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں ایک ناظر کو صاحب سوانح کا کردار و گفتار اگر خدا بینی کا سبق دیتا ہے تو یہ اصل مفہوم عبادات تصوف سمجھکر انسان اپنے تخلیقی پہلو اور اپنی قدر و قیمت سے بھی روشناس ہوتا ہے اور خود بخود اس کا بھرم ملحوظ رکھکر خدا گواری پر ڈٹ جاتا ہے حتیٰ کہ خدا شناسی کی یہ دھن یا تو خدا باش بنا دیتی ہے

ورنہ خدا اشناس بنائے بغیر نہیں چھوڑتی صوفیائے کرام کی تعلیم و تبلیغ کا یہی وہ جوہر ہے جس کے باوجود انکی گوشہ نشینی کے ہر دور میں قریب و دور خدا اشناسی کے دریا بہا دیئے اور حقیقی رہبری کے واحد تاجدار رہے اور انکے حسن عمل و حقیقت شناسی کی موجودات بھکاری رہیں اگر اس جذبۂ فکر اور آسان فہمائشی مفہوم اصلی سے صوفیانہ اصول پر تبلیغ طریقت اپنائی جائے تو حق شناس ہوئے بغیر کوئی بھی رہ نہ پائے ۔

فلسفۂ پیدائش خلقت ربِّ عزت کے فلسفۂ آفرینشِ مخلوقات پر غور کرتے ہوئے کسی مخلوق کی بھی خِلقت کو خیال کیجئے تو آپ کو ایسی کوئی مخلوق مل ہی نہیں سکتی جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء الٰہیہ میں سے کسی اسم پاک کی جلوہ گری نہ ملے بلکہ کسی مخلوق میں دو کسی میں تین تین اسماء الٰہیہ کی جلوہ ریزی ہے عرش و کرسی کا اعلان ہے رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ اور ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِیۡدُ کے سوا ہمارا وجود کچھ نہیں جنت ہم سے کہتی ہے کہ میں الۡمُنۡعِمُ الرَّحِیۡمُ الۡکَرِیۡمُ کی جلوہ گاہ کے سوا کچھ نہیں دوزخ کی پکار ہے کہ الۡقَهَّارُ الۡجَبَّارُ الۡمُنۡتَقِمُ سے ہم وجود میں آئے آسمانوں کی رفعت ہم کو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم رَافِعُ بَدِیۡعُ نے ہم کو رفعت و بلندی بخشی لوح محفوظ کا دعویٰ ہے کہ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ہماری فطرت ہے کہ اللہ علام الغیوب کا علم مجھ پر محیط ہے میں اللہ تعالیٰ کے علم پر محیط نہیں فرشتوں کی پیدائش ہم کو سمجھاتی ہے کہ چند اسماء الٰہیہ کا تعلق ہمارا وجود ہے جیسے سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ پس تسبیح و تقدیس فطرت ملائکہ بنی۔ چاند سورج تارے ہم کو سناتے ہیں کہ ہم کو اسم پاک نُوۡرٌ خَالِقٌ نے روشنی و تابانی و حرکت و گردش مرحمت کی زمین ہم سے کہتی ہے کہ اسم مُذِلُّ میرا خاصہ ہے جب کہ حکم خدا سے میں سرسبز و شاداب ہوتی ہوں تو اسم مُحۡیِیۡ کا مظہر اور جب خزاں رسیدہ اور ویران ہوتی ہوں تو اسم مُمِیۡتُ کا پیکر بنتی ہوں سر بہ فلک پہاڑوں کی یہ فہمائش ہے کہ ہم کو اللہ الصَّمَدُ عدم سے وجود میں لایا نباتات ہم کو یاد دلاتے ہیں کہ اسم بَارِیٌٔ حَکِیۡمٌ نے ہم کو زندگی عطا کی حیوانات کا بیان ہے کہ

ہماری قوت اَلۡقَوِیُّ اور جبلت الۡحَیُّ سے مستعار ہے ابلیس لعین کو لیجئے تو الۡمُتَکَبِّرُ کی تجلی فطرتِ ابلیس بنی خود ابلیس اگر اس راز کو سمجھ پاتا تو نہ یوں تکبر کرتا اور نہ مردود ہوتا۔

الانسان لیکن تمامی مخلوقات میں جس میں سب اسماء الٰہیہ کی جلوہ گری ہے ماسوائے انسان کے کوئی دوسری مخلوق موجود نہیں تفصیل بالا ہم کو بتاتی ہے کہ صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جسکی سب سے جدا فطرت ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب انسان میں بدرجہ تمام موجود ہے قوائے رحمانی و انسانی قوائے نوری و ناری قوائے ایمانیہ و کفریہ سبعیہ و بہیمیہ قوائے ملکوتیہ و شیطانیہ قوائے مُرتفعہ و مُذلہ ایک دوسرے کی اضداد ہوتے ہوئے بھی سب فطرتِ انسانی میں جمع خدا نے کردی ہیں ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسان کو خلاق موجودات نے ایسا عام بنایا جو تمام عالم کا جامع ہے۔

فلسفۂ جامعیت انسانی پس انسان کو خلاق کائنات نے عالم شہادت یعنی عالم ظاہر اور عالم غیب کے بین بین پیدا فرما کر انسان کو عالم ظاہر بھی اور عالم غیب بھی بنایا انسان کا یوں بین بین ہونا ظاہراً بھی ہے حساً بھی اور معناً بھی باطناً بھی ہے باطناً و معناً اس بنا پر کہ ربِ کائنات نے انسان کو پتھر جیسا جمود و پختگی مٹی جیسی فتادگی نباتات جیسی نشو و نما و بالیدگی اور حیوانات جیسی تندی و درندگی فرشتوں جیسی لطافت اور وفا کیشی و حسن بندگی شیطان جیسی خودپسندی و سرکشی آسمانوں جیسی رفعت و سربلندی کون جامعیت عطا نہیں کی یہی انسان جسمانی بھی ہے روحانی بھی خاکی بھی ہے نورانی بھی ارضی بھی ہے سماوی بھی اسی انسان میں عقل و معرفت مجاہدہ و مراقبہ ریاضت و عبادت کے خزانے ہیں جو صفات ملائکہ میں فقر و فاقہ بھی ہے زہد و حیا بھی ہے تقویٰ و توکل بھی ہے درد و محبت بھی ہے عشق و مستی بھی ہے جو صفات ولایت ہیں پھر دوسروں کو گمراہ کرنا خود گمراہ ہونا اور تکبر و سرکشی بغاوت و حدود الٰہی سے تجاوز کر جانا بھی ہے یہ صفات جنات و حیوانات ہیں یہی انسان غصہ و جنوں کی حالت میں شیر ببر بھی ہے غلبۂ شہوت کی حالت میں بندر و سور سے بھی بدتر ہے حرص دنیاوی میں کتے سے بھی گرا ہوا حیلہ بازی و عیاری میں مکار

ادھر دی بھی اسکی گرد کو نہیں نشو و نما میں درختوں نباتات کی طرح ہے بالیدگی میں آسمانوں کیطرح اسرار و انوار کا محل ہے شدت و ملائمت کا مورد ہے اسلئے مثل زمین نرم و سخت ہے لطافت و تقدس میں فرشتے بھی اسکی منزل سے دور ہیں اس کا قلب تجلی گاہ حق تعالیٰ ہے اسلئے عرش کے مشابہ ہے علوم الٰہی کا خزانہ ہے اسکے سوا کون مقرب ہے جب اخلاق حمیدہ سے مرصع ہو جبکہ اگر اطوار مذمومہ پر اتر آئے دوزخ ہے غرضکہ تمام موجودات کے نمونے بدرجۂ کمال انسان میں موجود ہیں۔ انسان کا ظاہراً و حساً بین بین ہونا اس بناء پر ہے کہ اللہ عز و جل نواللہ نے انسان کو زمین و آسمان کے درمیان اسیواسطے پیدا فرمایا کہ انسان جامعیت حاصل کر کے سب مخلوق سے فوقیت لیکر صفات ربانی کا مظہر تمام ہو۔ انسان کو اس جامعیت کاملہ سے تخلیق کرنیکا واحد مقصد اور راز قدرت یہی ہے کہ انسان کو اپنی قیمت و جلیل القدری بہ نسبت دیگر مخلوقات کے خود معلوم ہو اور انسان اس قدر و قیمت کا بھرم رکھتے ہوئے اپنے خالق مقتدر کو اپنا

خلیفہ ارشاد ربانی ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ آپ کو معلوم ہے کہ جانشین اور نائب کو خلیفہ کہتے ہیں اب غیر خدا کی نیابت و خلافت تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خلافت کا تصور کرتے ہی فوری سوال یہ دل میں پیدا ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ غیر حاضر و غیاب سے بری فوت و موت سے پاک دائم قائم ازلی بر سر اقتدار حاکم مطلق پروردگار اب خدا کی موجودگی میں بہ ایں معنے خلیفہ کا وجود اجتماع ضدین ہے۔ کیونکہ خلیفہ بنانیوالے کی عدم موجودگی میں وجود خلیفہ قابل قبول ہوسکتا ہے یہاں رب ودود ہمہ وقت موجود کسی آن بھی انعدام و فقدان محال پھر خلافت و جانشینی کیسے صحیح ہوگی؟ دوسری صورت خلافت بمعنی نامزدگی اسی شکل میں کہ خلیفہ بنانیوالا یہ اعلان کرے کہ میرے بعد فلاں خلیفہ ہوگا اس کا اظہار اپنی حیات ہی میں کر دے یہ صورت اور بھی دور از قیاس ہے کیونکہ اس مالک علی الاطلاق عز و جل نوالہٗ کے لئے کوئی ایسا وقت تصور ہی نہیں سکتا جسمیں خدا موجود نہ رہے اور اس کی قائم مقامی کوئی انجام دے تو یہ خلافت جائز کیسے ہوگی جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ارشاد ربانی حق ہے یہ تفصیل ہمکو آگاہ کرتی ہے کہ خلافت الٰہی کا کوئی پہلو اپنی دنیاوی خلاف۔۔

عامہ پر قیاس کرنا ہی کھلا ہوا کفر ہے۔

فلسفۂ خلافت تامہ اللہ سبحانہ کی یہ صفات کلام و سمع و بصر و قدرت و ارادہ و علم و حیات ساتو صفات امہات کہلاتی ہیں ان کے یہ معنے ہیں کہ بقیہ دوسری صفات الٰہیہ انھیں صفات سے ظہور پائے ہوئے ہیں۔ ذرا فرمایئے کہ ان ساتو صفات میں سے کس صفت کا خدا نے انسان کو شرف نہیں بخشا اور ان کا مظہر نہیں بنایا اب جبکہ انسان تمامی مخلوقات سے جامع صفات اتم ہوا تو استحقاق خلافت یزدانی مقتضائے فطرت انسانی ہوگیا۔ یوں سمجھئے کہ خدائے علیم نے جب خطاب ملائکہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی فطری استعداد کو خطاب فرمایا آدم اَنْبِئْھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ اسماء کلیہ کا وہ علم جو فطرت آدم کو ودیعت کیا گیا آدم علیہ السلام بروئے کار لائیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سب اسمائے کلیہ سے ملائکہ کو خبردار کیا چونکہ اسمائے کلیہ اپنی کلیت کیساتھ فطرت آدم کا جزو تھے اسلئے آدم علیہ السلام ہی اسماء الٰہیہ کے مظہر جامع ہیں بقیہ نوری مخلوق تک محروم رہ گئی ثابت ہوا کہ آدم کی یہ فطری جامعیت ہی خلافت الٰہیہ ہے۔ بصورت مخلوق جنات اور ملائکہ ایسے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں انسان نہایت ضعیف و ناتواں ہے لیکن اس ضعف کے باوجود تمام مخلوقات میں صاحب اقتدار حاکم کا درجہ اشرفیت و حکومت پانیکا واحد مستحق بنانیوالی دولت صرف خلافت الٰہیہ ہے کیونکہ آدم کی کوئی صفت کبھی اپنی نہیں بلکہ ہر صفت انسانی حق تعالیٰ کے اسم پاک کی تجلی ہے دوسری مخلوقات کی طرح انسان کے وجود کا ذرہ ذرہ خانہ زاد نہیں بلکہ فقط خداداد ہے یہی وجہ ہے کہ آدم اپنے وجود اور جامع صفاتی سے خدا کے وجود پر جیتی جاگتی برہان بنگیا۔

فلسفۂ پاکی و ناپاکی چنانچہ رب العالمین نے اپنی خلاقی و رزاقی وغیرہ کے محامد وجود خدائی جہاں اور امور سے ثابت فرمائے وہاں اَلرَّحْمٰنُ خَلَقَ الْاِنْسَانَ کا بلاغت افزا اعلان فرما کر انسان کو وجود واحد معبود کی روشن دلیل قرار دیا۔ انسان سے اس منزل میں بڑی دور اندیشی سے کام لیکر اس فلسفہ کو پرکھا کہ قرب الٰہی و ترقی روحانی

میں حائل ہونیوالی چیز فقط ناپاکی ہے انسان جبتک اپنے وجود اور صفات الٰہی کو اپنے آپ سے نسبت دیتا رہے پاک نہیں ہو پاتا کیونکہ یہ نسبت صفات اور وجود تو اسکو خلافتاً و اماناً عطا ہوئی ہیں ان کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنا ہی خیانت الٰہی ہے یہی وہ منزل ہے جہاں نافرمانی و سرکشی و معصیت و نفاق و ارتداد و کفر اس خیانت کے مدارج بنتے ہیں پس انسان اسیوقت ظاہر و باطن سے مکمل پاک و صاف ہوگا جبکہ وہ ان عطیات ربانی کو خود سے کوئی نسبت ہی نہ دے بلکہ اپنے وجود بخشنے صفات عطا کرنیوالے خدائے مقتدر سے صرف منسوب کرتا رہے۔

انسان کے نذرانہ پر نذرانہ بنابریں انسان نے خدا کے سارے خداداد عطیات کی نسبت اپنی ذات سے دور رکھکر ان نوازشوں کے مقصد سمجھے اور پہلا نذرانہ یہ پیش کیا کہ ان سب کو خدا سے فقط منسوب رکھا یہ ادا ایسی تھی کہ خدا کو بہت بھا گئی اور خدائے عظیم الاحسان نے انسان کے اس نذرانہ پر یہ انعام عظیم بخشا کہ اپنی زمین و آسمان کا هُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سب پیدا کردہ حکومت و تصرف انسانی میں دے دیا اس منزل میں انسان نے اپنی قدر و قیمت کے شکریہ میں دوسرا نذرانہ پھر پیش کیا کہ بجائے حکومت و اقتدار پر فریفتہ ہونے کے قادر مطلق و متصرف حقیقی سے یہ سب پھر منسوب رکھکر اس ازلی حاکم کو اپنانے میں خود کو وقف کر دیا خدائے مقتدر نے انسان کی اس فرض شناسی سے خوش ہوکر بقیہ ہشت اعضائے انسانی کو بھی اپنی ربانی نسبت سے نواز دیا۔ اس منزل میں بھی انسان نے تیسرا نذرانہ اخلاص پھر پیش کیا کہ ان اعضائے ہشت گانہ کو بھی اپنی نسبت انسانی سے منسوب نہ کیا بلکہ ان کو بھی اپنے خالق کی امانت و ملکیت سمجھکر خدا ہی سے منسوب رکھا اور خود وضو و طہارت و ریاضت و احتیاط ارتکاب مذمومات سے بطور امین و محافظ حق امانت و محافظت ادا کرتا رہا کہ نہ کان نے برا سنا نہ آنکھ نے برا دیکھا نہ ہاتھ نے برا چھوا نہ پاؤں برے پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس وفاکیشی سے مسرور ہوکر وہ انعام عظیم بخشا کہ انسان کو اپنا لیا كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ دیا کہ خدا انسان کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ زبان بن جاتا ہے جس سے انسان دیکھتا سنتا بولتا پکڑتا چلتا ہے

خدا نہیں ہوں مگر مظہر خدا ہوں میں
تمام اصل و حقیقت کا آئینہ ہوں میں

فلسفہ ارتقا و رجوع عالم ثابت ہوا کہ یہ بارش انعامات خدا نے اسی لئے فرمائی کہ انسان اپنی قدر و قیمت سے آشنا ہوکر ان انعامات پر ریجھنے کے بجائے اس قدر و قیمت عطا کرنے والے رب مقتدر کو اپنائے یہ حقیقت اس تفصیل سے اجاگر ہو جاتی ہے کہ جسم انسانی بہ تجلی باری کثافت سے پاک ہوکر مجلا ہو چکا وہ حق سنتا حق دیکھتا حق پر جیتا مرتا حق پر چلتا بولتا ہے وہ ماسوائے حق سننے سے بہرا ماسوائے حق چھونے سے معذور ماسوائے حق دیکھنے سے اندھا اور کسی طرف ماسوائے حق چلنے سے لولا ہے تو فرمائیے اس بندہ کو خدا کیوں نہ اپنائے کیوں نہ انعامات مخصوصہ اور پیار و محبت سے سرفراز کرے یہ بندہ جو قوتیں خدا کو اپنانے میں فنا کر چکا جن اختیارات کو راضی برضائے حق ہوکر مرضی معبود پر تجا اور کر چکا خدا ہی کے لئے بخوشی لٹا بہ طیب خاطر مٹا تو خدا کیوں نہ ایسے پرستار بندہ کی نازبرداری فرما کر ان قوتوں سے زائد قوی و رفیع اختیار و اقتدار سونپ دے بلاشک اس منزل میں بقیہ تمامی مخلوقات اوج انسانی کی گرد بھی نہیں چھو پاتی ہیں بلکہ اعلان عجز و انقیاد کر رہی ہیں یہ امتیاز یہ قربت یہ اقتدار خدا ہی نے تو اس بندے کو بخشکر دوسری تمام مخلوقات پر انسانی ماتحتی لازم فرمائی۔

بیش بہا قربانی ہستی انسان کی منازل قرب الٰہی کی گرم سفری بھی نرالی شان کی ہے وہ اس وقت تک دم نہیں لیتا جبتک خدا کے قرب خاص سے فائز نہ ہو لے۔ اس مقام قرب کے حصول میں سب سے انمول قربانی انسان کو یہ دینا پڑتی ہے کہ ہستی جیسی متاع بیش بہا سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے لوازمات و تشخصات ہستی اپنے ہاتھوں ایک ایک کرکے مٹانا پڑتے ہیں مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا پر عمل پیرا ہوکر اپنی نسبتوں و قدرت و اختیار کو اپنے وجود سے اٹھا کر اسطرح اختیار دوست اور مرضی محبوب پر قربان کرنا ہوتا ہے کہ اس کا اپنا کچھ رہتا ہی نہیں بلکہ سب اسی وحدہٗ لاشریک کا ہو جاتا ہے آپ ہی کہئے پھر خدا ان مقرب بندوں کو کیوں نہ اپنا کر سب کچھ ان کے زیر نگیں نہ کرے۔

خدا ان کا وہ خدا کے | یہ نذرانے یہ قربانیاں یہ فنائیت ایسی تجلائے صمدانی سے سراپا پیکر
نور ہوتی ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ ان بندوں کا وارث و ولی ہوجاتا ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ
پھر ارشاد ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہونا بھی یہی چاہیے کہ وہ خدا کے ہیں خدا ان کا ہے
وہ خدا کے ولی ہیں خدا ان کا ولی ہے وہ خدا پر اپنا سب کچھ قربان کرچکے تو خدا نے حسن
انعام تو یہ دیا کہ اپنا سب کچھ ان کے سپرد کردیا اور حسن قبول یہ عطا کیا کہ دیگر مخلوقات کو زیر
اقتدار انسانی کردیا وہ اپنی فنائے کلی سے حق کے ساتھ بقا پائے ھُوَ الظَّاھِرُ سے ظاہر کی
ھُوَ الْبَاطِنُ سے باطن کی تجلی ربانی کے سوا کچھ نہیں رہے بلکہ جس طرح کل اپنے اجزا پر محیط ہوتا ہے
اسیطرح کلیت حق کے ان مظاہر کرام قدس سرھم کیطرف تمام افراد عالم رجوع کرنے پر مجبور رہتے
ہیں یہ حضرات کعبۂ مراد ہوتے اور عالم موجودات ان کا بھکاری و منقاد رہا کرتا ہے یہ صفات یہ
تصرفات یہ تسخیریں قوتیں یہ اقتدار جب خداداد ہیں تو اس کے منکر کو خدا سے لڑنا چاہیے کہ
ان عطیات خداداد کے بعد بھی بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کا کہیں اعلان
الٰہی ہے تو کہیں اس خدائی نوازش سے سرفرازی ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۔ نکتہ ۔ روح جب جسم کو اپنے رنگ میں رنگ کر اپنا جیسا پیکر لطیف
بنا لیتی ہے تو خوف و حزن جیسی دنیاوی چیزیں جو اجسام دنیاوی سے متعلق ہیں اس لطافت
جسمی کے بعد مجال دخل نہیں رکھتی ہیں ،، پس یہ حضرات مُدَبِّرَاتِ اَمْرًا میں ہیں
متصرف ہیں حاجت روا ہیں تو حکم ربی سے خدا ان سے یہ سب کام لیتا ہے ان کو اس کا اہل
بناتا ہے جسطرح مخصوص فرشتوں کو خدمات پر مامور و متصرف کرتا ہے تو خدا کو اس سے کون
روک سکتا ہے بلکہ اس کا معترض خدا پر معترض ہے ۔

قدر انسانی و ضمانت الٰہی | انسان کا اپنی یہ قدر و قیمت اور مقصد پیدائش جانکر
نافرمانی الٰہی سے احتیاط اور خدا نے جب رفیع الاقدار انسان کو بنایا ویسا ہی مگر سمع و
اطاعت کے والہانہ جذبہ سے بندگی ہو لیا میں پرہیزگارانہ طلب مولا کیلئے مصروف رہنا ہی
روح امتیاز ہے جب انسان یہ جانتا ہے کہ شیطان کسی وقت گمراہ کرنے سے غافل نہیں

تو پھر یہ خود فرض انسانی ہوجاتا ہے کہ وہ اس شیطان سے پناہ دینے والے مولا کے زیر سایہ
حسن بندگی سے رہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ ضمانت الٰہی ہے
کہ میرے بندوں پر شیطان کی دسترس نہیں پس خدا کا بندہ صحیح معنے میں بن جائے یہی
وجہ ہے کہ انسان کی اس با اختیار حیثیت و پُر اقتدار نیابت کو خدا نے سمع و طاعت
سے مشروط کر رکھا ہے یہ راز ہی یہ رکھا ہے کہ جب تک یہ خلیفۃ الانسان شرط سمع و طاعت کا پابند ہے
سب کچھ اسی کا ہے سورۂ انعام میں ارشاد ہے کہ خدا ہی نے تمکو زمین کا نائب بنایا ۔

فلسفہ فرق طاعت دلی اطاعت عقلی | عقلی اطاعت اور دل کی اطاعت
دو جداگانہ راہیں ہیں اطاعت عقلی چونکہ ضابطہ کے گرفت کے بچاؤ پر ہوا کرتی ہے
بلکہ پابندی قانون و ضوابط میں بھی اپنے لئے عقل رعایت چاہتی ہے بچت کے حیلے
تلاش کرتی ہے اسیواسطے اطاعت عقلی حلاوت و لذتوں سے محروم ہے نیز یہ بھی خامی ہے
کہ دوسرے حواس خمسہ کی طرح عقل بھی محدود ہے بنا بریں عقل کا پیمانہ عطا اور عالم عقلی دونوں
محدود ہیں برخلاف اس کے دل جب مبتلائے محبت ہوتا ہے تو ہر وہ راہ اختیار کرتا ہے جس میں اسکے
محبوب کی خوشی ہو مگر اپنے نقصانات کی دل پرواہ نہیں کرتا دل کو لٹنے میں بھی سکون ملتا ہے
تو ٹوٹنے میں بھی تسکین حاصل ہوتی ہے ہاں وہی دل صرف محدود ہے جو کثافت سے بھرا گوشت کا
لوتھڑا ہو ؎

دل مقام استوائے کبریاست ؛ دل نہ باشد آنکہ با کبر و ریاست

کبر و ریا سے لبریز دل ہرگز دل نہیں دل وہی ہے جبکہ لطیف ہو تو خدا نے اسکو آئینہ محبت
بنا کر اپنی لامحدود ذات کی تجلی گاہ بنا دیا یہ وسعتیں عطائے ربانی سے دل نے پائیں ۔
بقول عارف رومی علیہ الرحمہ ؎

دل بود آئینہ وجہ ذو الجلال ؛ در دل صافی نماید حق تعال
پیش سالک عرش رحمٰن ست دل ؛ جملہ عالم چوں تن و جان ست دل

؎ یہ دل آئینہ انوار ذو الجلال ہے اس قلب صافی میں تو حق تعالیٰ جلوہ نما ہے یہ پیکر

لطافت بنکر یہ قلب سالک مثلِ عرشِ الٰہی ہے جسطرح جان جسم کے ریشہ ریشہ سے خبردار ہے اسیطرح سالک کا دل جملہ عالم دیکھ رہا ہے۔ بلاشک عمل میں بے پایاں اخلاص اسیوقت پیدا ہوگا جب عمل نتیجہ محبت ہو دل میں والہانہ جذبے ہوں مشاہدہ ہے کہ قانون اور ضابطوں کی بندشوں سے کوئی عمل نہ خوبی پیدا کر سکا نہ والہانہ جذبہ تجربہ ہے کہ حق پرستوں نے قانونی سختیاں گوارا کرلیں مگر راہِ طریقت و طریقِ صداقت و الفت کسی طرح نہ چھوٹ سکا ابوجہل و ابولہب وغیرہ محبت سے بیگانہ عقل کی بندشوں میں جکڑے رہے اسیوجہ سے طلب معجزات کرتے رہے معجزہ چونکہ دلیل ہے پس ابوجہل وغیرہ دلیل لائے دلیل طلب کرتے جہنم رسید ہو گئے مگر دلیلی بندھنوں سے کسی طرح نکل نہ سکے یہی عقل کی کجروی ہے کہ عقل کا محدود ادراک محسوسات کو میزان عقل میں ایک خاص حد تک بتا کر ٹھہر جاتا ہے جب عقلی حد ختم ہوئی تو غیر محسوسات کو عقل جانے تو کسطرح جانے ہاں مادی علوم تو عقل کے ذریعہ حاصل ہو جاتے ہیں مگر صفات رب علا و عرفان انبیائے مَا فَوْقَ الْاِدْرَاک امور میزان عقل میں تولے نہیں جاسکتے بلکہ نور باطنی و لطافت قلبی ہی سے فقط حاصل ہوتے ہیں۔

دو روشنی کی محتاجی | کھلی بات ہے کہ ہم دو روشنی کے محتاج ہیں اوّل خارجی روشنی دوم اندرونی روشنی۔ خارجی روشنی کے بغیر آنکھ کی روشنی بیکار ہے جیسے تاریکی جب سب ڈھانپ لیتی ہے تو آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے بھی دیکھ نہیں پاتے اور خارجی روشنی لازمی ہوتی ہے اسیطرح عرفان و صفات حقائق کائنات کو نور نبوت کے بغیر نور عقل دیکھ ہی نہیں سکتے۔ دو روشنی وجود کے ذرات کا عقل خود ایک ذرہ ہے جس طرح ذرہ کل کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا اسیطرح غیر محدود ذات و صفات کا بھی ذرۂ عقل احاطہ نہیں کر سکتا مدعیان عقل کی یہی بھول تھی جو اُن کو لے ڈوبی۔ برخلاف اس کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہ محتاج دلیل تھے نہ عقل کی بندشیں ان کو جکڑ سکتی تھیں ان حضرات کی اندرونی روشنی کی رہبر نور نبوت یعنی خارجی روشنی تھی یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات پابند دلائل نہ تھے بلکہ شہید ادائے محبوب تھے محبوب کی ہر ادا ان کے لئے سب کچھ تھی یہ معجزے تو صرف ابوجہل جیسے لوگوں

کیلئے تھے انتہائی مصائب و ہوش ربا مظالم کافی بے سرو سامانیوں کے باوجود محبت صحابہ پوری طرح مسرور و مطمئن تھی صحابہ تیر پر تیر کھاتے مگر محبوب کے قدموں میں لوٹتا ہی ان کی دوا بھی شفا بھی تھی صحابہ کرام کا ہر لمحہ حیات عشق و مستی کا ناپیدا کنار بحر ذخار تھا اور ابوجہل وغیرہ مادی ساز و سامان کی کثیر افراطی کے باوجود نہ مسرور ہو سکے نہ اطمینان پا سکے۔

فلسفۂ سرشاری دل | اسرار عشق عقل پر اس لئے نہیں کھل سکتے کہ عقل تو محض تماشائی ہے اور محرم راز صرف عشق ہے چونکہ عشق مکمل تماشا ہے اس لئے تماشہ بننے کے بعد راز ملا کرتا ہے نہ کہ تماشائی بننے سے کیونکہ تماشائی تو خود حجاب میں ہوتا ہے اور تماشہ سر بسر رازداری کا نام ہے پس جب دل والہانہ عمل سے بلندیوں پر پرواز کرتا ہے تو اسرار عشق کی عظمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں بارش انوار اور قرب پروردگار دل کو عرفان حقیقت کا اتھاہ سمندر بنا دیتا ہے یہ سالک جب اپنا سب کچھ مالک حقیقی کے نذر گذار کر خود بھی اس کا ہو رہتا ہے تو خدا اس حق شناسی پر اپنی صفات انعام میں عطا فرما کر موجودات کو سالک کے زیر تصرف دیکر خود خدا بھی سالک کا ہو جاتا ہے۔ عارف رومی علیہ الرحمہ وضاحت فرماتے ہیں ؎

ہر دمے او را یکے معراج خاص — بر سرِ تاجش نہد حق تاج خاص
بل مکان و لامکاں در حکم او — ہم چو در حکمِ بہشتی چار جو

مشاہدات و مراتب قرب الٰہی جنکا کوئی اندازہ فراوانی نہیں معراج سے مراد ہیں تاج خاص بمعنی بلندی مرتبہ خاص جو سوائے خواص کسی کو میسر نہیں تاج پہ تاج رکھنے کے یہ معنے ہیں کہ بندۂ کامل کے مراتب ہمیشہ ترقی کرتے رہتے ہیں حتی کہ وہ فانی فی اللہ ہو کر عُتَقَاءُ اللہ ہو جاتا ہے؟ انسان کامل کے زیر حکم زمین و آسمان مکان و لامکاں سب اسطرح خدا کر دیتا ہے جیسے کہ جنتی لوگوں کے زیر فرمان بہشت کی چار و نہریں رہا کرتی ہیں۔

فلسفۂ فرق دلیل و سمع و اطاعت | یہ مسلمہ ہے کہ بعض ایسے بھی مقامات آتے ہیں جہاں دلائل و براہین کے دفتر سمیٹ کر راہ اطاعت سمعاً و اطاعتاً قبول کرنا پڑتی ہے واضح بات ہے کہ جو قرب سمع و اطاعت کے ذریعہ ملا کرتا ہے وہ دائمی ہوا کرتا ہے اور

دلیل سے پیدا کردہ مسلّمات تو دلیل ہی سے تردید پا جاتے ہیں جیسے بطلیموس اور فیثا غورث
کی باہمی تردید نظریات بلکہ منزل قرب میں تو دلیل عاجز و نارسائی کا خمیرہ ہے دلیل وہ الفاظ بھی
پا نہیں سکتی جس سے بیان بارش انوار و کیفیات لطائف کر سکے اسیطرح دلیل نہ محبوب کے
دل میں اتر سکتی ہے نہ محبوب کو گرویدہ کر سکتی ہے یہ تو فقط اطاعت ہی کے والہانہ جذبہ سے
محبوب کے دل پر قبضہ کیا جاتا ہے اطاعت گزاری کے نقطۂ عروج پا لینے کے بعد محب و محبوب
میں وہ رشتۂ الفت قائم ہوتا ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا ایک کی دھڑکن دوسرے کی صدا ایک کی
آواز میں دوسرے کی صدا کا سوز مضمر اور گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ہم گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
ہو جاتا ہے قلبی اور روحی تعلق نہ عقل بن سکتی ہے نہ آواز دوست بننے کی عقل صلاحیت
رکھ سکتی ہے وہ قال جو خدا کی غفاری و کرم و سخاوت کو موج میں لے آئے باعث صد
افتخار و سرمایۂ کونین ہے اور وہ حال جو خدا کی کرم و الطاف کو متوجہ نہ کر سکے قابل
صد ملامت ہے ؎

حال را بگذار مرد قال شو ٭ زیر پائے کاملے پامال شو

ایمان بالغیب و تجردی فلاسفہ اللہ تعالیٰ غیبی امور کو بھی ظاہر کر سکتا تھا مگر ان کو
پوشیدہ رکھنے ہی میں یہ نکتۂ لطیف ہے کہ جسپر ایمان ہو وہ جسطرح فرمائے بلا چون و
چرا ایمان لے آئے غیب کی باتوں کو غیب کی طرح مان لے عقلی و ظاہری حواس کی شہادت میں
خدا یہ دیکھتا ہے کہ ہمارے ماننے کا مدعی ہمارے ناقابل ادراک امور کو کس حسن تعمیل بلا
قال و قیل کرتا ہے یقینی امور ایمانیہ کو اسلام نے پردۂ غیب میں رکھکر سب مذاہب سے
بلند مقام حاصل کر کے روح مذہب کو مادیت میں فنا ہونے سے بچا لیا ہے یہ وہی سمع و اطاعت
لا طلب دلیل ہے جس سے قرب الٰہی و درجات و وجاہت جلیلہ مل رہے ہیں جنکی منازل مختلفہ
قطبیت و غوثیت ہیں عقل و فہم کی نارسائی و محدودی اوہام کی خندقیں خیالات کی خلیج
کشاکش شک و اشتباہ کے غار جہل کے پہاڑ حائل رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ طالبان صادق کی
ہمت بندھاتا ہے کہ نہ تھکو نہ جی ہارو آگے بڑھو عزم پختہ و استقلال سے کام لو تو ہم ملینگے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ؕ وہ انسان جو ایمان لانے میں
حصول عرفان میں سمع و اطاعت میں قطعی ثبوت مانگے وہ محروم ازلی ہے اپنی ڈیڑھ انچ کی عقل
سے خدا کی غیر محدودی و صفات لا متناہی ناپنا چاہتا ہے ان فلاسفروں کی یہی نادانی تھی کہ حکیم
و بصیر خدا کی جگہ ایک اندھے و گونگے اور لا یعقل مادہ کو علت العلل سمجھ بیٹھے حالانکہ ایک انفنٹ
کلاس کے بچے کو بی ایس سی کا پرچہ حل کرنے کو دیدیا جائے تو اسکا حشر معلوم ہے۔

لذت حقیقی عشق و مستی دیکھا جائے تو آرزو ہی خزانۂ دل کا لطیفہ ہے خاصان حق اس
فلسفہ کے نقاد ہیں کہ جب جسم بھی فانی تو اس کے عیش بھی فانی ہیں چونکہ روح فانی نہیں تو اسکی
عیش بھی مستقل ہیں اسی وجہ سے یہ بزرگان ترک آرزو پر پہلے اقدام کرتے ہیں اور عیش روحانی کو
اپناتے ہیں طبیعت میں قناعت کے ساتھ ضروریات انسانی شکرانۂ الٰہی کے ساتھ پوری ہوتی
رہیں اسکے سوا ان حضرات کے وہاں آرزو کی گنجائش ہی نہیں پھر روحانی عیش کے مالکوں کو
آرزوئے پروردگار رکھکر اوکار سے کیا سروکار؟ آپ جانتے ہیں کہ جس طرح انوار لطیف ہیں روح
بھی لطیف ہے ایک لطیف تو سرور یا لذت حقیقی صرف لطافت ہی سے پا سکیگا اب یہ طالب
جب آفتاب حقیقت کا پجاری ہے تو اس آفتاب کے ذرّوں پر جو اُسی کی ضیا سے روشن ہیں
کیسے نظر ڈال سکتا ہے کیونکہ عشق مجازی والا اپنے محبوب کے علاوہ جب دوسری حسین صورتوں پر
نظر نہیں ڈالتا اسیطرح عشق مجازی میں جب کسی دنیاوی آرام سے سکون بخشی نہیں اگر کچھ سامان
تسکین ہے تو دیدار یار میں تو پھر عشق حقیقی والوں کو دنیاوی آرام چین کیسے ہی نہیں سکتا ان کو بھی
دیدار حق ہی سے اصلی و دائمی لذت و سرور ہے نتیجہ صاف ہے کہ دنیا جس سے آرام پاتی
ہے وہ نگاہ عشق میں تکلیف اور نگاہ عشق میں جو متاع لذت و سرور ہے وہ دنیا کے
لئے تکلیف ہے بلکہ یہ طالب تو اس سے مسرور ہے کہ اسکا مطلوب اس سے راضی و مسرور ہے
یہ اس کی رضا جوئی میں زائد سے زائد مسرور اس کو کرنا چاہتا ہے اُسی دھن میں
مست ہے یاد میں محو ہے اسی سے راحت پا رہا ہے پس مشاہدۂ جمال و لذت معرفت
سے بڑھکر جب اور کچھ نہیں تو کسی اور غیر تسلی بخش چیزوں کو پسند کیسے کیا جائے

جبکہ یہ اصل لذت غذا بھی ہے نشاط بھی ہے بھوک لگے تو کیسے نہ کھانے سے اضمحلال ہو تو کس طرح روح تو اپنے مولا سے سب کچھ پا رہی ہے۔

دردِ محبت علاجِ مصیبت آج جسے دیکھئے کیا شاہ کیا گدا اُن کا رکا شکار اور ایک دفعیہ کا طلبگار ہے لیکن کسی طرح خلاصی نہیں ہو پاتی بس ایک گروہ اولیا ایسا نظر آتا ہے جو اس سے بری نظر آتا ہے کیوں محض اس لئے کہ ان کا کوئی لمحہ بغیر عشق و درد محبت گذرتا نہیں ان حضرات کی حسن شان یہ ہے کہ جو سانس بلا ذکر الٰہی نکلے وہ مردہ ہے جو دن یا رات بغیر دردِ محبت و عشق مستی گذرے وہ یہ اپنی عمر میں شمار نہیں کرتے واقعی دردِ محبت عشق و مستی ہی اصلی بہار ہیں انھیں سے قائم انسانی وقعت اور وقار ہے یہی وہ ڈھال ہیں کہ ہر ہتھیار جس کے سامنے بیکار ہیں ترقیات دنیا کے دروازے کھلے ہیں عشق رسول کی صہبائے عرفان جسکی کشید میخانۂ قدرت کی بھٹی میں ہوتی ہے اور ساقی ازل نے اُسے مختلف پیمانوں میں بھرا ہے ان سمع و اطاعت و ایمان کے متوالوں کو وہ مستی و سرشاری عطا کرتی ہے کہ اگر حسینانِ مصر حسن یوسفی سے مسحور ہو کر انگلیاں کاٹ لیتی ہیں تو حسن مصطفائی کے فدایان جمال بخوشی خاطر سر کٹا دیتے ہیں ؎

پیشِ یوسف انگلیاں کٹائیں زنانِ مصر میں
تیری خاطر سر کٹاتے ہیں۔ فدایانِ جمال

یہ مخصوص پیمانے جب شکست ہوتے ہیں تو اس صہبا کی سرشاری دو آتشہ ہو جاتی ہے یہ خمار زخم ہیں کہ ہوتا ہے نہ مٹنے میں بلکہ موت بھی اس کو دور کرنے میں بالکل قاصر و عاجز ہے کسی نور میں بھی دیکھئے اہل دردِ محبت کے حالات ہی تریاق ہر زخم ثابت ہوئے ہیں حتیٰ کہ یہ تریاق بن آکر یہ اذیت کے دلدادہ بھی اہل دردِ محبت کے بھکاری اور اس تریاق کے مشتاق ہیں اب بھی نکلتے ان شبہات کے دھاروں سے جو نکلنا چاہے وہ دل کی عشق و محبت کی اس چنگاری کو سلگائے جسے خو سرد کئے ہوئے ہے۔

حقیقتِ علم ارشاد ربانی ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ کہ علم وہی ہے جسکی تصدیق

کان آنکھ اور ذہن تسلیم کرے ان تینوں ذرائع کے بغیر جو مانا ہوگا وہ ظن ہے اس کو قرآن گناہ قرار دیتا ہے ظاہر ہے کہ جس چیز کا یقین کان آنکھ اور ذہن کی حقیقی شہادتوں سے حاصل ہو گیا ہے وہ علم صحیح نہ ہو فلسفی بیکن کو بھی آخر اعتراف کرنا پڑا کہ صحیح علم وہی ہے جو کان آنکھ اور ذہن تینوں ذرائع سے حاصل ہو" بیکن کی تعریف بھی ہے اور تقلید بھی کی جاتی ہے لیکن اسلام نے تو چودہ سو برس سے پہلے ہی اس اکسیری نسخہ کو پیش فرما دیا کہ ان تین مذکورہ ذرائع سے حاصل شدہ علم ہی صحیح علم ہے اور نور معرفت و حقیقت سے جہل و ظلمت سے نکل کر فائز ہونے کی راہ صرف اسلام ہے هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا جس نے یہ چیلنج کیا کہ اس علم حقیقی جیسا علم اگر تمھارے کسی پاس ہو تو مقابلہ میں لاؤ لیکن صد افسوس کہ اس پیشکش سے عناد و فرار ہے۔

اتباعِ نبوی و تصرفِ اولیا پر سائنس کی فریاد آج کی سائنس بتاتی ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے پرتوات نورانی موجودات کے ذرہ ذرہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں میں (سائنس) ابھی اسی کا ایک ناچیز اثباتی کرشمہ ہوں میرے (سائنس) ذریعہ کوئی ایجاد مشاہدہ میں آئے تو وہ سو فیصدی قابل یقین ہو اور جس ذات نورانی کے بحر انوار کا میں (سائنس) معمولی قطرہ ہوں ان کو خدا کی عطا کردہ صفات سے متصف نہ جاننا دراصل مجھ سائنس سے بھی انکار ہے بلکہ یہ تو ایسی گمراہی ہے جسکی وجہ ہے نشنید کیونکہ یہ اصل سے بغاوت اور فرع سے محبت ہے، دھوپ کی گرمی تو تسلیم ہو اور آفتاب کی ضیاباری سے انکار ہو کس قدر ضلالت بخف بات ہے، چونکہ میں (سائنس) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نورانی وجود کا ایک حقیر ذرہ بید الشئی طور پر ہوں میں (سائنس) اپنے اس عطائے الٰہی پر بھی اور جس سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میں صدقہ ہوں ان پر بھی مکمل ایمان و حسن قبول و عمل رکھتا ہے اس لئے ہر جگہ ممتاز و باوقعت ہوں حالانکہ یہ شرف میرے معتقدین سائنس کو خدا عطا فرما چکا تھا مگر انھوں نے اس کی بے قدری کی تو ان پر دنیا نے ان کا ساتھ مشاغ عرفان دور اور سبکی نظر میں خواری ملی ہمارے رقی ریڈیو ٹیلی ویژن لاسلکی ریڈیائی کنٹرول

وغیرہ جن کے وصف ذاتی پر تم مکمل یقین رکھتے ہو یہ تمہاری ایجادات تو سب کچھ ہو جائیں لیکن نورِ الٰہی کی نورانی طاقتیں اور کنٹرول روحانی تم کو تسلیم نہ ہوں یہ خود تمہاری کج روی کی شاہد ہے غور تو کرو یہ کس کا صدقہ کس کا فیض کس کا نور ہے جو تم سب میں جاری و ساری ہے؟ صرف اس جن کی وجہ سے جن کے نور سے جن کے طفیل میں کل موجودات پیدا ہوئیں افسوس کہ گو ملبسِ دنیا موہوم پتے وہ تو اس راہ پر تم چلو لیکن یہ نورِ الٰہی خالقِ انوار کا پتہ اور اپنے خالق سے ملنے کی خبر دے تو تم انکار کرو۔ ذرا ایمان سے بولو کہ اسی نورِ مجسم ہی نے تو تم کو ارتقا و پروازِ علوی کا پہلا سبق پڑھایا جس کے طفیل تم نے آلات مرتب کئے خود مصروفِ پرواز ہوئے پھر ایسی نورانی ذات کے اوصاف مخصوصہ ہی جب سب کے وجود کا باعث ہوں تو یہ انکار خود اپنے آپ سے انکار ہے حضور پر جانتے ہو کہ فرشتے تم سے ہزار درجہ طاقت و سماعت و بصارت میں ممتاز و باسطوت اسکے بعد پھر جنات اسی درجہ میں ہیں لیکن ان دونوں کو افضلیت نہیں ملتی صرف تم انسان کو ملتی ہے کیوں محض اسلئے کہ وہ نور لباسِ انسانی میں تشریف ارزانی فرماتا ہے اور تم سب کو صفاتِ ربانی سے متصف فرما کر منازلِ قرب و اختصاص سے مشرف فرما دیتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ میں قدرت نے راز ہی یہ رکھا ہے کہ راہِ محبوبِ حق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی مکمل و مرصّع اور خدا کو ایسی مرغوب اور محمود ہے کہ جو آپکی اتباع کرے خدا کا پیارا ہو جائے۔ جو لوگ صرف اتباعِ خداوندی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے خدا نے اس کو فاش غلطی بتا کر خدا کی قربت اور حصولِ ایمان مکمل صرف اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی محبت و اطاعت ظاہری و باطنی پر محدود و موقوف کر دیا وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جو اللہ تعالیٰ ماننا چاہتا ہے اس کے لئے خدا نے اپنا ماننا اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے پر مقید و مشروط کر دیا پھر میں (سائنس) اسی حکم سے سرکشی کروں تو کیسے اس شرف کو اپنا کر کیسے معتقد و مشرف نہ ہو۔ تم نے جس طرح یہ ریڈیائی طاقتیں وغیرہ خدا کے نور سے پائی ہیں اسی طرح اولیائے حق نے یہ امتیازی صفات عطائی طور پر نورِ کل سے حاصل کی ہیں پھر اس سے بڑی غلطی تمہاری اور کیا ہے کہ جب تم کو فرع مسلّم تو اصل اس سے پہلے مسلّم ہو

مشاہدۂ جے پال صاحب

جے[28] پال صاحب جوگی کی حیثیت میں رہ کر اپنی روحانیت اور ارتقا کے مقابل سب کو طفلِ مکتب سمجھتے تھے لیکن خدا کے ایک پسندیدہ ولی خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے مقابل ہوا پر اڑنے کا مظاہرہ کرتے ہیں تو خدا کے اس ولی الھند نے صرف اپنی کھڑاؤں کو حکم دیا تو وہ اڑی اور جے پال صاحب کے سر پر مار کرتی دیوانہ وار نیچے اُترنے پر مجبور کر لائی یہاں جے پال صاحب نے جان لیا کہ میں ایک انسان ہوں اگر کوئی کمال حاصل کیا تو اس لئے کہ مجھ میں روح ہے لطافت ہے لیکن یہ خشک لکڑی کی کھڑاؤں جسمیں نہ جسم ہے نہ روح ہے نہ مادۂ لطافت نہ حیات لیکن اس ولی الھند نے جب اسمیں چشم زدن میں یہ اوصاف ڈال دیئے تو یقینی اُن کا علم صحیح علم اُنکی اتباع صراطِ مستقیم ہے یہ صاحب ایک نمونہ ہو کر اس قدر پیکرِ لطافت و کمالات ہے تو خود سراپا نور ذات سرمایۂ ابدی نجات ہے بلا اس پر ایمان لائے نہ فلاحِ ازلی ہے نہ ارتقائے اصلی پس کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش خواجہ ہو گئے اور عبد اللہ بیابانی سے موسوم اب تک ہیں۔

فلسفۂ توحید وصفات

ہر چیز[29] کا ایک رکن ہوتا ہے اسی پر علام اور وجود کا دار و مدار ہے دیگر امور عوارض و فروعات ہیں توحید کا رکن اوّلین اعتقادِ حصرِ الوہیت ہے، اقرارِ توحید رکن توحید نہیں ہے بلکہ شرطِ توحید ہے اور اعمال نماز روزہ زکوٰۃ حج فروع ہیں کہ ان کے بغیر توحید لاحاصل ہے بلکہ بغیر اعتقادِ حصرِ الوہیت یہ سارے اعمال بھی فقط بربادی ہیں جیسے منافقین کہ عہدِ رسالت میں یہ لوگ نماز روزہ و شرکت جہاد کرتے مگر مومن نہ تھے وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۔ خوب یاد رکھئے چار صفات ربانی ایسی ہیں جو کسی طور پر نہ قابلِ عطا ہیں نہ ان میں ذرا بھی وہمِ تصورِ اتصاف ہی ہو سکتا ہے۔ قدم وجوب تخلیق۔ نہ ہو سکنا۔ خدا کے ماسوا میں ان چار وصفات کا وہم بھی شرکِ عظیم ہے مشرکین کا یہی شرکِ اعظم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی و ناقابلِ عطا مدارِ الوہیت کی یہ صفات اربعہ بھی عام کر بیٹھے اور الوہیت میں مشترک مان کر بتوں کی برتری کے بھی ءَاٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ مدعی بن بیٹھے۔ یہ حقیقت بہت واضح ہے کہ ذرہ سے لے کر آفتاب

یک کوئی ایسی چیز نہیں جس کو خدا نے وجود اور بعض صفات ربانی نہ عطا کی ہوں لیکن اس کے باوجود یہ اختیار خدا نے کسی کو نہ دیا کہ جب تک چاہیں اپنے کو قائم رکھیں اگر ایسا ہوتا تو وجود بخشنے والے اور وجود پانے والے میں کوئی فرق ہی نہ رہتا اور وجود ذاتی اور وجود عطائی میں امتیاز ہی مٹ جاتا ہے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ موجودات میں جیسی کچھ بھی صفات ہونگی ذاتی کسی طرح ہو ہی نہ سکیں گی بلکہ قدرت کی اس قید سے محض عطائی اور فانی رہیں گی[٣٢] ظاہر ہے کہ خدائے ہمہ گیر ومحیط کل کے ماسوا ہر ایک موجود وجہات میں مقید کیف ورنگ وبو میں گھرا ہوا ہے محدود ہونے ہی کی وجہ سے ہم موجودات کو جانتے وپہچانتے ہیں پس نہ ہمارا مشاہدہ مطلق نہ عرفان وعلم مطلق تو اشتراک فی العلم اشتراک فی الصفات اشتراک فی العبادت کا خیال ہی سراپا ضلال ہے کیونکہ وجود مقید کا عرفان وعلم وصفات اس وجود مقید کے لئے عارضی وعطائی اور وجود مطلق کا عرفان وعلم وصفات خود وجود مطلق کے لئے ابدی وذاتی ہے تو اب انسان کو علم غیب بخشا جائے تصرفات وحاجت روائی قریب ودور سننے دیکھنے نیز حاضر وناظر کی صفات سے خدا متصف فرمائے جب یہ خود خدا ہی صفات عطا فرمائے تو عطائے الٰہی میں اشتباہ شرک کا خود ساختہ پیوند لگانا ہی خدا سے بغاوت ہے

عطائی وذاتی کا فرق نہ کرنا ابلیست ہے جس طرح[٣٣] چراغ روشن کرنے سے در ودیوار روشن ہو جاتے ہیں یہ روشنی چراغ کی صفت ہے اور در ودیوار کی روشنی مظہریت چراغ ہے ایسے ہی انسان میں صفات ربانی کی تجلی مظہریت یزدانی ہے پھر خالق کو مخلوق کی تخلیق کی ضرورت ہے تاکہ اس کی صفات وذات کا ظہور ہو اور منعم حقیقی اپنے جود وکرم کا فیضان اپنی مخلوقات پر کرے یہ نہ ہو تو خدا کی صفات عالیہ اور اس کے وجود کا اظہار ہی نہ ہو سکے ثابت ہوا کہ صفات عطائیہ بنا بر مظہریت وظلیت زیبائی عین ایمان و روح توحید ہیں اس کا انکار ہی قدرت کو مرتکب عجز وقصور گردانا اور کفر عظیم ہے۔

عقائد کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے موجودات کا وجود اور ہستی ہے یہ عینیت مطلقاً نہیں ہے بلکہ وحدۃ الوجود کو وحدۃ الموجودات اور کثرت موجودات کو وجود

مطلق کی عینیت وکثرت سے سمجھنے والے یقینی کفر متحقق کر رہے ہیں پارہ ٥ اوّل يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ تفسیر روح البیان میں ہے کہ انسان خود وجود وحدانیت ہے یہ نوری صفات وقدرت وحیات نیز دیکھنا وسننا وکلام کرنا سب صفات الٰہیہ کا انسان میں اظہار ہے اسی طرح بندے کا علم خدا کے علم کا مظہر وآئینہ وخلیفہ ہے جیسے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ شاہد عادل ہے۔ پس صفات ذاتی وعطائی کا فرق نہ کرنے اور تعظیم وعبادت میں امتیاز نہ رکھنے پر ہی ابلیس راندۂ درگاہ الٰہی ہوا۔

بے لاگ فیصلہ آگ[٣٤] نے جلا کر نقصان پہنچایا زہر نے ہلاک کیا دوا نے فائدہ بخشا غذا نے قوت بخشی ان سب کے اثرات کو ذریعہ ماننا جس طرح نہ توحید سے انحراف ہے نہ شرکت اتصاف ہے اسی طرح انبیائے عظام واولیائے کرام میں خداداد وصف ماننا ان حضرات کو وسیلہ جاننا کسی طرح توحید میں خلل انداز نہیں سب[٣٥] امور سے قطع نظر خداداد صفات میں ذاتی وعطائی کا اگر فرق نہیں کیا جاتا تو یہ دو کفری قباحتوں سے خالی نہیں اول یہ کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ میں بلا کسی امتیازی صورت اور بغیر کسی تفریق کے تسلیم کریں تو یہ وہ شرک اکبر ہے جس کی مغفرت ہی نہیں دوسرے یہ کہ ان خداداد صفات عطائی کی نسبت ہی بندوں سے قطعاً نہ کی جائے تو معاذ اللہ قرآن الٰہی کی تکذیب ہوگی کیونکہ خود باری تعالیٰ نے ہی اپنی صفات قدسیہ سے بندوں کو منسوب فرمایا ہے اور جو تکذیب یزدانی کا باعث ہو وہ کھلا ہوا کفر ہے توحید کہاں ہو سکیگی؟ ان ہر دو قباحتوں سے بچنے کے لئے ذاتی وعطائی کا فرق کرنے والے صرف ہم سچے علمبردار توحید وفرمانبردار رب مجید ہیں۔

فلسفہ فرق تعظیم وعبادت عبادت[٣٦] ایک رکن جداگانہ ہے جو صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص ہے دیکھنا یہ ہے کہ تعظیم کو خود خدائے لازوال نے کیا درجہ دیا ہے چنانچہ قرآن مجید کی تکریم کعبہ کی تعظیم سنگ اسود کوہ صفا ومروہ کی توقیر کو شعائر

اللہ خدا نے ہی قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ تعظیم و توقیر میں اگر شرک کا شائبہ بھی ہوتا تو خدا یہ تعلیم ہی نہ دیتا فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ کی سند منقبیانہ عطا نہ فرماتا پس بنائے ابراہیمی سے یہ کعبہ معظمہ جب خدا کے نزدیک یہ درجہ پاتا ہے تو کھلی چیز ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا درجہ عظمت خدا کے نزدیک کیا کچھ ہے گا۔ شاہزادی بی بی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں وادی غیر ذی زرع میں کوہ صفا وکوہ مروہ کے درمیان سات چکر لگاتی ہیں اس ادا کو خدا اتنا پسند فرماتا ہے کہ صفا ومروہ کی پہاڑیوں کو شعائر اللہ قرار دیکر اس ادائے سیدہ ہاجرہ کو سنت جاریہ بنا کر سعی کے نام سے موسوم فرماتا ہے کیا یہ والدہ محترمہ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کی موقرانہ یادگار منانے کے سوا اور کچھ ہے؟ شیطان لعین باری باری والدہ ذبیح اللہ کو حضرت خلیل اللہ پھر حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے خدا ہم کو حکم دیتا ہے کہ تینوں مقامات پر کنکریاں مارو۔ کیا یہ ان ہر سہ حضرات کی تعظیمانہ یادگار جاری رکھوانے کے سوا بھی کچھ اور ہے؟ یہ علم و یقین رکھتے ہوئے کہ خدا جسم و مکان وغیرہ سے منزہ ہے مگر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ کو خدا کا گھر کہا تو خدا نے باوجود گھر مکان سے مستثنیٰ ہونے کے اس گھر کے اضافت بھی طَہِّرَا بَیۡتِیَ سے اپنی طرف قبول فرمائی کہ میرے گھر کو پاک کیجئے۔ دوسرا حکم بخشا فَلۡیَطَّوَّفُوۡا اس گھر کا طواف رہے تیسرا حکم فرمایا فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ آیات بینات کیا ہیں پانی کی طلب اضطراری صفا ومروہ کے سات چکر جہاں بتوں کے استھان تھے پھر چاہ زمزم کا ظہور پھر اس سرزمین پاک پر سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا خدا کا گھر بنانا جو تھی وجہ تعظیم خدا نے یہ واضح فرمائی وَمَقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام والصلوٰۃ نماز ادا فرماتے تھے کوئی دوسرا نام دینے کے بجائے مقام ابراہیم ہی کے نام سے موسوم فرما کر عظمت بخشی خدا جس تعظیم کی تعلیم دے ترویج فرمائے شعائر اللہ قرار دے پھر اس سے روگردانی کھلی ہوئی شیطانی ہے مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم الٰہی قرار دیکر وہاں کی نباتات کاٹنے یا نقصان پہنچانے کو حرام قرار دیتا ہے ہمارے تاجدار رسالت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو اسی طرح حرم قرار دیتے ہیں مکہ مکرمہ کی عین مشابہت حرم کے باوجود مدینہ منورہ وہی صورت حرم پاتا ہے عظمت و حرمت مصطفائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ہی مدینہ منورہ کی یہ تعظیم داخل دین ہوتی ہے اسی طرح خدا کا انسان کو یہ جامعیت صفاتی و اپنی مظہریت عطا کرنا دیگر مخلوق میں توقیر انسانی قائم رکھنے پر ہے۔

فلسفہ اللہ غیر اللہ خدائے واحد کے علاوہ موجودات میں جو کچھ ہے سب غیر اللہ ہے انسان تصفیہ معاملات میں زبردستوں کے مقابلہ میں دوسروں کا محتاج ہے یہ دوسرے غیر اللہ ہیں انسان کھانے پینے کا محتاج مکان کا حاجت مند ہے یہ سب بھی غیر اللہ ہیں انسان علم و ہنر کا محتاج ہے استادان علم و ہنر سب غیر اللہ ہیں۔ انسان بیوی بچوں کا محتاج ہے یہ بیوی بچے سب غیر اللہ ہیں آدمی احباب و اعزہ کا محتاج ہے یہ احباب و اعزہ غیر اللہ ہیں حتیٰ کہ خود انسان ایک نہیں دو غیر اللہ (والدین) کا مرہون منت ہے فرمائیے انسان کون سی چیز کا محتاج نہیں امور مذکورہ میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے انسان کو کون سے امور حاصل ہوئے؟ یہ طلب یہ احتیاج یہ استمداد یہ توسل یہ استغاثہ و فریاد حکام کسی کی بے بسی خود اگر معاذ اللہ شرک ٹھہراتی ہے تو باوجود اسلام دنیا میں مسلمان کا وجود نہ ہوگا نہ ان فرضی معترضوں کو اپنے خود ساختہ شرک سے راہ فرار مل سکے گی پس ثابت ہوا کہ اس عالم اسباب میں انسانی ضروریات کی وسائل سے تکمیل لازمی ہے اور براہ راست مسبب الاسباب سے نہ ہونا ہی قانون الٰہی ہے۔ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیۡئًا ہَیَّاَ اَسۡبَابَہٗ اسی وجہ سے عالم اسباب کی حاجت ہے بایں ہمہ واحد طور پر ہم کو صرف خاصان حق ایسے ملتے ہیں جن کو خدا نے شرف و اقتدار بخشا کہ وہ عام اسباب کے پابند نہیں ہیں بلکہ عام اسباب ان کا پابند ہے اسی وجہ سے تمامی مخلوق کو تکمیل وسائل کی بنا پر ان مخصوصان حق کا احتیاج ہے یقینی یہ مقربان اولو العزم چاہتے ہیں تو انکی انگلیوں سے آب شیریں کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں وہ چاہتے ہیں تو آسمان سے کھانا اترتا ہے وہ آب و دانہ کے محتاج نہیں بلکہ ان کا رب تعالیٰ انکو کھلاتا پلاتا ہے وہ

وہ چاہتے ہیں تو ملکۂ سبا بلقیس کو مع اس کے تخت کے چشم زدن سے پہلے کھینچ لاتے ہیں یہ
مافوق الاسباب باتیں انبیاء کیلئے معجزہ اور اولیاء کے لئے کرامت کہلاتی ہیں۔

خودساختہ ایمان اگر وہابی کے آخری گڑھے میں دھنسی ہوئی وہ مخلوق جو خوب جانتی ہے
کہ اسکی پیدائش و پرورش تعلیم و تربیت ازدواج و معاشرت معاملت حیات ممات اختیارات
سب غیراللہ سے لبریز ہے یہاں تو یہ نقطۂ نظر رکھتی ہے کہ بیماری میں دوا کی طلب حکیم ڈاکٹر
سے رجوع بکر اور جنگ و تصفیہ معاملات میں برادری و احباب و حکام سے استمداد و استغاثہ
و فریاد مادی اسباب کو غیراللہ سمجھنے کے باوجود عین ایمان قرار دیئے ہیں لیکن یہی امور اسباب
روحانی میں ناجائز ٹھہرا کر خود اپنی تکذیب کرتی اور خود اپنی ضلالت کا ثبوت بنی
ہوئی ہے بلاشک شافی مطلق خدا ہے مگر دوا دعا کو وسیلہ خدا ہی نے بنایا بذاتہ
حاجت روا مالک یوم الدین ہے مگر یہ خدا کی مرضی کہ مادی اور روحانی وسائل میں
جسے چاہے وسیلہ بنائے قانون الٰہی سے یہ خودساختہ ایمان کتنا خود ضلالت بکف ہے
حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تنبیہی ارشاد ہے اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْاُمُوْرِ
فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ (جب تم کسی مشکل میں پھنسو تو اہل قبور سے
مدد طلب کرو) تو اعتراض کیوں ہے؟

وصف سعادت و نحوست ایسے ارشادات رسالت کے ماتحت اہل قبور سے
استعانت و طلب امداد ضمانت صحت ایمان ہے تجربہ شاہد ہے کہ متعدد جانور وصف سعادت
و نحوست رکھتے ہیں سایۂ ہما انسان کو بادشاہ بنانے کی قدرت رکھتا ہے چشمۂ حیوان کا
ایک قطرہ ہمیشہ زندہ رکھتا ہے اُلو تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ ہوتا ہے پتھروں میں لعل ہیرا
یاقوت نیلم فیروزہ مونگا عقیق وغیرہ خوشی و رنج و ہلاکت کا باعث بنتے ہیں کافی جڑی بوٹیاں
و ادویات زندہ رکھنے بیمار ڈالنے اور شفایابی کے اثرات رکھتے ہیں ان سب میں یہ اوصاف
یہ قوتیں تو عطیۂ ربانی سے تسلیم کی جائیں لیکن صفات ربانی کے جامع حضرات سے خدا کی
خداداد صفات تصرف و امداد سے عناد اور ارشاد رسالت سے انکار خود اپنا ہی اقبال

بے دینی ہے۔

فلسفۂ تصدیق خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت اسلامی چونکہ پچھلی
تمام شریعتوں کی جامع اور آپ کی لائی ہوئی کتاب حمید میں پچھلی تمام کتب آسمانی مندرج
ہیں تو اس کی تصدیق اپنی تصدیق ہے کیونکہ دیگر سابقہ شریعتیں دراصل اس آخری شریعت
اسلام کے ابتدائی مراتب ہونیکے سبب اسلام ہی سے نکلی ہیں اس لئے اسلام کا ماننا اور بھی
مقدم ہے اگر شریعت اسلام آخری ماننے سے اعتراض کیا جاتا ہے تو یہ قباحت لازم آئیگی
کہ سابقہ شریعتیں پھر ابتدائی نہ رہ سکیں گی جو مشاہدہ و نقل و عقل سب کے خلاف ہے وَاِنَّهٗ
لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ معلوم ہوا کہ سابقہ شریعتیں دراصل اسلام کی تھوڑا تھوڑا درس تعلیم
آخر میں مجموعی درس دیا گیا پس یہ جامع شریعت آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر سے
ہو کر نکلی تو شرائع سابقہ بالواسطہ آنحضور کے اندر سے آئیں اب شریعت اسلام کا سابقہ
شریعتوں کی تصدیق کرنا ایسا ہے جیسے بدن کی تصدیق کیلئے اعضاء و اجزائے بدن کی
جو اس کے مبادی و مقدمات ہیں تصدیق لازمی ہے ایسے ہی پچھلی نازل شدہ شرائع اس
آخری شریعت اسلام کے ابتدائی مراتب و مقدمات ہیں پس کل کی تصدیق کے لئے
اسلام کی تصدیق واجبی ہے۔

تمام شریعتوں کا ثواب مسلمان اس لئے اسلام کو ماننے پر مجبور ہے کہ حق تعالیٰ
نے اسکو اسلام ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمۂ ادیان و مذاہب نازل شدہ کا تصدیق کنندہ
مخزن دیگر ساری مبادیاتی و مقدماتی شرائع اک دم حوالے کر دیں جو شاخ در شاخ ہو کر
اسی جامع شریعت اسلام سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت ساری شریعتوں پر
عمل کرنے کا اہل اور اس عمل جامع سے اپنے لئے جامعیت مذہبی کا مقام حاصل کئے تمام
منزّل شدہ دینوں کے اجر و ثواب درجات عالیہ و مقامات فائزہ حاصل ہے صحیح معنے میں
یہ مسلمان نوحی بھی ہے ابراہیمی بھی موسوی بھی ہے عیسائی بھی اور آج اسی مسلمان
کے دم سے سچی عیسائیت و موسویت و ابراہیمیت و نوحیت جس کا جامع نام اسلام ہے

زندہ و پائندہ ہے دونیش آج سچی موسویت و عیسائیت کا دعویٰ کیا ہی نہیں جا سکتا
قَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ارشاد ربانی ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ مذہب
نصاریٰ لاشئے محض ہے۔ ایسے ہی نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ یہودیوں کا کوئی مذہب ہی نہیں
جہلائے مکہ مکرمہ نے بھی اسی طرح مذاہب کی تردید کی قرآنی شہادت ہے کہ ہر قوم نے اپنے مذہب
تبدیل کردہ کے سوا دیگر مذاہب کو تردید و تکذیب سے اپنے ہی ہاتھوں دفن کر دیا تیسری قباحت
یہ کہ آج حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے اپنے کو اس وقت تک براہیمی
نہیں کہہ سکتے جب تک موسویت و عیسائیت و اسلامیت سے انکار نہ کریں آج
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے اپنی تبدیل کردہ عیسائیت کو بھی اس وقت تک
برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک سب شریعتوں کے منکر نہ ہوں صاف عیاں ہے کہ ان
ابراہیمی موسوی و عیسائی لوگوں کی بنیاد تصدیق و تائید باہمی کے بجائے دیگر مذاہب کی
تردید و انکار پر ہے تو زو اقرار پر نہیں تحقیر و جہالت پر ہے انصاف و معرفت پر نہیں حالانکہ
ایمان تو نام ہے معرفت کا نہ کہ تعصب کا دین تو نام ہے محبت باہمی و تصدیق کا نہ کہ عداوت
و باہمی تکذیب کا ارشاد ہو مُصَدِّقٌ عام بنکر آیا تو کون ہے صفحۂ موجودات اس کا دوطرف
صرف اسلام کو قرار دیتے ہیں اسلام نے ہر نازل شدہ مذہب کی تصدیق کی تو قبر رکھی دوسرا
نے گرایا اسلام نے سنبھالا دوسروں نے جھٹلایا مٹایا اسلام نے تقویت دی تائید کی
سابقہ شریعتوں کی یہ محتاجی اسلام نے دور کی بلکہ جس طرح جسم میں روح ہر جگہ سرایت
کئے ہوئے ہے اسی طرح دین اسلام تمام مُنَزَّل دینوں کا تصدیق کنندہ ہو کر سب میں
داخل و شامل ہے چوتھے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پچھلے سارے دینوں کا تصدیق
کنندہ ہونا سب سے اہم مُسکت دلیل ہے اسلام تصدیق مذہب کا نام ہے نہ کہ تکذیب مذاہب کا
اسلام تحقیر ادیان کا نام نہیں بلکہ توقیر ادیان کا نام ہے اسلام اقرار شرائع مُنزلہ کا نام ہے
انکار شرائع کا نہیں ہے بلاشک اسلام کی تصدیق تام و تسلیم عام کی بدولت تمام مذاہب کا
وقار باقی اور حیات تازہ ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف اسلام کی وسعت

وجامعیت کا اگر پھر پرا اثر رہا ہے تو دوسری طرف غلبۂ دین اسلام تمام ادیان پر جاری
وحاوی ہے پانچویں غیر مسلموں کو اس لئے اسلام کو اپنانا ضروری ہے کہ آج کی دنیا میں
جزوی و ہنگامی دین چل ہی نہیں سکتے مشاہدہ ہے کہ کتنے ایسے مذاہب ہیں جو خودساختہ
آڑے کے سہارے سامنے آئے مگر لنگڑے کے لنگڑے ان کی باتیں ان کے دھرم کو ہنگامی
اور قومی ہونے سے بچا نہ سکیں اگر ان مذاہب میں حد نمائش تک جاذب نظر بنانے کی کوشش
نہ کی گئی ہوتی تو وہ دلوں کو راغب و مسحور کرنیکی خوبی کیوں کھو بیٹھتے آج قلوب متنفر کیوں
ہیں قومی حدبندیوں سے بیزاری کس لئے ہے مقتضائے فطرت یہ ہے کہ ایسے مجموعہ کو اپنایا
جن کی جامعیت سے جزوی دین خود بخود اس میں آجائیں دیگر اقوام اگر اپنی شریعتوں کے سنبھالنے
کے دلدادہ ہیں تو اسلام کے جامع دامن میں آئیں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے دیگر
مذاہب کو انکی تا بہ حدِ اصلیت اپنے آغوش میں لیکر سنبھالا ہے لیکن اگر کوئی اپنی ضد کی
وجہ سے اپنے دھرم پر چل رہا ہے تو یہ اسکی کھلی بھول اور دائمی پشیمانی ہے کیونکہ اس کے
پاس نہ اسکی سند نہ حجت جامعیت ہے بلکہ سند و حجت جامعیت تو اسلام ہے جس سے
گریز کیا گیا بہ الفاظ دیگر اخباروں کے کالم پر کالم ان اطلاعات سے بھرے ہیں کہ ارباب
ادیان خود ترمیم و تبدیلی کر رہے ہیں یہ کیوں ہے محض جزوی و قومی حدبندیوں کی یہ
قابل نفرت مشکلات جس کی رکاکت سے بچاؤ کیا جا رہا ہے لامحالہ ایک ہی بچاؤ کی شکل ہے
کہ اگر کوئی نفس دین سنبھالنا چاہتا ہے جب بھی اگر کوئی اپنے دین کی اصلاح چاہتا ہے
جب بھی کوئی ان ملامت ریز مشکلات سے تحفظ چاہتا ہے جب بھی اگر کوئی وصول حق کی
صحیح راہ چاہتا ہے ہر طرح اسلام کے تھام لینے سے ہر قسم کی نجات و فلاح بآسانی
حاصل ہو سکتی ہے بلکہ اسلام کے دین فطرت ہونیکا سب سے بڑا ثبوت یہ خود آپ کے
سامنے ہے کہ فطرتی طور پر دنیا اسلام جیسے فطرتی دین کو اپناتی اور خود اسلام کی طرف
بڑھتی آرہی ہے

فلسفۂ باخدائی روح اور قلب کے حجابات خواہشات نفسانی ہیں انکی وجہ سے انسان کی

تمام قوتیں تکمیل خواہشات میں وقف ہو جاتی ہیں اور سعادت ابدی کی طرف متوجہ ہو
نہیں دیتیں حتیٰ کہ انسان گناہوں کی آلائش اور ظلمت عصیاں سے حق دیکھنے میں اندھا
جاتا ہے اس حجاب کو دور کرنیکے لئے اگرچہ سب مذاہب اس پر متفق ہیں کہ قوت بہیمیہ کا زور
جائے لیکن اس کی جو تدابیر بتائی ہیں وہ بیکار اور اُلٹی نقصان رساں ہیں مثلاً ہاتھ
سکھا لینا یا قطع نسل کرنا وغیرہ اس کا صحیح علاج صرف اسلام نے پیش کیا انسان کو خدا
جسم اس لئے نہیں دیا کہ اسکو کاٹ ڈالا جائے یا بیکار بنا لیا جائے بلکہ جسم اس لئے
کہ روح اس پر سوار ہو کر دنیاوی زندگی کے نشیب و فراز سے گذر کر راہ سعادت طے کرتی اور
قرب ربانی کے اسباب فراہم کیے ہیں کیونکہ جسم ایک سواری ہے اور صاحب جسم ایک سوار
سواری کے مار دینے کے یہ معنی ہیں کہ سوار بھی سدا منزل سے دور رہ کر ٹھکرا تا مر
اسلام ہمکو بتاتا ہے کہ جسم صحیح سے منزل مقصد پر پہنچنا ہی کمال واقعی ہے قوت بہیمیہ کا زور
نفس کی سرکشی روزہ رکھ کر شب کو کم کھانے کم سونے سے توڑو کمال جب ہے کہ حقوق
جسمانی بھی ادا ہوں اور حقوق روحانی بھی حسن امتیاز یہ ہے کہ جسم کو روح کے رنگ میں رنگ
لطیف و باکار بنا یا جائے کمال حیات یہ ہے کہ بیوی بچوں سے ارتباط ہمسایہ و احباب
حسن معاشرت ہو علائق دنیاوی بھی ہوں مگر مقصود اصلی حقیقی علائق روحانی و تقرب
ربانی ہو ترک دنیا کے یہ معنی کب ہیں کہ دنیاوی علاقہ ہی نہ رہے بلکہ ان سب کے ہوتے
ہوئے خدا کو ساتھ رکھنا خدا کے ساتھ رہنا ہی معراج باخدائی ہے ۔

دوسرا باب

فلسفۂ صحیح ادۂ عمل قرآن کریم جہاں ہم کو اٰمِنُوا بِاللّٰہِ کا حکم دیتا ہے وہاں
اَطِیْعُوا اللّٰہَ کا بھی تاکیدی فرمان ہے اٰمِنُوا کیا ہے؟ صرف یہ کہ خدا کا منشا

سمجھ کر جس صداقت سے خدا و رسول خدا کی تصدیق کی اسی سچائی سے طلب خدا
آفرینش سمجھ کر جس صداقت سے خدا و رسول خدا کی تصدیق کی اسی سچائی سے طلب خدا
و رسول خدا میں مصروف رہنا۔ اَطِیْعُوْا کیا ہے؟ فقط یہ کہ زبان و دل کے دعووں کا عملی
ثبوت اتباع سنت کی والہانہ پابندی سے اصلاح نفس کیساتھ دینا بنا بریں اٰمِنُوا
روح ہے اور اَطِیْعُوْا جسم ہے جب تک جسم و روح کا اشتراک و اتحاد نہ ہو صحیح راہ عمل ہے
نہ ایمان و اطاعت ہے۔

صحبت صادقین ارشاد ربانی ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ اے ایمان والو پرہیزگاری حاصل کرو اور راست بازوں کی
صحبت اختیار کرو قرآن نے خصوصیت سے اہل ایمان کو حسن کردار کا نسخہ دیا کہ صحیح ایمان ہوتے ہوئے
جب حصول پرہیزگاری ہو پھر حصول پرہیزگاری کا ذریعہ بھی بتا دیا کہ راست بازوں کی صحبت
اختیار کرنیسے بہ موافق ظرف یہ دولت پرہیزگاری حاصل کی جاسکتی ہے راست بازی
اور صدق کی صحیح منزل یہ ہے کہ انسان بلا چوں و چرا راہ تسلیم و تعمیل پر جم جائے چونکہ نفسیاتی
طور سے پاکیزہ نمونوں کی وضع و اطوار پر میلان ہماری عادت ثانیہ ہے قدرت
کاملہ نے اسی لئے ہم کو یہ یاد دلایا کہ راست بازوں کی صحبت میں رہنا ہی منزل کا مرانی کی
کیونکہ دولت صدق کلید فلاح ہے جہاں صدق نے قبضہ جما یا نجات کے دروازے
کھلے عملی و علمی اسباق راست بازوں سے ملے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُهْلِکُ
پس صدق نعمت ربانی ہے اور کذب حصۂ شیطانی اسی وجہ سے باعث ہلاکت ہے۔

ہم نشین صالحان باش اے پسر ٭ دور باش از زِندِ قلاّش اے پسر

صدق نیت صدق طلب صدق عمل و صدق مقال کے بغیر ترقی روحانی و قرب ربانی
بڑھی کٹھن ہے اسی لئے اصلاح نفس کی حاجت ہوتی ہے۔

فلسفۂ روح و نفس نفس کو روح سے وابستہ کر دینے کا فلسفہ قدرت یہ ہے
کہ اگر خالق ارواح اس نفس کا وزن روح پر نہ رکھ دیتا تو یہ روح لطیف اپنی فطری

بالیدگی کے سبب عرش سے فرش پر آکر ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھہر نہ سکتی تھی بنابریں حیاتِ دنیا میں یہ نفس توروح کا جزو خارجی ہو گیا اب نفس کو روح کے تابع بنانے کے لئے دو چیزوں سے ہم کو کام لینا پڑتا ہے جس میں ایک تو نماز ہے دوسری چیز ذکر ہے ظاہری پاکی کا جس طرح نماز میں اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح باطنی نجاستوں سے بھی پاکی کا اہتمام رکھا جائے تو بارش انوار سے روح پھر روح سے قلب اور قلب سے اعضا اور جوارح متاثر ہوتے ہیں یہی اولین مقصد نماز و ذکر ہے لازمی ہے کہ نفس کو دلاسہ دے کر کچھ پھسلا کر کچھ تکرار و دباؤ سے راہ سلوک میں ملنے والی روشنی کی طرف متوجہ کر دے نفس چونکہ خود طبعاً حریص واقع ہوا ہے اس خوبصورت حقیقت کو تاوقتیکہ نفس کو دکھایا نہ جائے نفس کی حریصانہ طبیعت لغویت و خواہشات پیدا کرنے سے باز نہ آئے گی لیکن اس ترکیب سے اس روشنی اذکار کو دیکھتے ہی نفس ادھر مائل ہو جاتا ہے اور روح پر غیر ضروری دباؤ دینا چھوڑ دیتا ہے یہیں سے اب انسان ایک صالح انسان کی رفتار اختیار کر لیتا ہے روح میں نور کی ترقی اور نگاہ میں احتیاط نظر کی پابندی سے نفس مغلوب ہو جائے گا

افضل الذکر اور راز نفی | تشریح ذکر و تزکیہ نفسی پر لکھنے والے حضرات علیہم الرحمہ نے خزانۂ معلومات جمع کر دئے لیکن اس کے پیاسے اب بھی ویسے ہی پیاسے نظر آتے ہیں میرے نزدیک اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ یہ بات ہی اتنی نازک ہے کہ کتنا سہل پیرایہ کیوں نہ اختیار کیا جائے مسئلۂ ذکر و ارتقا سہل بنائے نہیں جا سکتے کیونکہ یہ علم بھی مخصوص اور مقامات بھی مخصوص ہیں دوسرے طالب ذکر اس کو جس آسان نظری سے دیکھنا چاہتا ہے وہ نہ نظری چیز ہے نہ معنی و الفاظ میں تسلی بخش ہو سکتی ہے بلکہ یہ عملی چیز اور تعلیم شیخ پر موقوف ہے پھر ہر ذاکر کے موافق ظرف و مطابق ریاضت و ارادت و کیفیات سلوک جدا ہو جاتی ہیں اسی طرح مرشدین کا بھی رنگ تعلیم جداگانہ رہا کیا ارشاد رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہی وجہ ہے کہ تمامی اذکار کی بنیاد اسی کلمہ طیبہ پر ہے اس کا راز افضلیت خود بتاتا ہے

کہ قدرت نے یہ نکتہ لطیف رکھا اس واسطے ہے کہ ماسوی اللہ کی مکمل نفی ہی تو اللہ تعالیٰ کے اثبات کا خزانہ ہے بوقت ذکر تمامی ماسوی اللہ کی جس پختگی سے نفی اور اثبات ذات الٰہی رکھا جائے اتنی ہی جلد ترقی ہوگی۔

مقامات روح | بموجب تشریح حضرت شمس تبریزی قدس سرہ روح کے پانچ مقامات راہ سلوک میں پہلی منزل ناسوت ہے اس کا مقام شریعت اس کے ملک مہتر جبرئیل علیہ السلام اور کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے دوسری منزل ملکوت ہے اس کا مقام طریقت اس ملک مہتر میکائیل علیہ السلام اس کا کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بِعِزَّتِهٖ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ بِجَلَالِ قُدْرَتِهٖ ہے اس منزل سے کشف ہونے لگتا جنات فرشتے نظر آنے لگتے اور سیر مقامات و کائنات ہونے لگتی ہے تیسری منزل جبروت ہے، اس منزل کا مقام حقیقت اس کے ملک مہتر عزرائیل علیہ السلام اس کا کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بِقُدْرَتِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِرِسَالَتِهٖ ہے اس منزل میں قرب الٰہی عطا ہوتا کشف میں وجود نظر آنے لگتا ہے روح سے کرامت ظاہر ہونے لگتی ہے چوتھی منزل لاہوت ہے اس کا مقام معرفت اس کے ملک مہتر اسرافیل علیہ السلام اس کا کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا صِدْقًا ہے اس منزل میں سالک اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا اور نور محمدی کے ماحول میں خلعت شرف ہمکلامی پاتا قلب اللہ تعالیٰ کی آماجگاہ بن جاتا قرب الٰہی سے سرفرازی پاتا ہے اسی کو لامکاں بھی کہتے ہیں یہ حدیث اسی منزل کی ہے کہ انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّهٗ پانچویں منزل ھاھوت ہے یہاں تک بوسیلہ شیخ پہنچ کر نہ خود نہ ذکر کچھ باقی نہیں رہتا بلکہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سالک کو شیخ پیش کر دیتا ہے اب سالک آنحضور کی رہبری و معلمی میں حسب لیاقت درجات پاکر فائز خدمات ہوتا ہے۔

فلسفۂ لوشید کی کرامات | منزل جبروت میں جب روح سالک سے کرامت ظاہر ہونے لگتی ہے تو پہلے سے بھی زائد سالک کو آگے بڑھنے کی انتہائی کوشش کرنا چاہیئے

ذرا بھی کرامات کی طرف توجہ نہ ہونے دے بلکہ ہر منزل میں کشف و کرامات کو انتہائی مخفی و
پوشیدہ رکھنا لازمی ہے ورنہ ذرا سا بھی اظہار کم ظرفی ہو کر سب کچھ سلب ہو جانے کا سبب
بن جاتا ہے تقاضا بھی اسی کا ہے کہ جس کو محرم راز بنایا جا رہا ہے اسکی پوری طرح پرکھ ہو
کہ راز خدائی کو راز رکھنے کا کتنا اہل بنا ہے حاجت آزمائش ہے کہ ایسے طالب کا مقصد
فقط خالق کرامات ہے یا صرف حصول کرامات ہے اَلْکَشْفُ حَیْضُ الرِّجَالِ
وَالْکَرَامَۃُ نَفَاسُ الرِّجَالِ خاصانِ حق کیلئے کشف حیض کی طرح اور کرامت
نفاس کی طرح لایعنی ہے یہ اسی بنا پر ارشاد گرامی ہے پس جس طرح ایک حائضہ عورت
عورتوں میں بیٹھکر اپنے اس امر کو اس طرح مخفی رکھتی ہے کہ اسکی ہم جنسوں کو بھی خبر نہیں ہوپاتی
اسی طرح صاحب کشف و کرامات ان انعامات کو مخفی رکھتا ہوا ان نعمتوں میں الجھنے کے بجائے
اپنے منعم عم نوالہ سے اور بڑھ چڑھ کر ربط و قرابت بڑھاتا ہے علاوہ ازیں اس منزل میں عموماً دو
خطرے لاحق ہوتے ہیں سالک اگر زبان سے کچھ ظاہر کر دیتا ہے تو درمیان میں حجاب ہو کر
مشاہدات کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے دوسرے سالک کو اگر کسی مقام پر حیرت ہوتی ہے
تو پھر سلوک جذب سے بدل جاتا اور ترقی بند ہو جاتی ہے ارشاد رسالتمآب صلی اللہ تعالے
علیہ وسلم ہے۔ وحی کا بند ہو جانا انبیا کی عقوبت ہے اور کرامتوں کو ظاہر کر دینا اولیا کی
عقوبت ہے، اور اطاعت الٰہی میں کمی کرنا مومنین کی عقوبت ہے، عُقُوْبَتُ ~~الْاَوْلِیَاءِ~~ الانبیاء
حَبْسُ الْوَحْیِ وَعُقُوْبَۃُ الْاَوْلِیَاءِ اِظْهَارُ الْکَرَامَاتِ وَعُقُوْبَتُ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَلتَّقْصِیْرُ فِی الطَّاعَاتِ ظاہر ہے کہ اپنے کو مستحق عقوبت و ترقی بند ہونے کا
مستحق اظہار کرامات سے طالبان حق کیوں بنائیں یہی وجہ ہے کہ کرامات کا صادر ہونا
دلیل کمال نہیں رکھا گیا بلکہ اس کا معیار تقویٰ رکھا گیا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی بزرگ ترین ہے جو سب سے متقی ہے صدور کرامات کو
مدار بزرگی سمجھنے والوں کی گمراہی قرآن نے واضح کر دی چنانچہ حضرت خواجہ خواجگان
محمد عبد الباقی۔ باقی باللہ اویسی قدس اللہ سرہٗ سے بہت کم صدور کرامات کی وجہ سے

معترض ہونا اور زیادتی کرامات کو باامتیاز ماننا ایسی گمراہی ہے کہ گمراہی بھی تائب ہے خواجہ
موصوف کی صدا کرامت در کرامت یہی ہے کہ حضرت سیدنا شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ جیسی ہستی
مرصع فرمادی ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھئے کہ تعلیم و تزکیہ رسالت سے
کس قدر ترقی کتنے مرصع حتی کہ خود ولی گر بھی تھے مگر صدور کرامات بہت کم حضرات صحابہ سے ہے
یہ کمی اس بنا پر نہیں کہ وہ صاحب کشف و کرامات نہ تھے بلکہ اس بنا پر ہے نہ وہ کرامات کے خود
شائق رہے نہ اسکے جویاں و متوجہ رہے بلکہ ان کا راز مقتدری یہی ہے کہ ان حضرات کی
حسن ریاضت پر رب نعیم نے جتنی بارش انعام کشف و کرامات فرمائی اتنی ہی انھوں نے
ان انعامات سے بے توجہی رکھکر خدائے منعم کے تقرب حاصل کرنے میں ترقی کی اور حدود
ارتقا پر پہونچے کہ فرشتے بھی گم سم رہ گئے یوں سمجھے کہ خورشید روح جو بہ اعتبار استعداد
معرفت الٰہی آسمانی خورشید سے زائد منور ہے اس فلک دنیاوی میں سما نہیں سکتا کیونکہ
یہ فلک تو خود اس خورشید روح میں سمایا ہوا ہے پس معرفت آسمانی و دنیاوی اسکی نوری
استعداد وسیعہ کے ایک گوشہ میں پڑی ہوئی ہے پھر یہ جوہر اعلیٰ۔ ادنا امور کی طرف متوجہ ہو
تو کیوں یہ تو بحکم ربی خود اس کے زیر نگیں ہیں پس حسب ضرورت ان سے صدور کرامات ہا
کیا۔ (۱) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ سے جب کوئی اپنے اوپر بیتی کرامات کا اظہار کرتا تو آپ
فرماتے میرے مالک مجھے ہی سب بشارت ہے یہ عاجز اس قابل نہیں ہے۔

مقامات نفس مقامات نفس سات ہیں پہلا مقام ظلمت الاغیار ہے نفس کو یہاں
نفس امارہ کہتے ہیں اس کا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے دوسرا مقام انوار ہے نفس کو یہاں نفس
لوامہ کہتے ہیں اس کا ذکر اَللّٰہ ہے تیسرا مقام اسرار ہے نفس کو یہاں نفس ملہمہ کہتے ہیں
اس کا ذکر ھُو ہے چوتھا مقام کمال ہے نفس کو یہاں نفس مطمئنہ کہتے ہیں اس کا ذکر یا
حق ہے پانچواں مقام وصال ہے نفس کو یہاں نفس راضیہ کہتے ہیں اس کا ذکر یا حیی ہے
چھٹا مقام تجلیات افعال ہے نفس کو یہاں نفس مرضیہ کہتے ہیں اس کا ذکر یا قیوم ہے
ساتواں مقام تجلیات و صفات اسماء ہے نفس کو یہاں نفس کاملہ کہتے ہیں یہاں جس

اسم الٰہی سے چاہے ذکر کرے ان آخری چار مقامات نفس کو صوفیائے کرام نفس ذکیہ کہا کرتے ہیں۔

لطیفہ مقامات ان ساتوں مقامات کے لطیفے بھی جدا جدا ہیں نفس امارہ کا لطیفہ قلب ہے اس کا نور زرد مانند روشنی چراغ ہے اس کا مقام بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے نفس لوامہ کا لطیفہ روح ہے اس کا نور سرخ اور مقام داہنے پستان سے دو انگل نیچے ہے نفس ملہمہ کا لطیفہ سر ہے اس کا نور سفید اور مقام بائیں پستان سے دو انگل اوپر ہے نفس مطمئنہ کا لطیفہ خفی ہے اس کا نور سیاہی مائل اور مقام داہنے پستان سے دو انگل اوپر نفس راضیہ کا لطیفہ اخفیٰ ہے صوفیا اس کو لطیفہ اخلاص سے بھی موسوم کرتے ہیں اس کا نور سبز اور مقام وسط سینہ ہے نفس مرضیہ کا لطیفہ محویت اس کا مقام پیشانی ہے نفس کاملہ کا قرب ہے اس کا مقام کل جسم اور شہود حق ہے۔

اقسام و طریقہ ذکر ذکر دو طرح پر ہے اول ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ کہنا دوسرا ذکر نفی و اثبات یہ تین طرح پر ہے اول بموافقت سانس زبان و قلب سے اللہ اللہ کہنا ذکر جہری ہے دوسرے بموافقت سانس زبان و قلب سے اس طرح اللہ اللہ خیال کرنا کہ روح میں اسکی کشش محسوس ہو ذکر خفی ہے تیسرے ذکر قلبی بلا حرکت زبان سانس کی موافقت سے براہ راست دل سے اللہ اللہ خیال کرنا حضرات نقشبندیہ اسی ذکر قلبی کے عامل ہیں (۲) حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب ذکر شروع کرے پانچ بار درود شریف اور پچیس بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھ کر دل کی شکل صنوبری میں روپہلے حروف میں اللہ لکھا تصور کرتے ہوئے ذکر اسم ذات اللہ اللہ دل سے نکلنا خیال کرے اور خدا کی پاکی و صفات عالیہ کا مکمل دھیان جمائے رکھے اسکی اتنی مشق کرے کہ قلب سے بخوبی اللہ اللہ جاری ہو جائے تو لطیفہ روح جاری کرے اس کے بعد لطیفہ سر پھر لطیفہ خفی پھر علی الترتیب دوسرے لطائف پھر تمام جسم سے اسم ذات نکلنا خیال کرے تاکہ ہر رگ و ریشہ سے ذکر جاری ہو نقشبندیہ

حضرات اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں یاد رہے کہ اس ذکر میں جسم اور زبان کو حرکت نہ دے

طریقہ نفی و اثبات (۳) مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نفی و اثبات یوں ہے کہ ماسوی اللہ کی مکمل نفی کرے کہ میرا کوئی مطلوب و مقصود خدا کے سوا نہیں پھر بذریعہ سانس ناف کی جگہ سے صرف خیال سے لا کو دماغ تک کھینچ کر داہنے پستان مقام روح پر اِلٰہ کے ساتھ اتار کر اِلَّا اللّٰہُ کی دل پر ضرب لگائے اس دھیان سے کہ میرا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہے ایک سانس میں بعدد طاق پانچ ورنہ سات بار نفی کرے پھر سانس چھوڑنے میں محمد رسول اللہ کہے پھر یہ پڑھا ؎

بدر کن اول ز دل خطرات را — تا بیابی وحدت حق ذات را

ذکر پاس انفاس (۴) مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب سانس باہر نکالے تو لا الٰہ خیال کرے کہ ماسوا اللہ کو دل سے نکالا جب سانس اندر کھینچے تو اِلَّا اللّٰہُ خیال کرے کہ صرف خدا کو دل میں متمکن کیا۔ (۵) پھر فرمایا کہ اس پاس انفاس کی مستقل پابندی سے ماسوی اللہ کی مکمل نفی ہو جاتی ہے نیز لطیفہ قلب و روح طے کرنے کے بعد لطیفہ نفس میں جس قدر اخلاص بڑھ جائے سب لطائف اسی سے طے ہو جاتے ہیں (۶) پھر فرمایا کہ جس پختگی سے نفی و اثبات کے معنوں کا ذاکر دھیان جمائے اتنی ہی جلد تمام بدن ذکر کا اثر قبول کریگا حتیٰ کہ پاس بیٹھنے والے تک متاثر ہوں گے (۷) یہ بھی فرمایا کہ روزانہ اعمال میں جتنی اتباع سنت اختیار کرے گا اتنی ہی جلد باطنی ترقی ہوگی پھر یہ پڑھا ؎

در حقیقت دال کہ دل شد جام جم — می نماید اندراں ہر بیش و کم

صفات مذمومہ کا علاج (۸) دادا میاں صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر ذاکر خدانخواستہ عادات مذمومہ یا تعلق غیر خدا رکھتا ہو تو اول صدق دل سے خدا سے تائب ہو کر بوقت ذکر اپنی مذموم عادت کی کلمہ لا میں نفی کرے اور خدا سے اس برائی کی دوری کا ملتجی ہو جب یہ دور ہو جائے تو دوسری بری عادت کی نفی کرے حتیٰ کہ اپنی بری عادتوں کو دور کرکے پھر ماسوی اللہ کی نفی کی برابر پابندی رکھے۔

مقامات فنا (۹) پھر فرمایا مقامات فنا چار ہیں اول فنائے خلق کہ خدائے قدوس کے علاوہ ماسوی اللہ سے کچھ امید و بیم ہی نہ رہے۔ دوسرے فنائے خواہشات یعنی دل پر خدا کے سوا کوئی خواہش ہی نہ رہے تیسرے فنائے ارادہ کہ اپنی صفات ارادہ و اختیار ہی خدا کو سونپ دے اپنے کو اس طرح مردہ سمجھ لے چوتھے فنائے فعل یا فنا الفنا کہ بی یسمع و بی ینطق او میرے ساتھ سنتا میرے ساتھ بولتا میرے ساتھ دیکھتا و چلتا جلوہ گر ہو

احتیاط ذکر و تزکیہ (۱۰) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا خدا کی طرف پختگی سے دھیان جما کر ذکر کرے ذکر میں جسم کو خود ذرا بھی حرکت نہ دے سانس روکنے میں جو فوائد ذکر میں ہیں وہ حبس دم کے ذکر میں نہیں بلکہ گرم مزاج والوں کو ذکر حبس دم نقصان رساں ہے اور انکی حرارت کا برداشت کرنا ناممکن ہے (۱۱) پھر فرمایا کہ ضروری ہے کہ ذاکر صرف اپنے شیخ کی ہدایات و تعلیمات کا پابند رہ کر اپنے پیر سے پہلے سے اور زائد ربط اور قربت بڑھاتا رہے تاکہ جلد ترقی ہو شیخ ایک حکیم ہے حسب حال ذاکر جو وہ طریقہ تجویز کرے گا وہ اور طریقوں سے زائد سودمند اسکی اجازت سے ہوگا ذاکر کسر نفسی پیدا کرے طمع دنیاوی ہوس اقتدار ترک لذات سے بے تعلقی اور صحبت ناجنس سے گریز لازم رکھے پھر یہ پڑھا ؎

دور باش از اختلاط یار بد | یار بد بدتر بود از مار بد
یار بد تنہا ہمیں بر جاں زند | یار بد بر جان و بر ایمان زند

کثرت درود و محبت رسول و اتباع سنت زندہ رکھے کیونکہ آنحضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راہ سلوک میں ہر جگہ ضرورت رہا کرتی ہے۔

نماز تہجد و اشراق نماز اشراق دو رکعت ہیں مگر چار سے زائد نہیں نماز چاشت چار رکعت سے کم نہیں مگر بارہ سے زائد نہیں جیسا کہ نور الابصار میں ہے طلوع آفتاب سے آفتاب گرم ہونے تک وقت اشراق ہے یعنی وقت طلوع سے بیالیس منٹ تک پھر اطراف میں دھوپ پھیل جانے پر یعنی اشراق کے وقت سے پون گھنٹہ بعد چاشت کا وقت ہو کر زوال سے ایک گھنٹہ قبل تک رہتا ہے تہجد کی کم سے کم دو رکعات اور اوسط چار سے

آٹھ تک اور زائد بارہ تک ہیں (۱۲) دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا فرض نمازیں ہوں یا سنت و نوافل سب کو اول وقت ادا کرنا افضل ہے یہ احتیاط لازمی ہے کہ تہجد سے ایسے وقت فراغت کرے کہ تہجد کے بارہ منٹ بعد صبح صادق ہو۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ تہجد میں الحمد کے بعد ہر رکعت میں تین بار قل ہو اللہ پڑھنے اشراق و چاشت میں بھی تین بار پڑھنا معمول صوفیا ہے۔

پروانہ رضامندی خدا (۱۳) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خطا ہو یا نہ ہو بار بار توبہ اور کثرت استغفار ایسا خدا کو راضی کرنیکا پروانہ ہے کہ جتنا چاہے خدا کو راضی کرلے پھر بھی لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے (۱۴) مولانا بابا قدس سرہ نے فرمایا کہ بوقت سحر استغفار پڑھنا بہت افضل ہے وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اگر کسی وجہ سے تہجد چھوٹ جائے تو استغفار پڑھتا رہے۔

احتیاج شیخ حضرت مشائخ کی سوانح پر نظر ڈالتے ہی یہ خود واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے بلند پایہ کاملین کو جن کے مرشدوں نے انکو اپنے لئے قابل فخر سمجھا مگر ان حضرات کو مرید ہونا اور شیخ کرنا پڑا حضرت سیدنا بندہ نواز گیسو دراز جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما کی خدمت میں مرید ہونے تشریف لائے تو آپ کو کم عمر پاکر ایک گیند کھیلتے دیکھ کر سوچا کہ پیر تو ملا مگر بالا (کمسن) ملا حضرت قطب صاحب قدس سرہ نے ہر چند گیند اٹھانیکی کوشش کی مگر اٹھائے نہ اٹھا تو حضرت قطب صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ ذرا سا گیند تو اٹھتا نہیں پیر کا بوجھ کیسے اٹھاؤ گے اچھا اب ہم حکم دیتے ہیں کہ گیند اٹھاؤ پھر جو بندہ نواز علیہ الرحمہ نے گیند اٹھایا تو وہ گیند روئی کی طرح ہلکا پھلکا اٹھ گیا لاکر حاضر خدمت کیا تو حضرت قطب صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم نے یہ تو دیکھ لیا کہ پیر بالا (کم عمر) ہے لیکن یہ نہ دیکھ سکے کہ پیر کا درجہ کتنا بالا (اعلیٰ) ہے حضرت غوث دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب بارگاہ محبوب حبیب خلاق سیدنا خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب قبلہ قدس سرہما میں بیعت کیلئے

آتے ہیں ادھر حضرت مرشد قبلہ اپنے خلفاء و مریدین علیہم الرحمہ کو مولانا باصا
استقبال کو دور تک لینے یہ فرما کر روانہ کرتے ہیں کہ میرے پاس وہ آم ہا کی
جس کا ظہور کئی صدی بعد ہوا ہے اور جسکی مریدی سے مجھ کو فخر ہے آ رہا ہے۔"
بابا لبیب سلام مؤدبانہ نشست عام میں بیٹھ جاتے ہیں مگر مرشد قبلہ بار بار اس
پاس بلا کر آپ کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیتے اور اندرون خانہ اسی وقت لیجا کر
ملت صاحبزادی صاحبہ اور اپنے داماد مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ
فرماتے ہیں کہ مولوی فضل رحمن کو نذر دو اکثر اکابرین نے اسکو لینے کی خواہش
اپنی خاص عنایت سے خدائے قدوس نے ایک خاص اولاد ہم کو مرحمت کی جس
بہت انتظار تھا کہ تمام عالم ان کے دریائے فیض سے سیراب ہونگے۔" پھر مولانا
بیعت فرما کر اپنے حجرہ میں ٹھہرا لیا۔ ایک روز مولانا شاہ اعظم علی صاحب خلیفہ حضرت
مرشد دہلوی قدس سرہما نے عرض کیا کہ ہم مریدان قدیم پر اتنی عنایت نہیں جتنی مولانا
فضل رحمن صاحب پر ہے حضرت مرشد قبلہ قدس سرہم نے فرمایا کہ "تم سب کو میں چاہ
کر ہو جاؤ مگر مولوی فضل رحمن کو خدا چاہتا ہے پس جسے خدا چاہتا ہے اسکو میں
چاہتا ہوں۔" اسی طرح ہمارے مقتدائے اہل سنت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
حضرت سیدنا خواجہ محمد عبدالباقی باقی باللہ صاحب اویسی قدس سرہما فرماتے ہیں
چاہتا ہے کہ ہم تم سے مرید ہو جاتے۔" مختصر یہ کہ کیسے ولی گرو باخدا یہ حضرات ہیں
مرشدوں کی زبانی ان کے کیا کیا امتیازات ہیں پھر بھی حاجت مریدی اور احتیاج
پیر رہی صحابہ کرام خود کمالات ظاہری و باطنی کے جامع تھے بلکہ فضیلت صحابہ کرام
یہ ہے کہ وہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیر تعلیم صوری و معنوی کمالات
رتبع ہوئے لیکن وہ بھی جب تک بیعت نہ ہوئے یہ منزل نہ ملی حتیٰ کہ صحابیہ مستورات
مستثنیٰ نہ رہ سکیں زندگی کے مختلف شعبوں خاصکر جان نثاری و ہر مالی و جانی قربانی
ندرانہ زندگی پر بیعت کتنی اہم ہے مگر یہ پروانے یہاں بھی مثال قائم کر گئے۔

حکم طلب پرہیزگاری | یہ محض اس لئے کہ یہ سب حضرات اس فلسفۂ قرآنی سے
بخوبی واقف تھے کہ خدا نے تعلیم کتاب و حکمت کیساتھ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
وَيُزَكِّيهِمْ ایک درس مخصوص کا بھی منصب خاص سپرد فرمایا تھا یہ فیصلۂ ربانی کہ تعلیم
کتاب و حکمت اسوقت تک ادھوری ہے جب تک تزکیۂ نفس کا یہ علم روحانی حاصل
نہ کیا جائے کیونکہ یہی وہ اصل تعلیم ہے کہ اس کے بغیر نہ خدا کا حصول نہ خدا تک وصول ممکن
ہے۔ ان حضرات نے سمجھ کر طلب طریقت کے اس حکم وجوب اور راز وصول مطلوب کو
پا کر اس مکتب مخصوص میں جان و دل وقف کر دیئے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی
علیہ الرحمہ راقم کہ طریقت کی طلب اور کمالات باطن حاصل کرنیکی کوشش کرنا واجب ہے چنانچہ
ارشاد ربانی ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ حَقَّ تُقَاتِہٖ مومنو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
کامل پرہیزگاری حاصل کرو یہ فعل امر کا وجوب کیلئے ہے پس حصول پرہیزگاری و طلب
طریقت جب واجب ہوئی تو تلاش پیر خود واجب ہوگئی۔ مشکوٰۃ شریف باب الفقہ
حضرت ابی جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔ متفق علیہ۔ غور
کیجئے کہ اس دور میں زندگی کیلئے یہ امور کتنے داخل حیات ہیں۔

فلسفۂ علم ظاہر و علم باطن | ظاہر ہے کہ لوگ نہایت اعمال خیر اور نماز روزہ کے پابند
گناہوں سے دور رہا کرتے مگر باایں ہمہ ان امور پر بیعت کرتے قرون اول کی یہ سند خود اسکی
شاہد ہے کہ اس سنت جاریہ کو اسی شکل سے ہر دور میں مرصع اور تازہ بہ تازہ بنانے
والے صرف اولیائے کرام ہیں آپ کچھ ایسے بھی شیدائی پائیں گے جنہوں نے کتاب و حکمت کی
علم ظاہری کی ضرورت سے اور علم باطنی کو حصول پرہیزگاری اور وصول حق کے لئے شیخ بنا کر
مرید بنکر حاصل کیا تو کچھ ایسے بھی پروانے آپ کو ملیں گے کہ انکے جذبۂ عشق نے اتنی تاخیر بھی
گوارا نہ کی اور سب سے مقدم مکتب عشق خدا و رسول کی تعلیم سے پرہیزگار بن کر دم لیا اور
ان پر یہ فضل الٰہی ہوا کہ اس علم باطنی کی تکمیل ہی سے پہلے کہ پرہیزگاری میں علم ظاہری

بھی مل گیا۔ علوم ظاہری کا سبق جتنی جلد یاد کیا جائے اتنی ہی جلد چھٹی پا جاتا ہے۔ لیکن مکتب عشق خدا اور رسول کی تعلیم پانیوالے جتنا سبق یاد کرتے ہیں اتنی ہی چھٹی نہیں پاتے ؎

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا ؎ اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عارف رومی علیہ الرحمہ اگرچہ یکتائے فن تھے لیکن اُن کا صحیح علم اس حقیقت کا ذاتی تجربہ سے اعلان کرتا ہے کہ علوم ظاہریا سے کیسی ہی آراستگی کیوں نہ ہو بیعت شیخ کے ذریعہ باطنی تعلیم عشق الٰہی حاصل کئے بغیر سب ہیچ ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم ؎ تا غلام شمس تبریزیؒ نہ شد

چونکہ کتاب و حکمت کے علوم ظاہریا سے یہ علّامُ الغیوب کا علم باطنی اصلِ اصول اور اقربُ الوصول ہے اس لئے علم باطنی کا تاجداران تابع علوم ظاہری کا بھی معلم و رہبر رہا کرتا ہے حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں حدیث مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ۔ جس کا کوئی پیر نہیں اسکا کوئی دین نہیں پر مفصّل تبصرہ فرماتے ہیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کو یوں دینی درجہ عطا فرماتے ہیں

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ اُمت میں شیخ بمنزلہ نبی ہے

عالم ربّانی (۱۵) حاضرین آستانہ میں دو اشخاص گفتگو کرنے لگے ایک نے کہا کہ صاحب باطن کو عالم کی ضرورت رہا کرتی ہے دوسرے نے کہا یہ غلط ہے بلکہ صاحب باطن کی ضرورت عالم کو رہا کرتی ہے اسکا علم مولانا بابا علیہ الرحمہ کو ہوا تو فرمایا کہ پہلے یہ تو جان لو کہ عالم کہتے کس کو ہیں یہ علم ظاہری والے تو علم باطن کے بھی محتاج رہتے ہیں اور رہبر دین کے بھی حاجتمند رہا کرتے ہیں لیکن علم باطنی والا ہی در اصل عالم ربانی ہوا کرتا ہے اب اگر یہ صاحب باطن مقربان حق سے ہے تو کتاب میں پاکر بھی اس کی مزید صحت اور کتاب میں نہ پانے کی شکل میں خود صاحب کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا اللہ تعالیٰ سے معلوم کر لیتا ہے اگر اس درجہ کا نہیں تو لوح محفوظ سے صحت معلوم کر لیتا ہے اگر اس درجہ سے کم یہ صاحب باطن ابھی ہے

تو کتاب میں ہونے پر بھی اور نہ ہونے پر بھی اپنے شیخ سے صحت و معلومات کئے رہتا ہے مگر علم ظاہری والا صرف کتاب میں ہی دیکھنے تک محدود رہتا ہے پھر یہ پڑھا ؎

گر ترا علم ست یا حلم ست یا دانش عظیم ؎ می رساند بے وسیلہ مر ترا راہے رجیم

آپ کیسے ہی صاحب دانش و متقن کیوں نہ ہوں اگر وسیلہ شیخ نہیں رکھتے تو شیطان رجیم اپنی راہ پر لگا لیگا۔

فلسفۂ معاہدۂ بیعت یہ خیال کہ انسان خدا سے عہد کرکے خود پابندی رکھے خدا سے خائف رہ کر جاقتار ہے کہ خدا ہم کو دیکھتا ہے ایک خوشنما فریب ہے سابق الذکر حدیث مشکوٰۃ میں حضرت ابی جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی پر بیعت رسالت اس اغوائے شیطانی کو ریزہ ریزہ کئے ہے صحابہ سے زائد اس خیال کی پابندی کوئی کرہی نہیں سکتا تھا مگر پھر بھی وہ اس حسن پابندی کے باوجود بیعت کرتے تھے جس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کریم نے جستجوئے حق تعالیٰ طلب پرہیزگاری واجب ٹھہراکر اور دروازۂ فریب بند کردیئے تجربہ ہے کہ ایسے عہد سے نہ راہِ عشق الٰہی حاصل کسی کو ہوسکی نہ کوئی ہستی اس طرح حق سے واصل ہو پائی ہے مشاہدہ ہے کہ ایسے عہد خدا سے اگر دو بار کئے جاتے ہیں تو دس بار خود توڑے جاتے ہیں کون نہیں جانتا کہ خدا سب دیکھتا ہے کیا یہ بات ارتکاب گناہ سے بچا لیتی ہے نماز میں یہ ضروری ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے یہ لازمی پابندی ہو نہیں پاتی تو پھر مذکورہ قول کی ناپ تول میں یہ ہر لمحہ کون پورا اتریگا؟ برخلاف اسکے روزمرہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان باہم کسی سے معاہدہ کر لیتا ہے تو اس کا لحاظ ضروری کرتا ہے نہ کہ کسی اہم شخصیت سے کوئی معاہدہ کیا جائے تو اس کا کس قدر لحاظ مقدم رکھتا ہے اسی طرح انسان جس کو اپنے سے اچھا یا بزرگ سمجھتا ہے اس کی طرف نفسیاتی طور سے راغب رہتا جھکتا جاتا ہے اور ہر امر میں اس کا احترام ملحوظ رکھتا ہے اتباع کرتا ہے پس ایک بالکل ہستی سے جب زبان دیدی جاتی ہے تو اس بچپن کا پالن بھی سب سے

زائد کیا جاتا ہے چنانچہ یہ معاہدہ بحیثیت گواہ اللہ تعالیٰ سے شیخ کراتا ہے اب یہ عہد التجائے قبول تو یہ التماس معافی یہ گزارشِ توفیق عمل و قبولِ مریدی خدا رے قدوس نہیں تو خدارا فرمائیے کس سے ہے؟ جبکہ خدا ہی مطلوب خدا ہی مسئول ہے یہی خدا طلبی روح حیات ہے تو ایسی راہ عمل نہ ہوئی نہ ہو سکتی ہے اور کتنا جامع یہ معاہدہ ہے اب شیخ کی زیر تعلیمات مرید ترقی کرتا ہے چونکہ شیخ کی نگرانی مرید کے ظاہر و باطن پر رہنے لگتی ہے مرید کو خواہ مخواہ اسکا لحاظ کھٹکھٹائے رکھتا ہے کہ شیخ اگر کوئی باز پرس کر بیٹھا تو کیا جواب دیگا یہ حُسنِ احتیاط یہ ضمانتِ معاہدہ نفسیاتی طور پر خود کتنی اہم و گراں قدر ہے یہی وہ شخص تھا کہ جو ایکبار عہد توبہ کرتا تو بیس بار عہد شکنی کرتا تھا یہی اب وہ ہے جو معاہدہ بیعت کے بعد اگر ایک بار غلطی کر جاتا ہے تو سو بار توبہ کرتا ہے اگر خطا نہیں کرتا جب بھی ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں غلطی نہ ہو جائے اس لئے اور بھی کثرت اذکار و استغفار رکھتا ہے یہ حُسنِ ندامت خود خدا کو کس قدر پسندیدہ ہے یہ ہراس جو مقدمہ بنے خوف الٰہی کا یہ ذوق ارادت جو محرک ہے عشق حقیقی کا کتنا لائق تحسین اور دنیا و دین و عقبیٰ میں کس قدر نفع بخش ہے اور وہ لفظی دعویٰ خوف الٰہی وہ وقتی وعدہ جسے خود جوڑیں خود توڑیں ایسا فریب ہے کہ فریب بھی تائب ہے۔

دست مرید در دست شیخ تمامی سلاسل میں مرید اپنے ہاتھوں سے پیر کے ہاتھوں کو تھام کر معاہدے جس ایجاب قبول کا پابند ہوتا ہے وہ وہی قرون اول کی سنت رسول کا ہو بہو ہوا تمامی نقشہ ہے بیعت غائبانہ اور عورتوں کی بیعت جسمیں شیخ ہاتھ تھامنے کے بجائے اپنا کوئی کپڑا مرید کو تھما کر ایجاب و قبول پیری و مریدی کراتا ہے اس کے علاوہ دست مرید در دست شیخ ہی متواترہ سنت رسول ہے اس لئے غلاف مزار یا قبر کو یا جو کھٹ تھام کر الفاظ بیعت ادا کرنا فریب بیعت ہی نہیں بلکہ سنت رسالت دست در دست کو مٹانے والی چیز ہے اگر یہی ہوتا تو آج ہر امتی سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیوار روضۂ طیبہ یا ستون یا جالی مبارک و غلاف اطہر تھام کر براہ راست شرف مریدی حاصل نہ کر لیا کرتا حالانکہ معاہدۂ بیعت کی روح اصلی یہی ہے کہ شیخ مرید کو ایجاب و قبول سے اپنی مریدی میں قبول کرے اور مرید شیخ کو بحیثیت پیر قبول کرے صاحب سلسلہ نے اسکو قائم رکھا ہے معاذ اللہ ہم کسی ولی اللہ سے ایسا وہم بھی نہیں کر سکتے جو سنت رسول کو مٹانے کا باعث بنے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن ⁂ سینہ را از نورِ حق گلزار کن

چونکہ کردی ذاتِ مرشد را قبول ⁂ ہم خدا در ذاتش آید ہم رسول

یہ کتابیں کتنی ہی چاٹ ڈالو مگر خدا حاصل نہ ہو سکے گا پس اسکو چھوڑو اور شیخ کے مکتب عشق الٰہی میں تعلیم لیکر سینہ بھی انوار حق سے پُر انوار بناؤ اور خالق انوار کو بھی اپناؤ تم کسی شیخ سے مرید ہو گئے پھر کسی چیز کی حاجت ہی نہیں رہی کیونکہ ذات شیخ ہی سے تم کو خدا اور رسول خدا مل جائیں گے۔

مرید کو پیر تک پہنچنے کی ضرورت (۱۶) حضرت مولانا باقدس سرہٗ نے فرمایا کہ مرید چونکہ عالم سفلی کی پابندیوں میں گرفتار رہا کرتا ہے عالم بالا کے فیوض برکات انوار تک اُس کی رسائی نہیں ہوتی اس لئے ضروری ہے کہ اس عالم اور مرید کے درمیان ایک ایسی قوت موجود ہو جو دونوں جگہ تصرف کر سکے اور عالم بالا کے برکات و فیوض لاکر عالم سفلی کے پابند مریدوں کو اس سے سیراب کرائے یہی وجہ فنا فی الشیخ کی ہے اور مرید کو پیر تک پہونچنے کی سخت ضرورت ہے ؎

کے شود نورِ خدا بے پیر حاصل بندہ را ⁂ آتشِ خورشید بے شیشہ رسد کے پنبہ را

ہر کہ مستِ عالمِ عرفان گشت ⁂ بر ہمہ خلق و جہاں سلطان گشت

جب آپ عالم عرفان کی سرمستی سے سرشار ہو گئے تو آپ کل خلقت اور سارے عالم کا خدا آپ کو سلطان بنا دیتا ہے ؎

گرچہ عاصی خادم سالک بود ⁂ برتر از صد عابد مُمسِک بود

ایک عاصی بھی اگر کسی بزرگ سے مرید ہو جاتا ہے تو یہ سو بخیل عابدوں سے برتر ہے۔

۵ دستِ مردے گیر تا مردے شوی ۞ جز بمردے نیست راہِ رہبری

مردانِ خدا کا ہاتھ اس لئے تھامو تاکہ تم بھی مردِ باخدا بن جاؤ کیونکہ اصلی رہبر باخدا ہیں ۵ چشم روشن کن زخاکِ اولیا ۞ تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

ان اولیاء اللہ کی خاک کا سُرمہ لگا کر آنکھ نورانی بنا لو تو تم کو ابتدا سے انتہا تک خوب نظر آنے لگے گا۔

فلسفۂ فرق پیر اور والدین | چند وجوہات سے شیخ کا درجہ والدین سے بڑھا ہوا ہے اوّل یہ کہ شیخ مرید کو راہ ہدایت دکھاتا اور اللہ تعالیٰ و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب کرتا ہے دوسرے یہ کہ شیخ مرید کو جہالت سے علم حق اور شقاوت ابدی سے سعادت اور ظلمت سے نکال کر نورِ حق کی طرف لاتا ہے یہ دونوں خصوصیات والد میں نہیں تیسرے والدین کا تعلق جسم اولاد سے زائد اور روح سے معمولی ہوتا ہے برخلاف اس کے شیخ کا تعلق عالم علوی کی امانت روح مرید سے اتنا زائد ہوتا ہے کہ خود مرید کا اپنی روح سے نہیں ہوتا اسی طرح جسم مرید سے بھی جتنا تعلق پیر کو ہوتا ہے والدین کو نہیں ہے چوتھے اللہ تعالیٰ نے والدین کو اہل قرابت میں رکھ کر حکم اطاعت بخشا اور شیخ کو اللہ تعالیٰ اور رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صفِ اطاعت میں رکھ کر اُولِی الامر والا حکم اطاعت بخشا۔ پانچویں للّٰہیت کی بنا پر نسبی تعلق ٹوٹ جاتا ہے جیسے سیدنا نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ یہ آپ کا بیٹا نہیں مگر مرشدانہ تعلق نہیں ٹوٹتا چھٹے نسب کام نہیں آتا لیکن حسب کے دو لو نسبتیں شیخ سے ملتے اور دین و دنیا و برزخ و عقبیٰ سب میں کام دیتے ہیں راہ سلوک اور ترقی روحانی بلا شیخ حاصل نہیں ہو سکتی۔

تیسرا باب : خصوصیاتِ خاندانی

مجرّب استخارہ : (۱۷) مولانا بابا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کو معتبر سند سے پہونچا ہے کہ اول سات سات بار درود پھر سات بار بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پھر اکیس بار یا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ پڑھ کر بلا بات کئے سو جائے صحیح خواب یا واضح اشارہ انشاء اللہ ملیگا لیکن قلتِ لطافت سے اگر نور سبز یا سفید دیکھے کامرانی سمجھے اگر سرخی یا سیاہی مائل روشنی دیکھے ممانعت سمجھے پہلی رات کچھ معلوم نہ ہو سکے تو تین رات برابر اسی طرح کرے۔ نماز قضائے حاجت : (۱۸) مولانا نے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیر کی رات کو اس طرح چار رکعات ایک سلام سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ دس بار دوسری میں بعد فاتحہ بیس بار قل ہو اللہ تیسری میں بعد سورۂ فاتحہ ۳۰ بار قل ہو اللہ چوتھی میں بعد فاتحہ چالیس بار قل ہو اللہ بعد سلام ستر بار استغفار ستر بار درود پھر بار اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی پڑھے اللہ سے جو طلب کرے بفضلہٖ پائے۔ بقاعدہ عربی ہر دن کی شب پہلے آتی ہے اتوار کا دن گذر کر آنیوالی رات پیر کی ہوتی ہے یہ حدیث احیاء العلوم میں ہے (۱۹) اسیر دادا میاں نے فرمایا کہ تحفہ میں یوں حدیث مرقوم ہے کہ بدھ کو بوقت چاشت (۸ بجے دن) چار رکعات نماز قضائے حاجت بموافق مرضی سورتوں سے پڑھ کر خدا سے جو طلب کرے وہ بفضلہٖ پائے اور صدیقوں شہیدوں کے ساتھ ہو (۲۰) اس سوال پر کہ ان اوقات کے علاوہ کیسے اسکو پڑھے مولانا نے فرمایا کہ یہ حدیث ترمذی یاد رکھو کہ جس رات کو چاہے چار رکعت قضائے حاجت کی نیت سے یوں پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ تین بار آیۃ الکرسی دوسری میں بعد فاتحہ ایکبار قل ہو اللہ تیسری میں بعد فاتحہ ایکبار سورۂ فلق چوتھی میں بعد فاتحہ ایکبار سورۂ ناس پھر بعد سلام دس بار درود شریف دس بار تیسرا

کلمہ سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم کے بعد یہ دعا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ
اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ
وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ
كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ
وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
پڑھ کر عرض مطلب کرے خدا اسکی حاجت پوری کرے **کفارہ نماز قضا**
(۲۱) دادا میاںؒ نے فرمایا کہ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا نور مجسم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب دوشنبہ میں پچاس رکعت (دو
دو رکعت کرکے) یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ایکبار قل ہو اللہ پڑھے
پھر سو بار استغفار پڑھ کر خدا سے اپنی سب قضا نمازوں کا کفارہ چاہے تو سو برس
کیا ہیں سو سو برس کی بھی قضا ہو تو خدا معاف فرمائے ● (۲۲) **صلوٰۃ التسبیح**
کے ذکر پر مولانا بابا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اسطرح چار رکعت پڑھنا صلوٰۃ
التسبیح کی نیت سے کہ اول رکعت میں بعد فاتحہ الہٰکم التکاثر دوسری میں
والعصر تیسری میں سورہ کافرون چوتھی میں قل ھو اللہ پڑھنا بھی لکھا ہے
ختم کل مشائخ نقشبندیہ (۲۳) پر مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم کو اپنی والدہ کے
سلسلہ خونی سے یہ پہنچا ہے کہ بعد عصر ورنہ بعد مغرب پہلے اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم پڑھ کر مانند دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ
کے ساتھ ایک بار الحمد پڑھ کر ہاتھ گرا دے پھر بسم اللہ
کے ساتھ گیارہ بار درود شریف پھر بسم اللہ کے ساتھ الحمد
گیارہ بار پھر سو بار صرف درود شریف پڑھ کر بسم اللہ کے
ساتھ ایک بار الحمد پڑھ کر آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بی بی عائشہ صدیقہ و عترت رسول اور خواجہ

خواجگان سیدنا بہار الدین محمد نقشبند آپ کی سب عترت کو کل مشائخ
نقشبندیہ کو بخش کر ان حضرات کے وسیلے سے خدا سے دعا کرے بفضلہ کامیاب
ہو لیکن بعد کامیابی شیرینی پر فاتحہ ضرور دلائے **ہزاری روزے** (۲۴) دادا میاں نے
فرمایا کہ ایک ہزار روزے کے برابر ثواب والے پانچ روزے ہیں پہلا **بائیس** [۲۲]
محرم کا کہ اس دن آغاز رسالت ہوا دوسرا بارہویں **ربیع الاول** کا کہ
اسی روز ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف بھی لائے اور
پردہ بھی فرمایا تیسرا ستائیس رجب کا کہ اس میں آپ کو معراج جسمانی ہوئی
چوتھا پچیس ذی قعدہ کا کہ اس دن بنیاد کعبہ پڑی پانچواں اٹھارہ **ذی الحجہ**
کا کہ اس دن کعبہ شریف مکمل ہوا. **ختم کل مشائخ نقشبندیہ** (۲۵) مولانا بابا
نے فرمایا کہ ہم اپنی والدہ کے خونی سلسلے سے یوں پہونچا ہے کہ بعد عصر ورنہ بعد
مغرب اول اعوذ باللہ پوری پڑھ کر مانند دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ کیساتھ
الحمد ایک بار پڑھ کر ہاتھ گرا دے پھر بسم اللہ کے ساتھ گیارہ بار درود شریف
پھر بسم اللہ کے ساتھ الحمد گیارہ بار پھر سو بار درود شریف پھر بسم اللہ کیساتھ
الحمد ایک بار پڑھ کر شفیع دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی عترت
بی بی عائشہ صدیقہ سیدنا خواجہ خواجگان بہار الدین محمد نقشبند آپ کے
متعلقین اور کل مشائخ نقشبندیہ کو بخش کر ان حضرات کے وسیلے سے خدا سے
طلب کرے حاجت کرے بفضلہ کامیاب ہو جب کامیاب ہو جائے شیرینی پر سب
کی فاتحہ دلائے (۲۶) وجہ تخصیص وظائف پر مولانا بابا نے فرمایا کہ
حضرت خواجہ محمد مرعشی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جو کوئی سو بار سبحان اللہ
وبحمدہ بقید اول آخر پانچ بار درود پڑھے کف دریا برابر بھی اگر اسکے
گناہ ہوں تو خدا معاف کرے پھر فرمایا (۲۷) بابا فرید الدین گنج شکر
سے ہم کو پہنچا ہے کہ جو کوئی بعد نماز فجر چوتھا کلمہ سو بار اول آخر
درود سات بار پڑھا کرے خدا اسکو غنی کر دے (۲۸) یہ بھی فرمایا کہ حضرت

اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ
نے فرمایا جو دو سو بار قل ہو اللہ پڑھتا ہے اسکے پچاس برس کے گناہ
معاف فرماتا ہے (۲۸) یہ بھی ارشاد رسالت ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم ننانوے ۹۹ مصائب و تنگی سے نجات دہندہ ہے جس میں سب سے آسان
غم سے نجات ہے یہ جنت کا خزانہ ہے اور خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ سے
منقول ہے کہ سو بار صبح سو بار شام جو اسکو پڑھے خدا غنی کر دے غیبی امداد
(۲۹) **وظیفہ فضل رحمانی** - دادا میاں نے فرمایا کہ مجموعی وظیفہ فضل رحمانی
یوں رکھے بعد فجر سو بار چوتھا کلمہ سو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
سبحان اللہ و بحمدہ تین سو تیرہ بار درود شریف اللھم صل علی مولانا
وَعلی عترتہ۔ بعد ذکر معلوم تک پڑھے بعد عصر ختم کل مشائخ
اور شام کو اول آخر سات بار درود سو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم
سو بار قل ہو اللہ دو سو بار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر آنحضور کی
کی عترت و عائشہ صدیقہ بی بی کو خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب مولانا
فضل رحمن صاحب کو (موجودہ وقت میں مولانا احمد میاں مولانا رحمت اللہ
میاں مولانا نعمت اللہ میاں کو بھی شامل کرلے) مع مشائخ نقشبند قادریہ
بخش کر اپنے سب مرحوم اقارب کو بخشے اور دعا کرے۔ ہر نماز کے بعد ایک
آیۃ الکرسی دس بار چوتھا کلمہ دس بار استغفار پڑھتا رہتا خزانہ مغفرت
نجات ہے (۳۰) **حصول ملازمت و معاش کیلئے** دادا میاں نے فرمایا کہ
آخر سات بار درود سو بار فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ
آنحضور و بی بی عائشہ عترت رسالت کو بخش کر دعا کرے۔ (۳۱) وظیفہ
نفع تجارت پر مولانا بابا نے فرمایا اول آخر پانچ بار درود ایک بار
لایلاف ایکبار سورہ کافرون تین بار قل ہو اللہ پڑھ کر مال نرم کرے خدا سے دعا کرے

نسب نامہ (۳۲) غوث زماں فضل رحمٰن محمدی بن مخدوم اہل اللہ بن ملا محمد فیاض
بن ملا عبد اللطیف بن مولانا نور اللہ بن شاہ سعد اللہ بن مخدوم عبد القادر بن ملا برکت اللہ
بن مخدوم حافظ شاہ عبد الرحیم بندگی میاں بن مخدوم شیخ محمد معروف بہ مصباح العاشقین
بن مخدوم شاہ مکّن بن مخدوم شاہ محمد داؤد بن مخدوم شہاب الدین ثانی زاہد
حسینی بہاری بن مخدوم ابراہیم دانا بن فخر الدین ولی مادر زاد بن شہاب الدین مکی امام کعبہ
بن شاہ فقیہ الدین بن شیخ محمد فقیہ بن شیخ احمد فقیہ بن شیخ ابوبکر بن شیخ احمد صوفی
بن شاہ فخر الاسلام بن شاہ عبد اللہ رومی بن شاہ احمد کلاں بن شاہ محمد جبرن
بن حضرت عبد اللہ بن سیدنا امام بن شیخ محمد حادث بن شیخ محمد ثابت
بن سیدنا امام المتصدق قطبیا ابوبکر الصدیق القرشی بن سیدنا محمد بن سیدنا امام قاسم بن سیدنا امام
قاسم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۳۳) **توطن بہار** ۔ مولانا بابا کے بزرگوں میں مخدوم
احمد صوفی جنہوں نے خاندانی امارت ترک فرما کر درویشی اختیار کی نواح روم
میں وصال ہوا۔ آپ کے پہلے فرزند شاہ سعید القرشی ہیں جو روم سے بغداد آکر
بہتر قاری و عالم باطن ہونے سے سلطان بغداد کے اول ہیں متبحر دین ہوئے
پھر داماد ہو گئے صوفی صاحب کے دوسرے فرزند امام شہاب الدین مکی ہیں جو
موصوف اپنے والد سے تکمیل طریقت کے بعد روم سے کعبہ شریف آئے چند
سال درس حدیث دیا اولاد و اصحاب رسول سے فیوض طریقت پائے مصلائے
شافعی کے امام مقرر ہوئے آپ کے فرزند فخر الدین ولی مادر زاد ہوئے امام
موصوف کا مزار جنت البقیع میں ہے شاہ فخر الدین اولیا حضرت شیخ حسن
رومی سے بیعت ہوئے نو جمادی الآخر ۵۶۶ھ میں شام شہر میں وصال ہوا آپ
سے مخدوم ابراہیم دانا مستجاب الدعوات پیدا ہوئے آپ کے خلف اکبر شہاب
الدین زاہد شہید ملک شام سے کعبہ آئے چند سال خدمت کعبہ کی پھر اجمیر شریف
آکر مجاہدہ کرتے رہے ایک روز عالم سرشاری میں بہار شریف آئے بلا شیخ
نور اللہ صاحب بہاری کی دختر سے عقد ہوا بہار کے معرکہ جہاد میں آپ شہید ہوئے

آپ کے خلف اکبر شیخ محمد داؤد نیز ایک صاحبزادی ہیں جن کا شیخ برہان
ملا کبیر سے عقد ہوا محمد داؤد صاحب بہار سے پانی پت محلہ سرائے کافوری میں
مقیم ہوئے چاند بی بی بنت شیخ زین الدین عثمانی سے آپ کا عقد ہوا چاند بی بی
اولاد ہی کم سنی میں فوت ہو گئیں ایک روز ایک صاحب باطن موسوم شاہ مکن
بشارت دی کہ تم کو فرزند اور فرزند ان کے فرزند عطا ہوئے یہی اشارہ تھا کہ ان
فرزندوں سے فیض عرفانی کا دریا بہہ جائیں گے آپ کا نو شعبان ۸۷۴ھ کو وصال ہوا
فرزند کا نام بھی شاہ مکن ہوا اپنے نانا کے بھتیجے حافظ محمد نعیم بن برہان الدین ملا کبیر
کی دختر بی بی صالحہ سے آپ کا عقد ہوا آپ سے دو فرزند ہوئے اول شاہ نور اولیا
شیخ اولیا کے نام سے مشہور ہوئے مخدوم شاہ مکن کے چھوٹے صاحبزادے شیخ محمد شاہ
معروف بہ مصباح العاشقین پیدا ہوئے حافظ محمد نعیم بن برہان الدین بہاری
کی نواسی سے آپ کا عقد اول ہوا مگر مخدوم صاحب بہار کچھ عرصہ رہ کر حج کو گئے
(۳۳) چند سال عرب رہ کر شرف زیارت اولاد رسول اور ان سے سند حدیث کا
پایا ایک سال سات ماہ مدینہ منورہ حاضر رہے مولانا بابا نے اسی بنا پر اکثر فرمایا
کرتے کہ ہمارے اجداد نے مکہ شریف میں حدیث پڑھی بھی پڑھائی بھی اور وہیں
سند حدیث لائے ہیں۔ آپ کا عقد دوم ملک عبدالصمد صدیقی جن کو پانی پت کی
حکومت پر وہی کی دختر سے عقد ہوا مخدوم زادہ عبدالرزاق آپ سے ۸۵۶ھ
انیس ذی الحجہ کو پیدا ہوئے موصوف کے وصال کے بعد مخدوم صاحب کا تیسرا عقد
ہمیرہ دختر شہاب الدین زاہد شہید بہاری کے بھائی محمد منعم کی دختر
ملک سے ہوا بہ ساعت رمضان ۸۶۳ھ حافظ عبدالرحیم بندگی میاں پیدا ہوئے
حافظ شیخ بہاری کمال الدین [illegible] صاحب سے بیعت ہو کر وسیع خانقاہ
بنوائی [illegible] پورہ وچاند پورہ وسیع گاؤں نذر کئے۔
مخدوم بندگی میاں کا اپنی برادری قنوج میں شیخ عبدالرحمن کی دختر
سے عقد ہوا جن سے شاہ [illegible]
[illegible] پیدا ہوئے آپ

عقد محترمہ بصیرت بی بی بنت سید رحمت اللہ شاہ سے ہوا سید صاحب
اولاد خاص داد ہیالی طور سے مخدوم سید علاء الدین سندیلوی کے ہیں
سید علاء الدین صاحب حضرت چراغ دہلوی سے قریبی نسب رکھتے ہیں
(۳۵) سیدہ بصیرت بی بی نانہیالی نسب سے اولاد خاص سید نا شہاب
الدین سہروردی اور اولاد سیدنا ابوالقاسم بہاء الدین محمد نقشبند علیہم الرحمہ
سے ہیں۔ چنانچہ یہ خونی نسبت حضرت مولانا بابا پر غالب آئی۔ مخدوم اہل
اللہ شاہ سے عزت دوراں مولانا فضل رحمن صاحب علیہم الرحمہ پیدا ہوئے
(۳۶) آپ کا عقد اول دختر محمد عطاء اللہ ولد مولوی غلام امام برادر مولانا شاہ
فیاض صاحب سے قرابت ملاواں میں ہوا جن سے اول شاہ عبدالرحمن دوسرے
شاہ عبدالرحیم ہوئے عبدالرحمن صاحب کے فرزند عطاء اللہ ثانی ہوئے مگر سب
اولاد فوت ہو گئی عبدالرحیم صاحب سے اول شاہ تبارک حسین دوسرے شاہ حامد حسین
عرف بڑے میاں ہوئے افسوس کہ اب ان کی بھی اولاد موجود نہ رہی حرم اول کے
(۳۷) وصال کے بعد گنج مرادآباد میں نواب میر کریم نثیر صاحب علوی کی پوتی سے مولانا
بابا کا عقد نواب غوث محمد علوی نے بہ کمال عقیدت مندی کیا جن سے اول مولانا
احمد میاں صاحب پھر حضرت سید محمد عرف سید میاں (جنکا واقعہ گذر چکا) اور ایک
دختر پیدا ہوئیں (۳۸) ان دختر صاحبہ کا عقد سید احمد شاہ صاحب ولد سید محمد شاہ صاحب
ساکن کھوا ندھن ضلع اعظم گڑھ جو سید میر حیات قلندر علیہم الرحمۃ کی اولاد تھے
سے ہوا موصوفہ دختر کی دختر و فرزندان افسوس کہ اب حیات نہیں ہیں (۳۹) مولانا احمد میاں
صاحب کی خانہ آبادی دیوان ریاست شہنشاہ عالمگیر میر کریم صاحب علوی کی پرپوتی سے
ہوئی جن سے پانچ دختر ہوئیں پہلی جمعیت بی بی اور پانچویں کم سنی میں دوسری
لاولد فوت ہوئیں تیسری دختر صغریٰ بی بی زوجہ چودھری احسان احمد
انگری ہوئی چوتھی راحت بی بی زوجہ قاضی سعید اللہ مچھلی شہر
سب فوت ہو چکے مولانا احمد میاں صاحب سے فرزندوں میں اول مولانا محمد رحمت اللہ

پھر مولانا محمد نعمت اللہ میاں ہوئے بڑے بابا کی شادی دختر قاضی انتظام حسین بنگرامی مقیم حضرت پور سے ہوئی مگر کم سنی میں دو اولادیں فوت ہو گئیں نہ کوئی فی حیات ہیں۔ چھوٹے بابا کی اول شادی امیر سرفراز علی صاحب علوی نیض آبادی سے ہوئی اول چند دختران ہو کر کم سن فوت ہو گئیں پھر اول چھوٹے میاں پھر محمد میاں ہوئے۔ چھوٹے بابا کی دوسری شادی مرزا محمد علی بیگ صاحب بھوپالی سے ہوئی جن سے اول آفاق الرحمن پھر ولی الرحمن فضلو میاں پھر ایک دختر پھر جلیل الرحمن رفیق میاں پیدا ہوئے۔ گنج مرادآباد وطن آپ کو بنانے کا حکم مرشد دہلوی اسلئے ہوا کہ اس مقام کو تین ہزار برس قبل کے ایک ہند کے نبی علیہ السلام اور خواجہ ابوالحسن خرقانی کے خلیفہ صاحب جنکو نو سو برس ہوئے کی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے مگر مولانا بابا کی یہ سخت تاکید تھی کہ اس آرام گاہ نبی کو خفیہ رکھا جائے۔ مخدوم شاہ مینا صاحب (۴۰) اور مخدوم مصباح العاشقین صاحب تشریف فرما تھے ایک شخص نے مخدوم صاحب کے بابتہ پوچھا ازیشاں کدام اند حضرت شاہ مینا صاحب نے فرمایا کہ من ہستم جب وہ نہ سمجھے تو پھر فرمایا ایشاں فی الحقیقت منم و فی التسمیہ منم و فی القصر منم۔ تو وہ بہت قائل ہوا کہ مصباح العاشقین صاحب بھی مولانا اعظم ثانی صاحب علیہم الرحمہ کی صحبت یافتہ تھے (۴۱) مخدوم صفی صاحب عرف شاہ عبدالصمد خلیفہ اعظم شیخ سعد صاحب خیرآبادی اور مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کی بن شیخ بڈھن صاحب بھی قنوج آئے تو مخدوم مصباح العاشقین علیہم الرحمہ کا قیام قنوج سنکر ملاقات کو آئے شیخ سعد صاحب نے مخدوم مصباح صاحب کو دیکھنے ہی کیف میں فرمایا۔ دیکھا محمد ثانی۔ آپ کا یہ کنایہ اپنے پیر شیخ محمد عرف شاہ مینا صاحب سے تھا مخدوم سعد صاحب تیسرے دن اور مخدوم صفی زائد دن صحبت مصباحی میں رہ کر بعض لطائف باطن سے فیضیاب ہوئے۔

عبادات رجب (۴۲) مولانا بابا نے فرمایا کہ اول رجب کی رات کو دس رکعت اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد

ایکبار سورۂ کافرون اور دس بار سورۂ اخلاص ہو تو خدا سب گناہ معاف کرے اگر اول شب رجب نہ پڑھ سکے تو کسی شب رجب میں پڑھ لے (۴۳) شب ستائیس رجب کے لئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ چھ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سات بار سورۂ اخلاص پڑھے تو تیس غلام آزاد کرنے کا تیس حج کا اور پہاڑ برابر سونا چاندی خیرات کرنیکا ثواب خدا عطا کرے (یہ حدیث تحفہ میں بھی ہم نے مرقوم پائی)۔

نماز شعبان و نماز فاطمی (۴۴) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شعبان کی شب پندرہ میں بعد مغرب اول غسل کرے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص ہو پھر اس کے بعد آٹھ رکعت یوں پڑھے کہ ہر ایک میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورہ انا انزلناہ اور سورۂ اخلاص پچیس بار ہو تو خدا سب گناہ معاف کرے۔ نماز فاطمی (۴۵) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب پندرہ شعبان کو آٹھ رکعات بہ یک سلام پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضرت سیدہ جنت علیہا السلام کو ہدیہ کرے تو آپ ایسے نمازی کی شفاعت فرمائینگی (یہ ہر دو احادیث غنیۃ الطالبین اور فضائل الشہور میں ہیں)

عبادت رمضان (۴۶) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ شب ستائیس رمضان مبارک کو یوں چار رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد انا انزلناہ ایک بار اور سورہ اخلاص ستائیس بار ہو تو خدا جنت عطا کرے اور ایسا گناہوں سے پاک کرے جیسے ابھی پیدا ہوا ہے (یہ حدیث تحفہ میں بھی مرقوم ہے)

(۴۷) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ رمضان کی ہر شب دو سو بار سورۂ اخلاص سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو بار چوتھا کلمہ سو بار تیسرا کلمہ سو بار استغفار قطعی پڑھے جو بے حد موجب برکت و مغفرت و باعث انعامات ہے

اسی طرح رجب کی ہر شب دو سو بار تیسرا کلمہ دو سو بار استغفار پڑھے نیز رجب
و شعبان و رمضان میں درود شریف کی کثرت بہ نسبت اور مہینوں کے زائد
نماز عید الفطر و عید الاضحیٰ | (۴۸) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب
شوال یا پھر شوال کے اول دن بروز عید الفطر آٹھ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت
میں الحمد کے بعد پچیس بار سورۂ اخلاص ہو پھر بعد سلام ستر بار تیسرا کلمہ ستر بار درود
پڑھے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ
بخشے جنت عطا کرے ستر حاجات پوری فرمائے عید الاضحیٰ کے دن بھی یہ نماز
پڑھ سکتا ہے (۴۹) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ذی الحجہ کی نویں شب میں
بیک سلام چار رکعت یوں ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار انا انزلنا
اور اکیس بار سورۂ اخلاص ہو پھر بعد سلام ستر بار درود شریف ستر بار استغفار
پڑھے تو چالیس حج بارہ شب ہائے قدر کا ثواب بارہ رمضان کے روزوں کا ثواب
اور جنت خدا عطا کرے (۵۰) عرفہ نو ذی الحجہ۔ دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ عرفہ نو ذی الحجہ
کے دن روزہ رکھے دن میں سو بار درود شریف دو سو بار قل ہو اللہ سو بار تیسرا کلمہ
سو بار چوتھا کلمہ سو بار استغفار پڑھے تو ایک سال گذشتہ ایک سال آئندہ کا کفارہ
(۵۱) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب عشرہ ذی الحجہ کو چار رکعت اس
طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ قل ہو اللہ ایک بار سورۂ فلق ایک بار سورۂ
ناس ایک بار پھر بعد سلام ستر بار درود شریف ستر بار تیسرا کلمہ پڑھے تو خدا سب گناہ
پاک فرمائے (غنیۃ الطالبین و فضائل الشہور میں بھی یہ سب احادیث مرقوم ہیں)
نماز ماہ صفر | (۵۲) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ماہ صفر میں چونکہ بلاؤں کی
پیدائش ہے بموجب حدیث اول صفر کو بوقت چاشت جو کوئی دو رکعت نماز یوں
کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار قل ہو اللہ ہو پھر بعد سلام ستر بار قل ہو اللہ پڑھے
تو سال بھر تک جملہ بلاؤں سے خدا محفوظ رکھے (یہ حدیث کتاب شرح شہاب الدین

... ہے (۵۳) آخری چہار شنبہ صفر دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صفر کے آخری
چہار شنبہ کو بعد نماز غسل کرے اور بوقت چاشت اس طرح دو رکعت پڑھے کہ ہر رکعت
میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص ہو بعد سلام ستر بار درود شریف اللّٰھم صلّ علیٰ محمد
ن النبی الامی و علیٰ اٰلہ و اصحابہ و بارک و سلم تو مصائب سے خدا محفوظ رکھے
(یہ حدیث جواہر غیبی میں بھی ہے)
نماز محرم | (۵۴) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شب اول محرم میں آٹھ رکعات یوں پڑھے کہ ہر رکعت
میں بعد الحمد کے دس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کے اور اس کے گھرانے والوں کی
شفاعت ہو خواہ وہ واجب النار کیوں نہ ہو (یہ حدیث ریاحین میں بھی ہے)
(۵۵) دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے کہ شب عاشورہ محرم کو آخری وقت تہجد قبل صبح صادق چار
رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص تین بار
بعد سلام سو بار سورۂ اخلاص پڑھے تو خدا سب گناہ بخشے بے اندازہ نعمتیں بخشے
(یہ حدیث تحفہ میں بھی ہے۔)
نماز ربیع الاول | (۵۶) دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اول ربیع الاول کو
ورنہ بارہویں تاریخ کی بیس رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد اکیس بار قل ہو اللہ
پڑھ کر شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ ثواب کرے بے قیاس ثواب کرم سے
سرفراز ہو (یہ روایت بھی غنیۃ الطالبین میں ہے)
نماز یوم جمعہ | (۵۷) مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن آٹھ رکعات
یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قل ہو اللہ پڑھے۔ پھر بعد سلام
سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے تو خدا اس کے سب
گناہ بخشے آٹھ سو درجہ بلند کرے (یہ حدیث غنیۃ الطالبین میں بھی ہے)

نمازِ شب پنجشنبہ (۵۸) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درمیان مغرب و عشا دو رکعت یوں پڑھے کہ میں الحمد کے بعد پانچ بار آیۃ الکرسی پانچ بار قل ہو اللہ پانچ بار سورۂ فلق پانچ بار ناس پھر بعد سلام پندرہ بار استغفار پڑھ کر اپنے والدین کو بخشے تو والدین کے حقوق ادا ہوں صدیقوں و شہیدوں کا ثواب پائے۔"

نمازِ دوشنبہ (۵۹) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب دوشنبہ کو اس طرح دو رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار قل ہو اللہ ایک بار سورۂ فلق ایک سورۂ ناس ہو پھر بعد سلام سو بار استغفار سو بار درود شریف پڑھے تو خدا گناہ بخشے خواہ وہ واجب النار کیوں نہ ہو ساٹھ غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا حروف نماز کے برابر ظاہری و باطنی گناہ خدا معاف کرے ہر آیت کے بدلے حج کا ثواب مرحمت (۶۰) مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوشنبہ کو طلوع آفتاب کے بعد یوں دو رکعت پڑھے کہ الحمد کے ہر رکعت میں تین بار آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص تین بار سورۂ فلق تین بار سورۂ ناس ہو پھر بعد سلام دس بار استغفار دس بار درود شریف تو خدا سب گناہ بخشد
(یہ تینوں احادیث احیاء العلوم میں بھی ہیں)

نمازِ شب شنبہ (۶۱) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب شنبہ کو درمیان مغرب و عشا بارہ رکعت حسب مرضی سے پڑھ کر ایک سو گیارہ بار بعد سلام درود شریف پڑھے تو خدا سب گناہ بخشنے میں عظیم محل عطا کرے (یہ احیاء العلوم میں بھی ہے)۔

تحیۃ المسجد کا بدل (۶۲) در حدیث تحیۃ المسجد میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا بے حد ثواب ہے لیکن اگر کبھی تحیۃ المسجد کا موقع

پاسکوں تو چار بار سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتا مسجد میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے کے برابر ثواب ہے مولانا نور محمد صاحب فتحپوری نے کہا کہ میں نے اکثر کتب دیکھیں نہ پایا مگر نیل الاوطار میں یہ مسئلہ ملا تو دادامیاں کی وسعت نظر پر دنگ رہ گیا۔

مختصر وظیفہ دفع افلاس تنگی (۶۳) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب لیٹنے لگے تو اول پانچ آخر پانچ بار درود شریف اور بیس بار قل ہو اللہ بیس بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ کر مختار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخشکر دعا کرے بفضلہ بہت جلد تنگی دور ہو وسعت رزق ہو۔"

خدا کا باغ اور اسکے پھل (۶۴) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ محبوب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے خدا کا باغ بھی دیکھا ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مطلع نہیں آگاہی بخشی جائے تو ارشاد فرمایا کہ خدا کا باغ مسجدیں ہیں پھر فرمایا کہ تم نے اس کے پھل بھی کھائے ہیں عرض کیا گیا کہ رسول اللہ وہ پھل کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کے باغ کے پھل سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

چوتھا باب
مسائل ضروریہ

اللہ تعالیٰ کے چار احسانات (۶۵) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب انسان گناہ کرتا ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اس پر چار احسانات فرماتا ہے اس کے گناہ کو ظاہر نہیں کرتا اس کو فوراً مبتلائے عذاب نہیں کرتا اس کے رزق کو بند نہیں کرتا اس کی تندرستی موقوف نہیں کرتا۔

فوری توبہ کا راز (٦٦) درس قرآن ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ میں

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب بھی خطا سرزد ہو جائے اسی وقت توبہ کرے فوری توبہ کرنے میں بڑا راز ہے اللہ تعالیٰ نے اعمال انسانی کیلئے دو فرشتے مقرر کئے ہیں دو فرشتے دن والے ہیں دو فرشتے رات والے ہیں داہنے کاندھے پر کاتب نیکی بائیں کاندھے پر کاتب برائی فرشتہ ہیں جب بندے سے برائی سرزد ہوتی ہے تو نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے۔ ابھی برائی لکھنے میں جلدی نہ کرو شاید یہ بندہ توبہ کرے تو برائی کی جگہ توبہ لکھی جائے پھر کچھ انتظار کے بعد بھی جب وہ بندہ توبہ نہیں کرتا تو مجبوراً یہ کاتب بدی فرشتہ اس برائی کو لکھ لیتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ مسلم دل میں خیال نیکی لاتا ہے تو اس خیال ہی پر کاتب نیکی ایک نیکی لکھ لیتا ہے پھر جب یہ بندہ وہ نیکی عمل میں لے آتا ہے تو دس نیکیاں اس بندے کے لئے بصدقہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھ لیتا ہے حاضرین محفل نے تحسین کی تو آپ نے فرمایا یہ سب مرشد قبلہ کی تعلیم آفاقی ہے۔

صحف آسمانی (٦٧) درس قرآنی صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ پر دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علاوہ توراۃ کے دس صحیفے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے حضرت نوح علیہ السلام پر تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے

صدمات انسانی (٦٨) درس قرآن لَهَا مَا كَسَبَتْ دادا میاں قدس سرہ نے فرمایا کہ انسان کی محافظت کے لئے خدا نے دو خاص فرشتے مقرر کئے ہیں لیکن جب تقدیر الٰہی سے جب کوئی صدمہ بندہ کو لاحق ہوتا ہے تو یہ فرشتے حفاظت نہیں کرتے یہی حادثات اس بندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ ذبیحہ قربانی (٦٥) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے درس حدیث شریف قربانی پر فرمایا کہ یہ مسئلہ یاد رکھو کہ قربانی کے سات شرکاء میں سے اگر ایک شریک بھی

ساتویں حصّہ میں ذرا کم بھی دیگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی لازمی ہے کہ ہر حصہ دار
آنا پائی سے برابر حصّہ ادا کرے (۷) ایک بار یہ فرمایا کہ ذبح کے وقت جتنے لوگ وہ
چھری پکڑے ہونگے سب کو قصداً تکبیر ذبح بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنا لازم
ہے اگر سب تکبیر نہ کہیں گے تو جانور حرام ہے۔
نوٹ:- عام طور سے لوگوں کی عادت بسم اللہ اللہ اکبر بلا واؤ کے پڑھی ہوئی جو حدیث
میں وارد نہیں ہے بلکہ بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کیساتھ کہنا عمل رسول بھی فرمان رسول بھی ہے۔

دعائے نماز (۱) درس حدیث اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ میں دادا میاں
علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ فرض نماز کا سلام پھیر کر مختصر دعا مانگ کر سنت
پڑھنے میں جلدی کرے اتنی طول دعا یا بطور وظیفہ بعد سلام امام کچھ پڑھتا رہے
اور مقتدی دعا کیلئے پھنسے بیٹھے رہیں یہ ممنوع ہے۔
(۲) یہ بھی فرمایا کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کے مقام پر رکوع میں پاؤں کی
طرف بیٹھنے میں سینہ کی طرف نظر جمائے رکھے اور کسی طرف نظر نہ رکھے۔

آیت سجدہ (۳) دادا میاں قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر نماز میں آیت سجدہ
پڑھی اور فوراً نماز کے اندر سجدہ نہ کیا تو نماز ختم کرنیکے بعد سجدہ ادا کرنے
سے سجدہ ادا نہ ہوگا بلکہ بروقت ادا نہ کرنیسے اُلٹا گناہ گار ہوگا۔

دعائے وضو (۴) درس حدیث وضو میں دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا
کہ جس کو سب وضو کی دعائیں یاد نہ ہوں وہ وضو شروع کرنے میں ہاتھ دھونے پر
اوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَکَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ پڑھے اور
منھ دھونے میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خاص کر پڑھے
وضو ختم کرکے اَللّٰھُمَّ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَاغْفِرْ لِیْ
ذَنْبِیْ پڑھے۔

عرش وکرسی ولوح محفوظ (۷۵) درس قرآن و استویٰ علی العرش دادا میاں
قدس سرہ نے فرمایا کہ جس طرح باری تعالیٰ کا تخیل و تصور عقل انسانی سے
بالاتر ہے اسی طرح عرش الٰہی اور کرسی الٰہیہ کا تخیل بھی عقل انسانی سے باہر ہے امام مالک
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "استوائے علی العرش معلوم ہے لیکن اسکی کیفیت لامعلوم ہے"
اسی طرح کرسی جملہ صفات فعلیہ کی تجلی و اقتدار الٰہیہ کی مظہریت سے عبارت ہے
لوح محفوظ علم الٰہی کا وہ بعض حصہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت الٰہیہ کی مناسبت سے
بہ تقاضائے حقائق و موجودات جاری اور تا قیامت جو ہونا ہے محفوظ فرمایا اپنی رائے کا
یہاں دخل دینا گمراہی ہے۔

علیین وسجین (۷۶) دادا میاں قدس سرہ نے فرمایا کہ علیین ساتویں آسمان کے
اوپر عرش کے نیچے بہت وسیع اور ٹھنڈا و خوشگوار مقام ہے اس مقام پر نیک ارواح کا
قیامت تک قیام رہتا ہے اور قبر سے بھی بدستور ان کا تعلق رہا کرتا ہے پھر فرمایا کہ سجین
ایک تنگ و تاریک اور بدبودار مقام زمین کے ساتویں طبقے کے نیچے ایک گڑھے کی
بند ہے کفار و مشرکین و انتہائی گنہگاروں کی روحیں یہاں رکھی جاتی ہیں۔

قیامت کے دن (۷۸) یہ بھی ارشاد کیا کہ قیامت کے تین یوم ہیں پہلا دن ہزار
برس کا دوسرا پچاس ہزار برس کا تیسرا دن ایک لاکھ برس کا ہوگا مگر مسلمان پر یہ عنایت
الٰہی دو رکعت نماز سے بھی زائد خفیف ہوگا۔

ملاقات وآمدورفت ارواح (۷۹) درس حدیث میں دادا میاں علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی ملاقات آسمان پر جنس کے ہم جنسوں سے ہوتی ہے
اور اس کے جو پہلے فوت شدہ اقربا ہیں وہ اس تازہ مرنے والے کا استقبال کرتے ہیں مومن
کامل کی ارواح خدا کی طرف سے بھی جہاں چاہیں آتی جاتی رہتی ہیں اور عام مسلمانوں کی
روحیں عیدین شب عاشورہ محرم شب برات شب قدر اور جمعہ کی راتوں میں اپنے گھروں و عزیزوں
سے ملنے آتی جاتی رہتی ہیں دیکھتی ہیں کہ ان کیلئے کون صدقہ و خیرات کرتا یاد رکھتا ہے۔

نکتہ حفاظت قبر (۸۰) درس حدیث سوال قبر۔ دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچوں سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو ان بچوں کو فرشتے
جواب سکھا دیتے ہیں اور کافروں کے بچوں کے سوال و جواب میں اس پر علماء کا اتفاق
ہے کہ اس امر میں ساکت رہو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہاں انبیاء علیہم السلام سے قبر
میں توحید اور تبلیغ امت کے بارے میں صرف سوال ہوگا باقی کوئی سوال نہ ہوگا (۸۱) دادا
میاں قدس سرہ نے فرمایا کہ شب جمعہ یا جمعہ کے دن کوئی فوت ہو تو قیامت تک عذاب
قبر اور سوال منکر نکیر سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح شہداء سے بھی سوال قبر نہ ہوگا (۸۲)
شاہ الٰہی بخش صاحب فرخ آبادی نے بیان کیا کہ میں نے کچھ اور حاضرین نے عرض کیا کہ
حضور عالی دعا کر دیں کہ خدا ہم لوگوں کو جمعہ کا دن عطا کرے دادا میاں صاحب
علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ تمنا محمود ہے فضیلت جمعہ کی حدیث میں وارد ہے کہ خدا نے
جمعہ کو دو راتیں عطا کی ہیں ایک شب جمعہ دوسری یوم جمعہ گذر کر شب شنبہ پس جو شب
شنبہ تک دفن ہوگا وہ بروئے حدیث سوال قبر سے محفوظ اور ثواب جمعہ پائیگا (۸۳)
حاضرین نے پوچھا کہ اگر اور کسی دن کوئی فوت ہو تو کیا تدبیر حفاظت عذاب قبر و سوال
ہو دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اگر جمعہ کے
علاوہ اور کسی روز کوئی انتقال کرے تو دفن کے ساتھ ہی اس وقت سے آنے والی
شب جمعہ تک ایک یا چند اشخاص میت کی قبر پر متواتر تلاوت قرآن کا سلسلہ رکھیں
اگر ایک کسی ضرورت سے اٹھے تو اس وقت اٹھے جب دوسرا تلاوت شروع کرے
تاکہ دفن سے اور شب جمعہ تک سلسلہ تلاوت قبر پر نہ ٹوٹے پھر شب جمعہ کو یہ
سلسلہ ختم کر دے بفضلہ عذاب قبر و سوال سے محفوظ رہے گا۔

دست بوسی وقدمبوسی (۸۴) حاضرین خانقاہ رحمانیہ میں ایک نے کہا
کہ پیر کی دست بوسی و قدمبوسی دونوں سنت ہیں دوسرے نے کہا کہ دست بوسی پیر
کی جائز ہے مگر قدمبوسی ثابت نہیں دادا میاں علیہ الرحمہ کو اس کی اطلاع ہوئی

تو آپ نے دونوں کو بلا کر فرمایا کہ دینی مسائل میں تم لوگ اپنا فتویٰ کیوں ٹھونسے [illegible]
ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ذراع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آ[illegible]
تو ایک دوسرے کے اترنے میں جلدی کرتے شفیع مذنبین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]
ہاتھوں و پیروں کو بوسہ دیتے ۔ ھدایہ میں ابن عسیا کر سے منقول ہے کہ ابن حسان [illegible]
شام معراج کے دولھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین پاک کا نقشہ بنا کر بوسہ دیا کر[illegible]
مولانا محمد فاروق صاحب فضل رحمانی دربھنگوی ناقل کہ چونکہ دادا میاں [illegible]
تیرہ برس کے تھے معترض اس صغر سنی سے کچھ مشکوک ہے اور مولانا بابا سے عرض
کیا تو آپ نے فرمایا بحمد اللہ توجہات مصطفائی سے ہمارے احمد میاں کو حدیث [illegible]
از بر ہے

مصافحہ مستحسن ہے | (۸۵) سید انوار احمد صاحب فضل رحمانی ڈپٹی کلکٹر [illegible]
ضلع گیا نے پوچھا کہ عصر بعد مصافحہ باہم کرنے میں لوگ معترض ہوتے ہیں مولانا بابا
قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خواہ بعد فجر خواہ بعد عصر باہم مصافحہ کرے مستحسن ہے اظہار
محبت کا سبب ہے عالمگیری میں فیصلہ الفقہاء موجود ہے ۔ اَلْمُصَافَحَۃُ حَسَنَۃٌ
وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ ۔ بعد عصر و فجر مصافحہ دونوں وقت کرنا مستحسن ہے
اسی طرح عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دوگانہ کی ادائیگی کے بعد بھی باہم مصافحہ کرتے [illegible]

شوہر بیوی کی نماز | (۸۶) سید انوار احمد صاحب مذکور نے پوچھا کہ کیا شوہر
کے ساتھ اس کی بیوی جماعت سے نماز ادا کر سکتی ہے ۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ بس اس شرط سے پڑھ سکتی ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے اتنی دب کر پیچھے کھڑی ہو
کہ جہاں شوہر کی ایڑی ہو اس کے پیچھے زوجہ کے پیر کی انگلیاں رہیں تو نماز صحیح
ہے اگر زوجہ برابر شوہر کے ہو جائیگی تو نہ شوہر کی نماز ہوگی نہ زوجہ کی نماز ہوگی ۔
(زائد وضاحت شامی باب امامت جلد اول میں دیکھو)

سند تسبیح | (۸۷) سید انوار احمد صاحب مذکور نے پوچھا کہ بعض لوگ تسبیح کو بدعت

کہتے ہیں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایسے لوگ خود حدیث سے واقف نہیں حالانکہ
ثبوت کے لیے ذرا سا جزء کا ہونا کافی ہوتا ہے مگر یہاں تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
دانوں کو پڑھا ہے تم تسبیح ضرور پڑھا کرو ۔"

بیعت غائبانہ | (۸۸) قاضی فرزند احمد صاحب فضل رحمانی سکنہ گیا نے سوال
کیا کہ بیعت غائبانہ کا بھی اثر ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حاضر شخص کی بیعت کا مولانا
بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ خواہش مند بیعت غائبانہ اس بیعت پر
اعتقاد صحیح سے پختہ ربط مرشد رکھے یہ بیعت غائبانہ اس سند سے درست ہے
کہ حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی غائبانہ بیعت لی اصطلاح اولیا میں اس کو بیعت عثمانیہ کہتے ہیں ۔"

عقیقہ | (۸۹) مولانا بابا قدس سرہٗ سے بابو سید مکرم حسین صاحب فضل رحمانی
رئیس ٹھوری گھاٹ ضلع گیا نے عقیقہ کو پوچھا آپ نے فرمایا کہ ساتویں روز
عقیقہ کرنا سنت ہے نیز یہ روایت ہے کہ اگر کسی بچے کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ فوت
ہو جائے تو اپنے والدین کی وہ شفاعت نہ کرے گا کیونکہ بچہ تو عقیقہ میں گروی ہے (۹۰)
سید مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ اگر عقیقہ کے لئے جانور خریدا پھر بچہ فوت ہو گیا اب اس
جانور کو بیچ دینا یا ذبح کر کے کھا لینا لوگ درست بتاتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا
کہ یہ لوگ خود مسئلہ سے ناواقف ہیں مسئلہ یہ ہے کہ عقیقہ کا جانور خریدنے کے بعد اگرچہ
فوت ہو جائے جب بھی بعد انتقال عقیقہ کے بطور اس جانور کو ذبح کر دے تو والدین
بچے کے حق سے ادا ہو جاتے ہیں بچہ خواہ بالغ ہو یا نابالغ حیات ہو یا مر جائے جب تک
عقیقہ نہ کیا جائے نہ والدین اس حق سے سبکدوش ہونگے نہ عقیقہ میں گروی رہنے سے بچے
رہائی پا سکیگا لہٰذا عقیقہ کے جانور مقررہ بیچنا یا کھا لینا مطلق درست نہیں (۹۱) بابو مکرم حسین صاحب
نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عالمگیری میں عقیقہ مباح لکھا ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ لکھنے لکھانے میں نقل طباعتی غلطیاں ہو جاتی ہیں بخاری شریف کی بھی غلطیاں

ہم نے لوگوں کو صحیح کرائیں اس وقت وہ جان سکے یہاں ہمارے سامنے عمل رسول ہے اگر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنا عقیقہ پچاس برس کی عمر شریف میں کیا یہی کا سبب جس کا عقیقہ نہ ہوسکا ہو وہ خود اس سنت عقیقہ پر اپنا عقیقہ کرے۔

مسائل جمعہ

(۹۲) بابو مکرم حسین صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کم پڑھے علم کی جہالت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجُمُعَۃُ وَاجِبَۃٌ عَلٰی کُلِّ قَرْیَۃٍ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہَا اِلَّا اَرْبَعَۃٌ یعنی رؤف خلقت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ ہر گاؤں میں واجب ہے اگرچہ اس گاؤں میں چار مسلمان سے زائد نہ ہوں، یہی ہمارے امام اعظم قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ غور کرو کہ حدیث نے کم سے کم مسلمان اور قریہ کی وضاحت کردی (۹۳) مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ میرے گاؤں چک ضلع پلامون میں جمعہ پڑھنا درست ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ مقام جس میں وہاں کی ضرورت کے مطابق گلیاں ہو بازار ہو وہ تعریف مصر میں داخل ہے تمہارے چک اور حاجی عبدالغفور خاں کے بسرام پور میں جمعہ اسی لئے مذکور حدیث سے جائز ہے یاد رکھو جمعہ قائم کرو اور قائم کراؤ

(۹۴) حاجی عبدالغفور خاں صاحب فضل رحمانی رئیس بسرام پور ضلع گیا کے جواب میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شرعی معذوری سے جس پر جمعہ فرض نہ رہا ہو وہ بھی جمعہ ادا کرے تو بہت افضل ہے اس کا ظہر ساقط ہے (۹۵) یہ بھی فرمایا کہ جب خطبہ جمعہ ہونے لگے نمازی بطور نماز دو زانو بیٹھ کر خطبہ سنیں سوا معذور شخص کے مؤدب و خاموش خطبہ سنیں خطبہ میں یا قرأت نماز میں امام کی آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ سب کو ثواب مکمل عطا کرتا ہے (۹۶) قاضی شرف الدین صاحب فضل رحمانی رئیس گھوری گھاٹ نے سوال کیا کہ بعض لوگ جمعہ بعد والی چار رکعت احتیاط ظہر کے بطور ادا کرتے ہیں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معاذ اللہ کس قدر نادانی ہے جمعہ تو اپنی فرضیت میں خود مستقل ہے یہ فریضہ جمعہ کی ادائیگی خود ظہر کی ساقط کنندہ ہے یہ سمجھو کہ اگر ادائے جمعہ ادائیگی ظہر پر اس طرح موقوف ہوتا تو پھر جمعہ کے دن ظہر بھی ادا کرنا فرض ہو جاتا کیونکہ بغیر موقوف کے موقوف علیہ کب صحیح ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد کی آخری چار سنت تو خود مؤکدہ ہیں پھر یہ مؤکدہ سنت جمعہ کسی اور نیت سے ادا ہی نہیں کر سکتے (۹۷) پھر فرمایا کہ اب ہمارے عہد میں روز بروز سہولتیں اور ترقیاں ہو رہی ہیں جیسے آسانیاں اس لئے بلا قید فاصلہ مسافت ہر گاؤں میں جمعہ واجب ظہر ساقط ہے۔

مسائل عیدین

(۹۸) قاضی شرف الدین صاحب نے یہ پوچھا کہ اگر کوئی عیدین کی نماز میں بحالت قیام آکر شریک ہو تو کس طرح ادا کرے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو چاہیئے کہ نیت باندھ کر عید کی تکبیریں آہستہ کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔ (۹۹) مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ اگر کسی عید میں کوئی بحالت رکوع شامل ہوا ہو۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر یہ یقین ہو کہ عید کی تکبیریں کہہ لینے کے بعد رکوع مل جائے گا تو بعد نیت اول تکبیریں کہہ لے پھر شریک رکوع ہو اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو پھر رکوع میں شریک ہو کر بلا ہاتھ اٹھائے رکوع ہی میں تینوں تکبیریں کہے سبحان ربی العظیم کہنے کا جو وقت پائے وہ کہے ورنہ اسکو چھوڑ دے اگر تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھائے تو جتنی تکبیریں کہہ چکا وہ کافی ہیں اور باقی معاف ہیں (۱۰۰) قاضی شرف الدین صاحب نے پوچھا کہ اگر ایک رکعت عیدین سے ترک ہو اور بعد رکوع نمازی ملے تو مولانا بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس شکل میں بعد سلام امام نمازی اپنی متروکہ رکعت کی قرأت کر کے قبل رکوع تکبیریں کہے پھر رکوع کرے آغاز رکعت متروکہ میں نہ کہے۔

رسم بسم اللہ

(۱۰۱) قاضی فرزند احمد صاحب گیاوی کے سوال رسم بسم اللہ پر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب بچہ چار برس چار ماہ چار دن کا ہو جائے تو اس کو مسجد میں سورۂ فاتحہ واخلاص اور فلق پڑھانے لانا چاہیے کیونکہ سردار رسل صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے کو وہ عمر میں پہلے امام حسن کو پھر حضرت امام حسین علیہما السلام کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مسجد نبوی میں بسم اللہ کرانے لانے کے لئے ۔ یہ بھی فرمایا کہ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّل امام حسن کے اور بعد امام حسین علیہما السلام کی پیدائش کے اوّل ہی دن داہنے کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی ترمذی اور ابوداؤد میں یہی سنت ہے ۔

مرد اور عورت کے کفن (۱۰۰) محی الدولہ نواب علی حسن خانصاحب رحمانی (نانپارہ) دو، علما مع راجہ عبد الرزاق خانصاحب رحمانی ریاست گلرا ضلع کھیری حاضر خدمت تھے سوال کفن میت پر مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر میت مرد ہو تو اس تین کپڑے اگر عورت ہو تو پانچ کپڑے دینا کفن میں سنت ہے راجہ عبد الرزاق صاحب نے عرض کیا کہ اپنے دست مبارک سے حضور تحریر کر دیں آپ نے علی حسن خانصاحب بلارس فرمایا کہ تم کو یہ جلدوں کی عبارت یاد ہو تو پڑھو وہ کچھ خاموش رہے آپ نے فرمایا ہم نے بھی قدر یاد ہے یہ عبارت سنائی اور پھر تحریر فرمایا کہ اَلسُّنَّۃُ اَنْ یُّکَفَّنَ الرَّجُلُ فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَّ قَمِیْصٍ وَّ لِفَافَۃٍ (سنت یہ ہے کہ مرد کو قمیص و تہبند و چادر میں کفن دے) وَتُکَفَّنُ الْمَرْاَۃُ فِیْ خَمْسَۃِ اَثْوَابٍ دِرْعٍ وَّ اِزَارٍ وَّ خِمَارٍ وَّ لِفَافَۃٍ وَّ خِرْقَۃٍ تُرْبَطُ فَوْقَ ثَدْیَیْہَا (عورت کو قمیص و چادر و تہبند اور دوپٹہ و سینہ بند پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے) (بحوالہ نفس رحمٰن محمدی ۱۰۱) (۱۰۲) یہ بھی فرمایا کہ اگر میت مرد یا عورت ہو تو سر پر عمامہ اور قمیص اگر گھٹنوں سے کچھ نیچی رکھے بہتر ہے اگر نیچی نہ ہو گھٹنوں سے اوپر ہو سکتی ہے ۔

طریقہ کفن (۱۰۳) پھر فرمایا کہ میت کے کفنانے میں احتیاط لازم ہے مسنون طریقہ کفن یہ ہے کہ تختہ یا پلنگ پر پہلے کفن کی چادر بچھا کر پھر اس کے اوپر تہبند بچھا لے اب اس پر میت کو لٹا لے اگر عورت ہو تو قمیص پہنا کر عورت کے سر کو بالوں کو دو حصے

کر کے داہنے اور بائیں سمت سے میت کے سینہ پر قمیص کے اوپر کر دے پھر دوپٹہ اس کے سر سے منھ تک ڈال دیں اور دونوں طرف کے سینہ پر پڑے بالوں کو چھپا لے پھر تہبند کو اوّل بائیں طرف سے لپیٹ کر پھر داہنی طرف سے لپیٹ دیں اس کے بعد چادر کو بھی اوّل بائیں طرف سے لپیٹ کر پھر داہنی طرف سے لپیٹ دیں ان دونوں کے بعد سینہ بند کفنیوں کے اوپر سے سینہ کے اوپر کی طرف نیچے نکال کر بغل [illegible] لپیٹ دیں قمیص بغیر دامن و آستین [illegible] کے جو گردن سے پیروں تک [illegible] تین ہاتھ کا دوپٹہ اور سینہ سے ران تک چھپانے والا سینہ بند ہو۔ کفن بچھانے کی شکل یہ ہے کہ تختہ یا پلنگ پر پہلے چادر کفن بچھا کر پھر اس چادر پر تہبند بچھا کر اس پر میت لٹائے اوّل قمیص پہنا کر پھر تہبند پہلے بائیں سے لپیٹ کر پھر داہنے سے لپیٹے اسی طرح کفن کی چادر اوّل بائیں سے لپیٹ کر پھر داہنے سے لپیٹے بہتر یہ ہے کہ تہبند اور چادر کا داہنا حصہ مرد و عورت دونوں کے کفنوں میں اوپر رہے ۔ اگر انتشار کفن کا احتمال ہو تو کسی چیز سے باندھ دے ۔

تعداد کفن (۱۰۶) پھر یہ سوال ہوا کہ میت کے تین اور عورت کے پانچ [illegible] کے بعد اوپر سے مزید چادر اڑھاتے ہیں کیا یہ اسراف نہ ہوگا مولانا بابا نے فرمایا عورت کے لئے اوپر سے چادر اڑھانا احتیاط پردہ کے لئے ہے اور عورت کی یہ چادریں قبر میں اتارنے کیلئے کریں یا دیگر معاون ہوتی ہیں اور [illegible] کر دی جاتی ہیں جس میں نفع میت ہے اسراف نہیں ہے اس لئے [illegible] اڑھانے کا کام لے لیتے ہیں (۱۰۷) پھر آپ نے فرمایا کہ ہم نے یوں بھی [illegible] تعداد کفن کی وجہ یہ بھی ہے کہ دانہ گندم کھانے سے حضرت آدم و حضرت حوا [illegible] کے وہ ملبوسات اتر گئے تو حضرت آدم نے پیڑوں کے پتوں سے ستر [illegible] جس درخت سے آپ پتہ لینا چاہتے اس کی شاخیں بلند ہو جاتیں [illegible] کا سوال ہی نہیں اور بہت پریشان ہو کر آپ نے انجیر کے درخت کے

پاس آکر فرمایا خدا کے واسطے ہم کو اپنے پتے توڑنے دے تو اسکی شاخیں بدستور رہ گئیں
آپ نے آٹھ پتے توڑے تین پتوں سے کہ ایک سے پچھلا حصہ ستر اور دو پتوں سے اگلے
حصے ستر کو چھپایا اور اماں حوّا نے پانچ پتوں سے کہ دو پتوں سے سینہ کے حصے
دو پتے اگلے ستر ایک پتہ پچھلے حصہ ستر میں رہا چھپایا اس لئے پانچ کپڑے عورت کے اور
تین مرد کے کفن میں قرار پائے۔

عاصی مسلمان اور نزول رحمت (۱۰۸) درس حدیث عذاب قبر مولانا بابا علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ گنہگار مسلمانوں پر جو عذاب ہوتا ہے وہ ان کے بقدر گناہ کے ہوتا ہے پھر
رحمت باری کا نزول ہو جاتا ہے اور نیک بندوں کی طرح آرام سے رہنے لگتا ہے ان
مسلمان گنہگاروں کا عذاب عزیزوں دوستوں وارثوں کی دعاء و ایصال ثواب سے
موقوف ہو جاتا اور کرم ربانی سے سرفرازی ہوتی ہے (۱۰۹) سوال ہوا کہ کیا میت کو
اس کا علم ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اہل قبور کو جو کوئی ایصال ثواب کرتا ہے میت کو
معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اس طرح کا ایصال ثواب کیا ہے اور وہ میت اس
طرح کے ہدیہ سے ایسی خوش ہوتی ہے جیسے تم کسی اچھے کھانے کے ہدیہ سے مسرور ہوتے ہو
جیسا کہ حضرت انسؓ کے اس سوال پر کہ ہم جو صدقات و ماکولات دعاء و حج وغیرہ
اموات کو بخشتے ہیں یہ انکو پہنچتا ہے تو افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ذکرہ جواب بخشا قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَيَصِلُ اِلَيْهِمْ وَ اِنَّهُمْ لَيَفْرَحُوْنَ
بِهٖ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِيَ اِلَيْهِ (تذکرہ امام
قرطبی میں تفصیل مرقوم ہے)

فاتحہ کی چیز حضرت جبرئیل کا پہنچانا (۱۱۰) مولانا عبد الغنی صاحب [illegible]
رحمانی المحدث ڈمراؤں ضلع بہار جب مولانا نور محمد صاحب بہاری فضل رحمانی کے یہاں
مرید ہونے آئے تو بعد بیعت مولانا نور محمد بہاری نے طعام اموات کو پوچھا حضرت
مولانا بابا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پہلے تم بتاؤ انھوں نے کہا بے شبہ وہ سنت ہے دلیل حدیث

اموات ہے مولانا بابا نے فرمایا یوں نہیں بلکہ یوں ہے کہ جب
مقدم رکھی جائے گی تو ایسے ثواب رساں کے لئے خود اموات بھی دعا کرتے ہیں اور
حدیث میں یہ ہے کہ جتنوں کو بخشے گا اس تعداد میں خدا سے ثواب عطا کرتا ہے دوسرے
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جہاں اور ذمہ داریاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ فاتحہ کی چیز
صاحب قبر کو پہنچایا کرتے ہیں محدث طبرانی نے اوسط میں روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبیؐ التمام صلے اللہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا کہ جب گھر والوں سے کوئی
مرجاتا ہے اور وہ اس کے بعد ایصال ثواب خیرات و طعام اموات وغیرہ سے کرتے ہیں
حضرت جبرئیل علیہ السلام طباق میں لیجا کر اس مُردے کو ہدیہ دیتے اور یوں کہتے ہیں کہ
اے مسکین قبر عمیق تمہارے فلاں رفیق نے یہ تمکو ہدیہ بھیجا ہے اسکو قبول کرو پھر جبرئیل
علیہ السلام اس کی قبر میں داخل ہو کر اس ہدیہ کو دیتے وہ میت اس ہدیہ سے مسرور ہو کر اظہار
مسرت کرتا ہے اس کے وہ پڑوسی اموات جن کو ان کے متعلقین نے کچھ ہدیہ نہیں کیا غمگین
ہو جاتے ہیں پھر زبانی یہ حدیث سنائی فَيُنَادِيْ صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهٖ
هَدِيَّةٌ اَهْدَاهَا اِلَيْكَ فَاقْبَلْهَا فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَ
يَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانُهُ الَّذِيْ لَا يُهْدٰى اِلَيْهِمْ بِشَيْءٍ۔
مولانا عبد الغنی صاحب محدث نے بڑی عقیدت سے کہا کہ ماشاء اللہ اسقدر غیر متعلقہ
احادیث آپ کو اس عمر میں جتنی حفظ ہیں سننے میں نہیں آیا آپ نے فرمایا جوانی عمری
بچے بڑھاپے نہ ضعیف عمری سے فیض رسالت ہو تو سب حاصل رہتا ہے۔

اہمیت ثواب اموات (۱۱۱) اسی جلسہ میں مولانا بابا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابو قلابہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک قبرستان دیکھا کہ وہاں کی
قبریں پھٹ گئیں اور مردے قبروں سے باہر بیٹھے ہیں ہر ایک کے سامنے ایک نور کا طبق ہے
مگر ایک مُردے کے سامنے کچھ نہیں حضرت ابو قلابہ نے اس سے اس کا سبب
پوچھا اس نے کہا کہ ان سب کی اولاد و احباب ان لوگوں کے لئے خیرات و ماکولات

سے ایصال ثواب کرتے ہیں یہ سب اس کا نور ہے لیکن میرا لڑکا کچھ نہیں کرتا اس لئے میں اس نور سے محروم ہوں اور اپنے ساتھیوں [illegible] بھی ابو قلابہ نے بیدار ہو کر اس کے لڑکے کو بلایا باپ کی حالت بتائی وہ اپنی [illegible] پر نادم و تائب ہوا خیرات و ماکولات سے ایصال ثواب کیے تو ابو قلابہ نے ایک [illegible] پھر وہی قبرستان دیکھا کہ اب اس شخص کے سامنے آفتاب سے زائد روشن [illegible] پھر اس مردے نے کہا جزاک اللہ ابو قلابہ تمہاری وجہ سے دوزخ اور خجالت [illegible] سے محفوظ ہو گیا۔" پھر فرمایا کہ بھائی وہاں کے معاملات بڑے نازک ہیں۔ اور اپنے عزیزوں و احباب کے امداد ثواب کی آرزو رہتی ہے۔ برطرف عذاب [illegible] بھی یہ ایصال ثواب نجات بخش ہوتا ہے۔

پانچواں باب

کوائف از مولانا سید ابو سعید صاحب

مولانا حافظ سید ابو سعید [illegible] ساکن ایرایاں ضلع فتحپور بڑے چنیدہ علماء عصر و ماہر حدیث تھے حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے درس حدیث لیا سید صاحب کی مہارت و قوت حفظ سے مسرور ہو کر مولانا بابا نے موصوف کو شمس العلماء کا خطاب [illegible] تھا یہ امتیاز صرف سید صاحب ہی کو حاصل ہو سکا سید صاحب نے بہت سے کوائف نظم میں بڑی قابلیت سے جمع کئے کچھ حصہ نثر اپنے ہمعصر علماء کی حاضری و [illegible] مسائل کا جمع کیا حاجی سید محمد شفیع و حافظ سید محمد رفیع صاحبان فضل رحمانی رئیس ایرایاں نے افادۂ فضل رحمانی برادری کیلئے یہ اہم کوائف ہم کو دیئے جو [illegible] قلم ہیں۔

سیوم وچہلم وغیرہ کا شارع سے ثبوت

(۱۱۲/۱) مولانا سید ابو سعید صاحب راوی کہ مولانا تسلیم عرفان خاں صاحب فضل رحمانی جو استاد نظام دکن و ناظم ندوہ لکھنو بھی رہے اپنے وطن سے بیعت کے لئے حاضر ہوئے بعد بیعت مجھ کو اور مولانا انوار محمد صاحب نجیبا فضل رحمانی مدرس فتحپور مدرسہ اسلامیہ سے ملاقات ہوئی میں سب کو لیکر حضرت مولانا احمد میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مولانا مسیح الزماں سے تعارف کرایا وہاں گفتگو اس پر بھی کہ سیوم وچہلم آیا فعل صحابہ نہ تھا یا بدعت ہے مولانا شاہ احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ اپنے لوگ حدیث اور فعل صحابہ سے نابلد ہیں حالانکہ خیر الوریٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حریم قدس میں روپوشی فرمائی تو آپ کی امہات مومنین نے وصال سے اول باری باری ایک ایک یوم کھانا دیا پھر وصال کے گیارہویں دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کثرت سے کھانا دیا کہ مخلوق مدینہ طیبہ آسودہ ہو گئی کوئی لینے والا نہ رہا پھر دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فقہ کی کتب فارسی منگوا کر سنایا" اما اگر کسے زر و مال خود برائے میت طعام می کند و خلق را می خوراند بے شبہ حلالست زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بروح حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طعام روز سیوم و دہم و روز چہلم و روز ششماہہ و سالیانہ دادہ است و صحابہ ہم چنیں کردہ ہر کہ ازیں منکر باشد پس او رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع صحابہ را منکر شدہ باشد۔" پھر فرمایا کہ خود اس فقہی فیصلہ سے سمجھ لو کہ عمل رسول و فعل صحابہ یا اجماع کا عامل کیا ہے اور منکر کیا ہے؟ مولانا مسیح الزماں صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس طالب علمی کے دور میں صاحبزادے قبلہ کی یہ فقیہانہ وسعت علمی تو معلوم ہی نہ تھی (۱۱۳/۱) پھر ہم لوگ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں فائز ہوئے مولانا مسیح الزماں صاحب نے اس واقعہ کا تذکرہ کر کے [illegible] احمد میاں صاحب کی تعریف علمی کی تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ سب توجہات روحانی کا [illegible] ہے پھر فرمایا کہ مولانا زہری نے جامع الفقہ میں عمل رسول و عمل صحابہ کی یہ حدیث بھی بیان [illegible] ابو سعید جامع الفقہ لا کر مسیح الزماں خاں کو دو اسکو ہم نے سنیں اور یہ حدیث [illegible]

سنائی کہ ''سیدنا ابو عمارہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد تیسرے دن پھر دسویں دن پھر چالیسویں دن پھر چھ ماہی کے دن پھر سالینہ کے دن بدر الدجیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا دیا اور صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا'' پھر کتاب جامع الفقہ پڑھنے کو کہا یہی مضمون پڑھا گیا۔ پھر مولانا مسیح الزماں خانصاحب نے عرض کیا کہ جامع الفقہ کا مجھے تو علم نہ ہو سکا مگر خزانۃ الروایات کے حاشیہ پر مجموع الروایات سے یہی حدیث عمل رسول و فعل صحابہ منقول میری نظر سے گذرا ہے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم کو تقریباً ستر برس سے زائد یہ حدیث خزانۃ الروایات میں بھی دیکھے ہوا مولانا محمد اسحاق دہلوی نے بھی خزانۃ الروایات کی سند لی ہے ہم تمھاری یادداشت سے خوش ہوئے ہم نے تمھارے لئے دعا کردی ہے حیدرآباد دکن جاکر مقصد حاصل کرلوگے چنانچہ مولانا مسیح الزماں صاحب وہاں نظام دکن کے استاد ہوگئے (۱۱۴۲ھ) مولانا حکیم قادر بخش صاحب سہسرامی فضل رحمانی نیز مولانا سید قسیم الدین صاحب عظیم آبادی اور مولانا لطف علی صاحب عظیم آبادی بیعت کو آئے اثنائے سفر میں فاتحہ سوم پر گفتگو سید قسیم الدین اور لطف علی صاحبان میں آئی مولانا قادر بخش صاحب نے کہا کہ اب حضرت کی خدمت میں چل کر معلوم کرلینا تینوں صاحبان کو بیعت فرماکر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ کچھ پوچھنے والے ہو تو پوچھ لو مولوی لطف علی صاحب نے عرض کیا کہ میں تصدیق کے لئے دریافت کرتا تھا ورنہ سیوم چہلم وغیرہ کو جائز جانتا ہوں۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا تم صرف جائز جانتے ہو ہم مستحب مانتے ہیں پھر یہ حدیث زبانی سنائی کہ سیدنا ابراہیم فرزند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجوریں اور اونٹنی کے دودھ میں جو کی روٹی پڑی خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو لائے آپ نے اس حضر پر ایکبار سورۂ فاتحہ تین بار قل ہو اللہ پڑھ کر فرمایا (وَكَانَ يَوْمُ الثَّالِثِ مِنْ وَفَاتِ اِبْرَاهِيْمَ اِبْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ

اَبُوْذَرٍّ بِتَمَارَةٍ يَابِسَةٍ وَلَبَنٍ فِيْهِ خُبْزٌ مِّنْ شَعِيْرٍ فَوَضَعَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ یا اللہ اس کا ثواب میرے فرزند ابراہیم کو پہنچادے اور اپنے روئے مبارک پر ہاتھ پھیر کر ابوذر کو حکم دیا کہ لوگوں میں اسکو تقسیم کردو حضرت ابوذر نے لوگوں میں تقسیم کردیا (وَرَفَعَ يَدَيْهِ لِلدُّعَاءِ وَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاذَرٍّ اَنْ يُقَسِّمَهَا بَيْنَ النَّاسِ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ النَّاسِ) پھر فرمایا کہ میاں ابوسعید ملا زبیری کی جامع الفقہ سے حدیث اب پڑھو ہم نے یہی الفاظ حدیث پڑھے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کیا سمجھے میں (سید ابوسعید) نے عرض کیا کہ تیسرے دن کھانا کرنا کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا دعا کرنا تقسیم کرنا عمل رسول سے ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ شاباش یہ حدیث اسی جامعیت کی ہے پھر آپ حجرہ میں تشریف لے گئے مولانا قادر بخش صاحب نے مولوی سید قسیم الدین و مولوی لطف علی صاحبان سے بڑی مسرت سے کہا کہ محدث تو دیکھے ہوں مگر ایسا محدث گو حافظ حدیث اب دیکھ لو۔

ایام فاتحہ کی تقسیم (۱۱۴۵ھ) مولانا جان علی صاحب محدث سنبھل اور مولوی محمد علی صاحب سنبھل مرادآبادی صاحب کلمات طیبات فقیر ابوسعید سے اگر ملے میں نے پیشی کرائی تو مولانا بابا نے دونوں کو بیعت کیا مولوی محمد علی صاحب نے ایام فاتحہ کی تقسیم کو پوچھا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے امام غزالی علیہ الرحمہ نے دقائق الاخبار میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ شمس الضحیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو اسکی روح اپنے گھر کے آس پاس پھرتی اور دیکھتی رہتی ہے کہ کس طرح اس کا متروکہ مال تقسیم کیا جاتا اور اس پر جو قرض تھا کس طرح ادا کیا جاتا ہے جب ایک ماہ پورا ہوجاتا ہے

تو روح قبر کے آس پاس ایک سال تک رہتی ہے اور دیکھا کرتی ہے کہ کس کس کو رنج و غم ہے اور کون کون میرے لئے دعا و صدقات کرتا ہے جب ایک سال پورا ہو جاتا تو جہاں سب ارواح جمع ہیں تا قیامت وہاں رہتی ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا مات المومن یدور روحہ حول دارہ شہرا ینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یؤدی دینہ فاذا اتم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو لہ ومن یحزن علیہ فاذا اتم سنۃ رفع روحہ الی حیث یجتمع فیہ الارواح الی یوم ینفخ فی الصور۔ اس حدیث کو زبانی سنا دیا اور فرمایا کہ سال وفات کے سیوم و دہم و چہلم و چھ ماہی و سالینہ ایصال ثواب کے ٹکڑے نور الہدیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاتحہ جات میں کر دیئے تاکہ پہلے سال وفات میں اموات کو ثواب رسانی کا سلسلہ قائم رہے اور امت کو بھی سہولت ثواب ہو جائے حتیٰ کہ میت پر اس تسلسل ثواب رسانی سے کرم ربانی ہو جاتا ہے تو پھر حسب مرضی ایصال ثواب ہوتا رہتا ہے۔ جیسے ایصال ثواب مستحسن اسی طرح تقسیم و تعیین ایام مستحسن ہے مولوی محمد علی صاحب مذکور اس توجیہ پر بے حد رطب اللسان ہوئے تو مولانا جان علی صاحب محدث سنبھل نے کہا کہ بھائی سید ابوسعید صاحب ہم لوگوں کو احکامی احادیث پر عبور کم ہو پاتا ہے مگر پیر و مرشد کی نظر میں ہر حدیث مثل کف دست رہنا بہت نادر فضل ربانی ہے۔

(۱۱۶) ایک روز مولانا سید فدا حسین صاحب محی الدین نگری بہار بیعت کو آئے بعد بعد بیعت نذر اولیاء کے متعلق بحث چاہی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے یہ امر سنت ہے ہمارے استاد حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے یہی فیصلہ فتاوی عزیزیہ میں کر دیا ہے۔

کھانا سامنے رکھکر شارع کا پڑھنا

(۱۱۷) مولانا محب اللہ صاحب پانی پتی فقیر ابوسعید کیساتھ کانپور سے آکر آستانہ پر حضرت سے مرید ہونے پہنچے جلسہ میں حکیم سید صاحب فضل رحمانی دہلوی نے پوچھا کہ کھانا سامنے رکھ کر پڑھنے کو لوگ بدعت بتاتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے ناگواری سے فرمایا کہ زبانی جمع خرچ جو بھی خلاف حدیث ہو اور حدیث کا ثبوت کچھ نہ ہو یہ خود گمراہی ہے بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک بار تھوڑا جو اور گھی کا مرکب ملیدہ بنایا ہوا خدمت رسالت میں بھیجا جب وہ مالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا تقریباً تین سو لوگ کھا گئے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے جب برتن اٹھایا تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اب زائد ہے یا پہلے تھا مولانا محب اللہ صاحب نے پوچھا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہاں تو کھانے پر برکت کیلئے پڑھا گیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بات تو سامنے کھانا رکھ کر پڑھنے کی تھی وہ سنت رہی اب وہاں برکت کے لئے ہوا تو طعام فاتحہ اموات میں وہ کون ہے جو برکت نہیں چاہتا بلکہ طعام فاتحہ میں مولوی کیواسطے بھی اور فاتحہ کرنے والے کے واسطے بھی رحمت و مغفرت و منفعت کیلئے پڑھا جاتا ہے حدیث وصال سیدنا ابراہیم فرزند رسول البرایا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم میں ابوذر غفاری کے حاضر کردہ ماکولات پر رحمت و مغفرت وغیرہ ہی کے لئے تو آنحضرت نے پڑھا تھا مولانا محب اللہ صاحب نے بڑھ کر آپ کے اولاً ہاتھ چوم لئے پھر آپ نے ان کو بیعت فرمایا۔

طعام اموات پر شارع کا پڑھنا خود دکھانا

(۱۱۸) فقیر ابوسعید کے پیر بھائی مولانا محمد حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ اجودھیا (جو شیخ دیوبندی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے والد ہیں) ابوداؤد شریف پڑھنے لگے یہ حدیث اَلَا اِنَّہٗ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ وَ

يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ ثُمَّ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ) پھر اس ایصال ثواب کے لئے لائے ہوئے کھانے پر سبز گنبد کے دولھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں دست مبارک اٹھا کر فرمایا اے اللہ اپنی رحمت و کرم آل سعد بن عبادہ پر نازل فرما راوی نے کہا کہ پھر اس طعام کا سردار اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے مولانا حبیب اللہ اور فقیر ابوسعید سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے دوست حکیم الدین کو یہ حدیث نہیں سمجھاتے کہ عمل شارع سے طعام فاتحہ سامنے رکھ کر پڑھنا ہاتھ اٹھا کر میت و اہل میت دونوں کیلئے دعائے کرم و رحمت کرنا پھر اہل دعوت کا بھی اسے کھانا کتنا ثابت السنۃ فاتحہ ہے مولانا حبیب اللہ حکماً حکیم جی کو یہی سمجھانے لگے تو حکیم اللہ دیا بولے کہ بعض لوگوں کی ہمت سوال حضرت سے جو نہیں پڑتی مجھے خدمت میں گستاخ دیکھ کر پوچھنے پر مجبور کرتے ہیں اس لئے تحقیقاً دریافت کرا دیتا ہوں۔

بعض روایات دیگر مریدین

(۹/۱۱) میرے برادر روحانی جناب مولانا محمد حلیم صاحب فضل رحمانی مونگیری صاحب نے کہا کہ صاحبزادے صاحب (مولانا احمد میاں صاحب) نے فرمایا کہ آج گیارہویں شریف ہے مولوی یوسف علی بیگ صاحب بھوپالی نے بتاشے منگوائے ہیں آپ (مولانا بابا) نے فرمایا بتاشے لاؤ ہم فاتحہ کر دیں فوراً ہاتھ اٹھائے کچھ پڑھکر فرمایا کہ اس کا ثواب ہمارے نانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچے دو تین بتاشے خود کھائے اور تقسیم کا حکم فرمایا (یہ مضمون اضافہ ارشاد رحمانی صفحہ ستاون میں مرقوم ہوا ہے)

(۱۱/۱۲) نواب نور الحسن خاں صاحب رحمانی بھوپالی نے کہا کہ ایک بار حضرت سے فاتحہ کرنے کو ایک صاحب نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے قربانی ذبح کی اس وقت فرمایا کہ یہ میری امت صلى الله عليه وسلم کی طرف سے ہے
نوٹ: اسرار محبت صفحہ ۵۵ پر یہ درج ہے (۱۱/۱۲) نواب صاحب مذکور نے کہا کہ ایک بار سند فاتحہ کی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے عنایت فرمائی کہ ایک صاحب نے کنواں بنایا اور کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ نوٹ: یہ صفحہ ساٹھ اسرار محبت پر درج ہوا ہے۔

روایات تجمل حسین صاحب

(۱۳) سلسلہ بے ربط نہ ہو جانے کی وجہ سے مولوی تجمل حسین صاحب بہاری کی روایات کو بھی ملاحظہ کریں بہاری صاحب نے کتاب فضل رحمانی صفحہ چھیالیس ملفوظ چہل میں راقم مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھنوی نے بھی فرمایا کہ ایک روز گیارہویں کی نیاز کا ذکر آیا آپ (مولانا بابا) اس وقت اسی مسجد تانبہ سیوسیات میں تشریف رکھتے تھے اتفاقاً گنڈیری والا آگیا آپ مولانا بابا نے خرید فرمایا اور فاتحہ پڑھا سب کسی کو ایک ایک سیب (راقم بخلا) بھر دیا اور فرمایا سکھا دے کھا (۱۳) کمالات رحمانی صفحہ ۵۹ انسٹھ۔ راقم الحروف (بہاری صاحب مذکور) سے بھی حضرت قبلہ مولانا بابا نے فرمایا تھا کہ مٹھائی پر فاتحہ کرکے بچوں کو بھی کھلانے و بزرگوں کی روح خوش ہوتی ہے۔

جھوٹی خبر وصال مولانا بابا

(۱۲/۱۴) مولانا حافظ سید ابوسعید صاحب فضل رحمانی راقم کہ حضرت مولانا بابا کے دوسرے فرزند کے واقعہ کوائف پر پھر توجہ کیجئے موصوف حضرت سید محمد عرف سیاد میاں صاحب قدس سرہما جو سید الشتی بانسبت مجذوب پابند شریعت ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھارویں برس ۱۲۷۱ھ میں پردہ فرما گئے گر دو اس اول نے یہ اڑا دیا کہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ پردہ فرما گئے ملیح آباد یہ خبر پہونچتے ہی نواب محمد علی خاں تعلقدار و مرزا رمضان علی بیگ و نسیم خاں و علو پور کے عبدالمجید خاں صاحبان وغیرہ مریدین بے تابانہ آستانہ آئے فقیر ابوسعید کے بڑے بھائی چودھری محمد عظیم صاحب فضل رحمانی تعلقدار سندیلہ سے اور مجھ فقیر سے اول ملاقات پر ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے کھانے کے اہتمام میں آپ لوگ ہیں کیا

ہمارے پیرو مرشد ہم میں نہ رہے چودھری صاحب نے کہا کہ الحمد للہ مولانا بابا
بوجہ ذوق تشریف رکھتے ہیں یہ آپکے فرزند اصغر سید محمد صاحب علیہ الرحمہ کا فاتحہ
ہے میں نے کھانیکا اہتمام حضرت قبلہ کی اجازت سے کیا ہے اندرون مسجد قرآن خوانی
تھی کہ یہ لوگ شریک ہوئے اتنے میں مولانا بابا بھی تشریف لاکر قرآن خوانی فرمانے
لگے پھر ماحضر یعنی خمیری روٹی دال میں پڑا گوشت اور پلاؤ روبرو لایا گیا مولانا بابا نے
اس پر فاتحہ دیکر خود نوش کیا اور حکم تقسیم دیکر فرمایا کہ جس کے مرنیکی خبر آتی ہے
عزادار کر دیا کرتا ہے پھر فرمایا ختم قرآن اور اگر مقدرت ہو تو کھانا پکاکر فاتحہ کرے
باقی قرض لیکر کبھی فاتحہ نہ کرنا۔

فاتحہ چہلم مرشد قبلہ دہلوی (۱۲۵/۱۴۰) فقیر ابو سعید کے پیر بھائی مولانا حاجی
شاہ نیاز احمد صاحب فضل رحمانی فیض آبادی کانپور مجھ سے ملے کہا کہ آستانہ جارہا
اطلاع ملی ہے کہ حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ کا فاتحہ چہلم مولانا بابا کر رہے ہیں تم
بھی ہمراہ ہو کر آستانہ پہنچا معلوم ہوا کہ تعلقداران اسیون نواب وصی الزماں و نواب
خلیق الزماں صاحبان فضل رحمانی بھی آئے ان لوگوں نے کچھ جانمازیں اور کپڑے
تھان مولانا بابا علیہ الرحمہ کو پیش کئے کہ یہ تقسیم کیلئے قبول فرماکر ہم کو سعادت فاتحہ چہلم
جلسے اس کے لئے سولہ صفر ۱۳۱۰ھ مقرر ہوئی ہے ہم دونوں نے خدا کا شکر کیا
ایک روز قبل آگئے صبح سے قرآن خوانی کا سلسلہ رہا طعام فاتحہ زردہ۔ پلاؤ خمیری
روٹی چنے کی دال میں پڑا گوشت پک کر پیش کیا گیا ساڑھے ختم قرآن ہوئے مولانا بابا
نے ماحضر پر فاتحہ دیکر ایصال ثواب کیا اور ہم دونوں و تعلقداران مذکور و دیگر
مریدین کے ساتھ خود نوش فرمایا اور حکم تقسیم دیکر یہ فرمایا کہ نصف جانمازیں اور
نصف کپڑا یہاں تقسیم کرو بقیہ دہلی نواب صاحب کو بھیجدو۔

عرس مرشد قبلہ (۱۲۶/۱۴۰) مولوی عبد السبحان و مولوی سید شاہ کمال صاحبان
رئیس پٹنہ سٹی مولانا محمد عمر صاحب ولایتی مدرس اول مونگیر و مولانا عبد الشکور صاحب

سال ہرگانواں عظیم آباد مریدین حاضر آستانہ آئے عرض کیا کہ خیال ہوا کہ کل سات
محرم سے حضرت مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہٗ کا آستانہ پر عرس ہوگا مولانا قدس سرہٗ
نے فرمایا کہ ابھی ابھی نواب شرف الدین اور حکیم لطف الرحمن رمنا باغ پٹنہ ہمارے
نیاز احمد فیض آبادی و حافظ سید ابو سعید بھی یہی سمجھ کر آگئے ہیں لیکن عرس کا صحیح
حق تو مقامی سجادہ آستانہ کو ہے مرشد قبلہ کے نواسے صاحب دہلی میں عرس مذکور
کرتے ہیں نواسہ صاحب نے ہم کو بھی لکھا تھا مگر ہم نہ جا سکے ہمارے مرشد قبلہ اپنے پیر و مرشد
حضرت خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب کا اس لئے سالانہ فاتحہ شیر برنج پر کر لیتے تھے
خواجہ محمد ضیاء اللہ اور ان کے پیر و مرشد قبلہ عالم پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد زبیر
صاحبان دونوں قدس سرہم کا سرہند میں سالانہ عرس ہوا کرتا ہے پھر علیحدہ دو دو عرس
ہم لوگ ایک وقت میں کریں بلکہ ہم بھی اپنے پیر مرشد کی طرح ان حضرات کا بھی اور
اپنے مرشد دہلوی کا بھی سال تاریخ وصال پر سالانہ فاتحہ شیر برنج پر کر لیا کرتے
ہیں پہلے ہم سرہند کے عرسوں میں شرکت کو جایا کرتے پھر نواسہ صاحب نے جب سے
دہلی میں عرس آفاقی شروع کیا ہم بھی شریک ہوتے رہے اب ہمارے احمد میاں
شریک دہلی جاکر ہوتے ہیں ہم یہاں سالانہ فاتحہ کر دیتے ہیں چنانچہ دوسرے روز
شیر برنج چینی کے پیالوں میں لاکر رکھی گئی اوّل مولانا بابا نے اس پر پانچ احادیث
پڑھیں پھر شاہ نیاز احمد صاحب و فقیر ابو سعید اور مولانا محمد عمر ولایتی و مولانا
عبد الشکور صاحبان نے چہار قل و سورۂ فاتحہ کے ساتھ ختم پڑھا مولانا بابا نے
فاتحہ دیکر نصف پیالہ شیر برنج کھاکر سید شاہ کمال صاحب کو دے دیا اور حکم
تقسیم دیا (۱۲۷/۱۴۰) ایک بار حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی مولانا ظہور الاسلام
و مولانا نور محمد صاحبان مریدین آستانہ آئے فقیر ابو سعید سے پوچھا کہ مولانا بابا دہلی
عرس میں تشریف لے جائیں گے جواباً میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے کچھ ہی دیر میں
یہاں طلبی ہوئی مولانا بابا نے فرمایا کہ تمھارے ہم وطن کہاں ہیں بلاؤ ... حاضر

مرتل اللہ خاں و حکیم اجمل خاں و حکیم اللہ دیا صاحبان حاصل ہوئی جب دادا میاں
علیہ الرحمہ عرس آفاقی میں مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب کو بھیجنے لگے تو تیس بار
یہ شرف ہمراہی و شرکت حاصل ہوا۔

عرس کو فاتحہ کا فرق

(۱۲۸/۱۲) مولانا حکیم رشید النبی عظیم آبادی مولانا ظہیر احسن شوق
نیموی (مؤلف آثار السنن) صاحبان مرید ہونے آستانہ آئے بعد عصر ہر دو صاحبان
کو مولانا بابا نے بیعت فرمایا مولانا ظہیر احسن صاحب نے پوچھا کہ عرس سے اگر ایصال ثواب
مقصود ہے تو سال وصال کے دن کی قید کیوں ہے کیا کسی اور دن نہیں ہو سکتا۔ حضرت
مولانا بابا نے اول زبانی حدیث سنائی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ کان یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم
بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هكذا يفعلون۔
(ترجمہ) رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اُحد کے سال وصال کے پہلے دن قبور
شہدائے اُحد پر تشریف لاتے اور سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ
عُقْبَى الدَّار۔ پڑھتے اسی طرح خلفائے اربعہ بھی اسی معمول بنائے رہے۔ پھر
مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تفسیر کبیر کی یہ حدیث سال وصال کے اول دن کی قید
سے شہدائے احد کی قبور پر آمد کی کیا وجہ رکھتی ہے سوچو تو۔ لوگ ساکت رہے تو فرمایا
کہ وہ ہے سنو رسول موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نکتہ کے ماتحت یہ عملی
درس دیا کہ روزمرہ کے فاتحے عام درجہ رکھتے ہیں۔ مگر بزرگوں کی خاص مسرت وصل
الٰہی اور الطاف ربانی سے سرشاری کا دن چونکہ یہی روز وصل ہے یہ دولت کسی
اور دن میں اس یوم وصل کے سوا حاصل نہ ہو سکی اس لئے بزرگوں کے روز وصل ر
بارش کرم و رحمت میں شریک ہو کر نذرانۂ ایصال ثواب پیش کر کے فیض مخصوصی سے
فیض یاب ہوتے آتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ تم اپنے کسی مخصوص کو کسی کے ذریعہ کوئی تحفہ
ملے یوم مسرت میں بھجوا دو تو اس کے باوجود شکایت نہ آنے کی برقرار رہیں۔ اسی ہے

آئے، تو ارشاد فرمایا کہ عمر کا کیا اعتبار تمہاری کیا رائے ہے اگر اس سال
عرس مرشدی کی شرکت میں جائیں نواسہ صاحب ہمارے نہ جانے کی وجہ
ہیں شاہ نیاز احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضور کو عرصہ ہو گیا اس لئے نواسہ
یاد کرتے ہیں ہم لوگوں کو بھی ہمرکابی کا شرف بخشا جائے فرمایا آج ٹھہر
پھر آپ نے صبح کا درس حدیث دیا عصر سے قبل منشی امتیاز علی صاحب کاکوروی
اور سید شاہ کمال صاحب رئیس پٹنہ ہر دو مریدین آ گئے منشی صاحب نے کچھ کمبل
کے اور شاہ کمال صاحب نے کچھ گرم چادرے حاضر خدمت کئے فرمایا
حفاظت سے رکھو ہم تیسری محرم کو کل دہلی عرس مرشدی میں چلیں گے یہ تم
خوب لائے حضرت مرشد بہت خوش ہوں گے اگر چاہو تو دہلی چل سکتے ہو چنانچہ
یہ سب مذکورہ مریدین مولانا بابا کے ساتھ دہلی پہونچے اولاً حکیم محمود حال صا
نصل رحمانی دہلوی کے وہاں حضرت نے قیام کیا پھر نواسہ صاحب کی خدمت
میں پہنچکر کمبل و چادرے پیش کئے اپنی ذاتی نذر نقدی میں گزاری ہم سب
یکے بعد دیگرے اپنی نذریں نواسہ صاحب کو پیش کیں، نواسہ صاحب نے
دن صبح سے قرآن خوانی کرائی ۹ بجے صبح ماحضر شیرمال کباب خمیری روٹی بر
نماسکی فیرنی پر فاتحہ عرس مولانا بابا سے کرا کر اول خود مولانا بابا اور ہم لوگ
کے ساتھ کھا کر تقسیم کرایا۔ یہ قابل ذکر امر ہے کہ بارگاہ آفاقی پہونچکر مولانا بابا کے
یہ عالم تھا کہ دوزانو بیٹھے اکثر باب حجرۂ استراحت پر مراقب رہتے کسی سے بات
نہ کرتے پھر بوقت واپسی اس قدر حالت اشکباری رہی کہ قطرات اشک ریش
مبارک پر آ جاتے دہلی سے روانگی کے بعد بھی یہی حالت کچھ دور تک رہی سب کو
یہ احساس ہو گیا کہ بظاہر حاضری آپکی آخری ہے۔ چنانچہ حضرت کا پھر دہلی جانا
کسی سے مسموع نہ ہوا فقیر ابو سعید اور مولانا نیاز احمد صاحب فیض آبادی کو قبلہ مولانا
انصار میاں صاحب کی ہمرکابی میں چھ بار عرس آفاقی میں شرکت کی سعادت ملی۔

لیکن اگر خود کسی کے یوم سرور میں جاکر شریک بھی ہو اور تحفہ بھی دو تو یہ اس کے لئے کتنا
قدر و اہم ہوتا ہے پس یہی عرس خاص اور عام فاتحے کا فرق ہے۔ مشائخ نے عمل رسول و
خلفائے اربعہ کے اس عمل کے راز کو سمجھ کر اپنایا۔ یاد رکھو یوم وصال پر جو عرس منعقد
ہوگا وہی حقیقی عرس ہے۔ حاضرین اس تشریح پر بے خود ہو گئے۔

فتوئی عرس | (۱۲۹/۱۸) اس جلسہ میں مولانا حکیم خلیل الرحمٰن فضل رحمانی پیلی بھیتی بولے
انھوں نے عرض کیا کہ حضور تحریر فرماویں تو عین نوازش ہے آپ نے فقیر ابو سعید سے قلم
طلب فرما کر تحریر فرمایا: "در شرع تخصیص ایام از احادیث کثیرہ ثابت است و تعین روز
بنا بر حدیث شریف ارزانی رسالتمآب بر قبور شہدائے احد بہ اول روز وصال واز عمل خلفائے
اربعہ متفق علیہ شدہ معمول مشائخ کبیرہ گشتہ در ہمعات ملا شاہ ولی اللہ دہلوی نوشتہ از یں
جاست حفظ اعراس مشائخ دمو اظبت زیارت ایشاں والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ
دادن برائے ایشاں واللہ اعلم بہ یہ فضل رحمٰن محمدی۔ چہارم شعبان ۱۳۰۵ھ" حاضرین اور
فقیر ابو سعید نے اس فتوے کو نقل کر لیا۔ (۱۳۰/۱۸) ایکبار حضرت تذکرہ بزرگان فرما رہے تھے
مولانا ذو الفقار احمد صاحب ادیب جو پالی جو مرید ہو چکے تھے نے سوال کیا کہ کیا بر اولیا کی
ارواح عالیہ بھی کیا عرس بزرگان میں شرکت کیا کرتی ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ارواح
مومنین بحکم الٰہی جہاں چاہیں آنے جانے کی مختار رہا کرتی ہیں چونکہ عرس کا دن بہت بابرکت
ہوا کرتا ہے ارواح قدسیہ یہاں بھی شرکت کیا کرتی ہیں چنانچہ ایک بزرگ نے دیکھا جو
ہم نے فرمایا وہ یاد نہ رہا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت اویس قرنی و حضرت
خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند و حضرت جنید بغدادی قدس سرہم تشریف لئے جا رہے
ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے عرس میں جا رہے ہیں
اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ خرد صاحب
حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہم کا عرس کیا کرتے تھے نیز قبلہ عالم شاہ
محمد زبیر صاحب کے عرس میں حضرت شاہ غلام علی صاحب خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی

قدس سرہم جایا کرتے تھے جو خصوصی برکات صاحب آستاں کے مزار پر عرس کے
مخصوص ہوا کرتے ہیں وہ اور جگہ حاصل نہیں ہوتے اس لئے یہ بزرگان بھی شرکت
کیا کرتے۔ (۱۳۱/۱۸) مولانا محمد فاروق صاحب رحمانی در بھنگوی نے قصیدۂ غوثیہ
سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ۔ موقعہ کی مناسبت سے پڑھنا شروع کیا
مولانا بابا علیہ الرحمہ کے آنسو ٹپکتے رہے پھر آہ آہ دو بار بلند آواز سے جوش میں فرمایا
اور ارشاد کیا اسی لذت وصل کے لئے عاشق راہ حق اپنا نذرانۂ جان دینے گلا کٹوانے
لٹنے پر بخوشی طیار ہوتا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ یہ مخصوصان حق کا حصہ ہے مولانا
قدس سرہٗ نے بگڑ کر فرمایا کہ شریعت کا حکم مخصوص اور منحوس سب کے لئے یکساں ہے
تم کیا سمجھ سکتے ہو کہ اس موت کے پل سے جو حبیب کو محبوب سے ملاتا ہے گذرنے والا
خدا کے وہاں کس منزل میں ہے اور اس کا وصل کس منزلت کا ہے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ
زیارت قبور سنت ہے انفرادی طور ہو یا اجتماعی طور پر ہو اسیطرح قرآن خوانی مسنون ہے
دیسے ہی ایصال ثواب سنت ہے اس خاص یوم وصل کے دن کی زیارت سنت ہے
ایسی ہی بہا چار سنتوں کے مجموعہ کا نام عرس ہے۔ (۱۳۲/۱۹) چودھری عبد الصمد صاحب
رحمانی رئیس سندیلہ نے کہا کہ عرسوں میں لوگ دوکانیں وغیرہ لگا لیتے ہیں منفعت اٹھانے
کے لئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جامع مسجد دہلی کے عام جمعہ کو اور جمعۃ الوداع کو
خاص طور سے لوگ جامع مسجد کے باہر ضروریات و فضولیات کی دوکانیں لگا لیتے
ہیں ان کی وجہ سے تمہارے ادائگی جمعہ میں کوئی فرق جب نہیں آیا تا خواہ تم بعد جمعہ کچھ
خریداری بھی کر لو تو عرس میں فرق کیسے آسکتا ہے۔ اتنے میں حاجی عبد الغفور خاں صاحب
رحمانی رئیس بسرامپور ضلع گیا حاضر آئے مولانا بابا قدس سرہٗ نے ان سے پوچھا کہ تم
حج کو گئے تھے وہاں ضروری اور غیر ضروری اشیاء کی لوگ دوکانیں لگائے رکھتے
ہیں تم نے حج بھی کیا اور کھانے پینے اور اوڑھنے کی چیزیں یا تحائف خریدے
تو کیا حج میں کوئی فرق آگیا اسیطرح عرس ہے کہ زائر زیارت قبور و قرآن و کلمہ خوانی

وایصال ثواب کے لئے حاضر آیا اب اگر اس نے فراغت کے بعد کھانے پینے یا تحفہ
کچھ خرید لیا تو اسے کون روک سکتا ہے سوال ہوا کہ لوگ بلاوجہ کا مجمع کر لیتے ہیں
قدس سرہٗ نے فرمایا تمہارا سوال خود ہی جواب ہے بلاوجہ کا مجمع اگر تم لگاتے ہو تمہارا
قصور ہے قرآن وکلمہ و درود خوانی کے لئے اجتماع جس تعداد میں ہوگا اتنا ہی ز
ثواب تم کو ہے اور صاحب قبر کو بھی ہے ایصال ثواب وزیارت کا بھی مجمع
کے لئے مسنون ہی رہیگا۔ (۱۳۲/۲) سوال ہوا کہ بعض لوگ سیر و تفریح کے لئے
ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جیسی نیت ویسا پھل اگر زائر قرآن خوانی
ثواب وزیارت قبر کے لئے آیا ہے بلاشبہ یہ مسعود ومحمود ہے اگر کوئی صاحب
کے بجائے تفریح و سیر بازار کے لئے آیا ہے مردود ہے۔ (۱۳۴/۲۱) چودھری
رحمانی سندیلوی نے پوچھا کہ آپ کے بعد سیوم و چہلم اور آپ کا عرس ہوگا۔ مولانا
بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فاتحہ کی پہچان کے لئے تیسرے دن کے فاتحہ کو سیوم
کم و بیش چالیس دن کے فاتحہ کو چہلم نصف سالہ فاتحہ کو چھ ماہی اور پورے سال
فاتحہ کو سالانہ یا برسی کہتے ہیں یہ فاتحہ کے تقسیمی ٹکڑے ہیں اصل تو فاتحہ
مسنون تو یہ بھی مستحب تم کو کیوں تکلیف ہو۔ چودھری صاحب نے کہا کہ لوگ قرض
ان ایام میں فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں کا کرتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فر
شریعت کی پابندی بڑی چیز ہے صحابہ کو دیکھو جان تک نثار کر دیتے تھے مگر شریعت
کے خلاف سے اتنا ہی کرتے جتنی مقدرت ہوتی اگر مقدرت ماکولات ہو تو کھانا کرے
ورنہ قرآن خوانی سے ایصال ثواب کر دے مقدرت نہ ہونے پر قرض لے کر سیوم
کرنا فعل صحابہ نہ تھا بلکہ ہم نے وزیر علی شاہ بانگرموی کو یہی حکم شریعت بتایا
ان کے بیٹے نے مقدرت نہ پا کر فاتحہ سیوم قرآن خوانی سے کر لیا مگر کسی سے سوال
کیا نہ قرض لیکر کیا گنجائش طعام کی ہو تو ہمارے ورثا مختار ہیں ورنہ قرآن خوانی
فاتحہ سیوم و چہلم میں ہمارے لئے کر دیں پھر فرمایا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جا بجا

بیٹے پیر کا عرس کرنے لگے ہیں یہ نہ ہو جب کوئی نے مرز فضل رحمن کا انتقال ہو
قادر یا علی بخشے جانے سے زائد کچھ نہ کرے کیونکہ عرس کا حق صاحب آستان ۔۔۔
کہے پھر دوسرے کیوں کریں یا عرس جیسیں لہو و لعب کا خطرہ ہو ہمارے وہاں شہر ہو مولانا
بیٹے پھر ادھر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اور بزرگوں کی طرح آپ کا بھی عرس ہوگا مولانا بابا
احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا زیارت قبور قرآن خوانی ایصال ثواب کے سوا کچھ نہ کیا جائے۔ اور مقامات جب
قدس سرہٗ نے فرمایا ۔۔۔ ہمارے وہاں بیا ہرگز نہ ہو۔

مولود شریف سنت الاصل ہے

(۱۳۵/۲۲) فقیر ابو سعید اور بھائی شاہ نیاز احمد صاحب
بعد ظہر حاضر تھے دادا میاں علیہ الرحمہ درس حدیث دیکر فارغ ہوئے تو قاضی
حسن صاحب رحمانی بدایونی نے مولود شریف کا استفتا پیش کیا دادا میاں قدس
سرہٗ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔ مولود شریف تخصیص ایام و تقسیم شیرینی و طعام کے ساتھ
ہمارے سلسلہ اور میرے مشائخ کبار کا متفقہ معمول ہے تفسیر روح البیان
میں حافظ حدیث امام ابن حجر علیہ الرحمہ کا فتویٰ منقول ہے وقد استخرج له الحافظ
ابن حجر اصلاً من السنة وکذا الحافظ السیوطی وَرَدَّ علی انکارها ان
عمل المولد بدعة مذمومة علامہ ابن حجر اور حافظ حدیث امام سیوطی نے
اس قول کو کہ مولود شریف کرنا بدعت مذمومہ ہے باطل کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مولود
شریف سنت الاصل ہے۔ دولت سیرت شامی میں ابو عبد اللہ بن ابو محمد نعمانی سے
منقول ہے کہ میں نے شیخ ابو موسیٰ زرہونی قدس سرہٗ جیسے ابدال وقت کو یہ فرماتے سنا
انھوں نے محبوب رب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھکر مولود شریف کی بابتہ
پوچھا تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِهٖ۔ جس نے ہم سے فرحت
دیا ہم نے اس سے فرحت و سرور کیا۔" امت کے لئے یہ فرمان خضر راہ ہے وهذا علم
شاہ میاں محمدی سجادہ نشین نے چار رجب سنہ ۱۳۱۶ھ قاضی حبیب حسن صاحب نے شاہ
بابا کے فتوے پر لکھنے کو کہا شاہ صاحب کو ادب مانع ہوا دادا میاں

صاحب نے فرمایا میاں نیاز احمد تم اور حافظ سید ابو سعید بھی لکھدو۔ تعمیل حکم پر [illegible]
صاحب نے لکھا حضرت قبلہ کا یہ فتویٰ موجب تقویٰ باعث فلاح دنیا و عقبیٰ کا ذریعہ
حسنات عظمیٰ اسباب مسرت صاحب شفاعت کبریٰ ہے۔ نیاز احمد فضل رحمانی فیض [illegible]
پھر میں نے لکھا الجواب ھو الصواب آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ سید ابو سعید فضل [illegible]
ایرانی۔" (١٣٦/٢٢) ایکبار مولوی وحید احمد صاحب رحمانی ردولوی نے عرض کیا [illegible]
میں بعض لوگ مولود شریف پر معترض ہیں آپ کچھ لکھدیں دادا میاں قبلہ علیہ الرحمہ [illegible]
فاضل بریلوی برادر گرامی مولانا احمد رضا خاں صاحب مولانا بابا قدس سرہما کی [illegible]
آئے تو موصوف نے مولود شریف کے بابتہ سوال کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ پہلے [illegible]
خود بھی عالم ہو فاضل بریلوی صاحب نے کہا کہ میں تو مولود کو مستحب جانتا ہوں
مولانا بابا صاحب نے فرمایا لیکن میں مولود شریف کو سنت جانتا ہوں کیونکہ صحابہ
اپنے گھروں میں اہل و عیال و قوم والوں سے یہی تو کہا کرتے تھے کہ آنحضور [illegible]
عالی خاندان میں پیدا ہوئے اس طرح پیدا ہوئے اس دن پیدا ہوئے خدا نے آپ پر [illegible]
آثار اور یہ فضائل عطا کئے اپنا محبوب بنایا معراج سے نوازا۔ اسی ذکر اجمالی کی تفصیل
اب ہم مولود میں بیان کرتے ہیں۔" یہ ارشاد خود مشعل راہ ہے فقیر احمد میاں سجادہ نشین
پانچ شعبان ١٣٧١ھ۔ یہ نقول فتاوی میں نے محفوظ کر لیں۔

تخصیص یومی سے ذکر ولادت (١٣٧/٢٤) ایکبار کچھ خواص علماء کا مجمع تھا
مولانا ظہور الاسلام و مولانا نور محمد صاحبان فتحپوری مولانا التفات احمد صاحب
لسواں فتحپور شیخ احمد علی عرب مولانا احمد حسن صاحبان کانپوری وغیرہ کا تھا کہ مولانا
محمد اکرم صاحب و مولانا سعادت حسین صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ دونوں مرید ہونا
آگئے کر خواہش بیعت کی تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پہلے اپنی دنیاوی بھوک مٹاؤ
گھر سے ماش کی دال باجرے کی روٹی منگا کر کھلائی بات بھی یہی تھی یہ لوگ رات سے
بھوکے رہتے تھے اس پر یہ حضرات اور بھی معترف ہوئے پھر ان دونوں کو حج [illegible]

[illegible] درس بخاری شریف دیا مولانا احمد میاں صاحب نے پڑھا بعد فراغت شاہ محمد خاں
قائم گنج ضلع فرخ آباد نے کہا کہ دور رسالت میں یوں تو ذکر ولادت اور بیان واقعات
بیانات ہوتا رہا مگر خاص یوم پیدائش میں ذکر ولادت جو اس دور میں رائج ہے کوئی ثبوت
نہیں رکھتا علما ان کو سمجھانے لگے یہ اطلاع مولانا بابا علیہ الرحمہ نے پاکر فرمایا کہ علم
کی کمی خود بڑی گمراہی ہے پھر آپنے زبانی یہ حدیث سنائی عن ابی الدرداء
[illegible] مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت عامر الانصاری وکان
یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام لابنائہ وعشیرتہ ویقول
[illegible] هذا الیوم فقال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ فتح
علیک ابواب الرحمۃ والملائکۃ کلہم یستغفرون لک من فعل
فعلک نجا نجاتک۔ امام جلال الدین سیوطی اپنی جامع التنویر میں راوی کہ
[illegible] ابو درداء آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عامر انصاری کے
[illegible] گذرے کہ عامر انصاری اپنے خاندان اور قوم والوں کو واقعات ولادت
[illegible] علیہ الصلوۃ والسلام سنا رہے تھے اور یوں آگاہی دیتے جاتے تھے کہ وہ مبارک
[illegible] آج کا دن ہے وہ مبارک یوم ولادت آج کا دن ہے پس سراج منیر صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رحمت کے دروازے کھول دیے اور تمام
فرشتے تمہارے واسطے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں جو کوئی تمہارا جیسا کام کریگا
[illegible] تمہاری جیسی نجات پائیگا۔ بابا نے فقیر ابو سعید کو حکم دیا کہ جامع التنویر لا کر سناؤ
[illegible] احمد حسن کانپوری صاحب کو بھی حدیث سنائی۔ مولانا بابا نے فرمایا میاں
[illegible] سعادت حسین و سید ابو سعید تم نے بھتیروں کو پڑھایا ہے اس قائم گنجی
[illegible] کو بھی پڑھاتے ہمارے امام تو ایک ایک آیت یا حدیث سے نہ جانے کتنے مسئلے
[illegible] نکالتے تھے یہ جامع حدیث سب امور کا مجموعہ ہے حدیث پر جتنا غور کرو اسکے
[illegible] لئے ایسا ذات رسالت کی موجودگی بھی ہے تخصیص یوم ولادت کا

ذکر بھی ہے ذکر اتفاقی بھی نہیں خاصکر ذکر ولادت ہی ہو رہا ہے ایک انصاری صحابی کا
فعل بھی ہے قوم انصار کا مجمع سامعین سے ہے اسمیں کتنے ہی صحابی ہونگے اس مجلس
انصار و پیدائشی اذکار کو احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرما کر حسن قبول بخشے
نوید رحمت و مغفرت دیتے پھر جو کوئی تمہارا جیسا کام کریگا تمہاری جیسی نجات پائیگا
ضمانت دینی سنگ میل اور باعث نجات ہونے کی دیتے ہیں کون امتی اس فرمان پر
سب کچھ قربان نہ کر ڈالیگا حضرت کی اس توجہ سے حاضرین بیخود تھے کہ شاہ محمد خاں نے
قدمبوس ہوکر معافی مانگی پھر مرید ہوکر کہا کہ میں لوگوں کے بہکانے سے بہت بڑا اپاجی
ہو چکا ہوں دعا فرمائیے ناجی بن جاؤں مولانا بابا نے ذرا دیر مراقب ہوکر فرمایا جس
قدر ہو محبت رسول بڑھاؤ ہم نے دعا کر دی ہے خدا پاجی کے بجائے حاجی کر دیگا
اس کرامت کا دوسرے سال یہ ظہور ہوا کہ شاہ محمد خاں نے حج کر لیا مجھکو مبارکباد لکھی

فرائض عشق ومحبت

(۱۳۸/۳۵) اس جلسہ میں مولانا سعادت حسین صاحب
مذکور نے علماء سے کہا کہ احکام ومسائل کی احادیث کے علاوہ ہر ہر معمول رسول کی
اس کثرت سے احادیث پر پیر ومرشد کو حفظ وعبور ہے کہ ورق ڈیڑھ ورق زبانی معمولات
کے سنا دیتے ہیں یہی مولانا بابا کی واحد فضیلت محققوں پر ہے اتفاق سے مولانا بابا
علیہ الرحمہ نے یہ سن لیا حاضرین سے فرمایا کہ اگر تم محبت کے مدعی ہوگے تو محبوب کی ہر ہر بات کا
پتہ تمہارا فرض عشق ومحبت رکھیگا پس ہم بھی اپنے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی ہر ہر بات کی کھوج رکھکر فرائض عشق ومحبت ادا کرتے ہیں ورنہ اس کے بغیر
عشق کہاں عشق ہے۔

موجودگی روحانیت وجہ قیام ہے

(۱۳۹/۳۶) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ تفسیر
قرآن کا درس دے رہے تھے کہ تفسیر روح البیان میں آیا وَعِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہِ الشَّرِیْفَۃِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْضُرُ رُوْحَانِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مولانا بابا نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت کھڑے ہوکر باادب سلام پیش کرنے کی

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بوقت ذکر ولادت آنحضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت موجود رہا کرتی ہے (۱۴۰/۳۷) اسی ذکر میں مولانا بابا قدس سرہٗ
نے فرمایا کہ خطبۂ دلائل الخیرات میں یہ حدیث مرقوم ہے اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ
مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِھِمْ۔ (نور من نور اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنے اہل محبت کو جانتے اور ان کے درود وسلام
خود سنتے ہیں اور غیر محبت والوں کے درود ہم کو ملائکہ پیش کرتے ہیں) پھر غیر محبت
والا بننا کون مسلمان گوارا کرے گا اس لئے محبت وعظمت سے درود وسلام
پیش کیا کرو تاکہ اہل محبت میں داخل رہو غیر محب نہ ٹھہر سکو۔

سلام پر نکتہ لطیفہ

(۱۴۱/۳۸) فقیر ابوسعید کو سعادت درس قرآن میں آیت
آئی کہ سلام ہو ان پر جس دن وہ (حضرت یحییٰ) پیدا ہوئے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ مجھے عرض کیا حضور اعلیٰ ہی ارشاد فرمائیں آپ نے ارشاد کیا کہ قرآن دیگر
انبیاء کے تذکرے سنا کر اسی طرح تعلیم دیتا ہے کہ اہل اسلام ان دستور کریمی کو اپنے
رسول کے لئے اور بھی حسن احترام سے معمول بنائیں پھر آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین
حالتوں میں سلام بھیجا ہے پیدائش پر وصال پر پھر حشر میں اٹھنے پر ہم بھی اپنے
رسول کی پیدائش پر قیام سلام کرتے ہیں کیونکہ سلام میں پیدائش کا خاص
رخ خدا کا اختیار کرنا ہی اصل عظیم ہے تم کہہ سکتے ہو کہ یوم وصال پر بھی قیام کرو
مگر یہ اس لئے غلط ہے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روپوشی
کے بعد بھی آنحضور کو خدا نے اسی حیات کاملہ سے متصف اور انتظام عالم پر
خدا نے مامور کر رکھا ہے اس لئے بہرحالت درود وسلام بھیجتے ہیں اور مدینہ
طیبہ کی حاضری میں اور ذکر ولادت میں کھڑے ہوکر خصوصی سلام پیش کرتے ہوئے
تعمیل ربانی کرتے ہیں رہا حشر میں اٹھنے پر سلام تو بتوفیق الٰہی یہ سعادت حشر میں ملیگی۔

قیام سلام سنت ملائکہ ہے

(۱۴۲/۳۹) درس حدیث قیام میں حاجی مختار صاحب

رحمانی بلاسپوری (ڈاکٹر جمیل احمد صاحب رحمانی بلاسپوری) نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قیام ایسا ہی ضروری ہے تو جب آنحضور کے آنے جانے کا ذکر آئے قیام کیوں نہیں کرتے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بھائی سمجھ کی خرابی کا علاج کیا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم موجودات میں تشریف لانا چونکہ تمام جہانوں کے لئے نعمت عظمیٰ و رحمت کبریٰ ہے اس لئے آپ کے قدوم کلی پر بوقت ذکر ولادت قیام سلام سے توقیری نذرانہ پیش کرتے ہیں ہاں آپ کے قدوم جزوی پر اس لئے ایسا نہیں کرتے کہ قدوم جزوی کی سعادت تعظیم قیام ان لوگوں کے نصیب میں رہی جن میں آنحضور نے بود و باش و نشست و برخاست رکھی۔ اسکو یوں سمجھو کہ خانہ کعبہ میں باوجودیکہ تقاضائے تعظیم کی علت ہمہ وقت ہے۔ مگر کسی آنے جانے پر یا ادائے ارکان پر تعظیم کعبہ نہیں کرتے لیکن فقط طواف رخصت میں کعبہ کیطرف بلا پشت کئے الٹے پاؤں پھرنا خاص عمل رسول سے معمول ہوا اور ابتک اسی آنحضور کے قدوم کلی کی شان خصوصیت ہی عظیم ہے علماء نے قیام و سلام مستحب رکھا۔ (۱۴۳/۴۰)

پھر مدارج النبوۃ لانیکا حکم دیا وہ لائی گئی آپنے پڑھا کہ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ بیان ولادت میں راقم کہ شب ولادت میں بی بی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو کر بوقت ولادت مقدسہ ملائکہ نے صلوٰۃ و سلام پیش کیا قیام سلام ہی سنت ملائکہ ہے

فتوئے استحباب قیام (۱۴۴/۱) استفتا۔ کیا فرماتے ہیں محققان دین کہ معترضین قیام شامی کا حوالہ دیتے ہیں۔ وَھٰذَا الْقِیَامُ بِدْعَۃٌ لَا اَصْلَ لَھَا۔ جواب کافی مرحمت ہو چودھری نصرت علی رحمانی (تعلقدار سندیلہ) الجواب امام برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ قیام بدعت ہے اسکی اصل نہیں (وَھٰذَا الْقِیَامُ بِدْعَۃٌ لَا اَصْلَ لَھَا اَیْ اَیْ لٰکِنْ ھِیَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ لِاَنَّہٗ لَیْسَ کُلُّ بِدْعَۃٍ مَذْمُوْمَۃٌ)

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں ہوا کرتی معترض نے جو اصل عبارت کی جان تھی وہ اڑا دی ورنہ فقہاء کے قول کی تقہائی ہی ہے تشریح موجود ہے۔ دوسری انسان العیون میں یہ بھی مرقوم ہے کہ "امام تقی الدین سبکی جلسہ علماء میں بیٹھے تھے کسی نے نعت کے دو اشعار پڑھے تو امام سبکی نے قیام کیا بس اس قدر پیروی کو کفایت کرتا ہے پس مسلک مختار یہ ہے کہ علامہ برزنجی علیہ الرحمہ عقد الجواہر میں فتویٰ دیتے ہیں وَقَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِیَامَ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ الشَّرِیْفَۃِ اَئِمَّۃٌ ذُوْ رِوَایَۃٍ وَّ دِرَایَۃٍ۔ اہل درایت و صاحبان روایت اماموں نے ذکر ولادت بابرکت کے وقت قیام سلام مستحب قرار دیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جو امر قرون ثلاثہ میں ہوا وہی صرف جائز ہو اور جو قرون ثلاثہ کے بعد کوئی امر ہوا وہ بدعت ہے، ایسی ہوائی ہے جسکی نظیر نہیں پیر و مرشد سیدی خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب والد ماجد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب (قدس سرہما) اور فقیر احمد میاں خود مولود شریف مسنون الاصل اور اس کا قیام سلام مستحب مانتے ہیں معمول رکھتے ہیں واللہ اعلم شاہ احمد میاں محمدی گنج مراد آبادی چار ربیع الاول ۱۳۱۱ھ" یہ فتویٰ چودھری نصرت علی صاحب نے مولانا بابا کی خدمت میں پیش کیا آپنے تحریر فرمایا "قیام سلام مستحب و در معمول فقیر و مشائخ کبیر است موجب فیض و برکات می باشد۔ فضل رحمٰن محمدی" میں نے اور دیگر حاضرین نے اسکی نقلیں کر لیں۔

آنحضور کی اپنے مداحوں سے مسرت (۱۴۵/۴۲) ۔ نواب ارشاد علیخاں رئیس بھدیہ ضلع گیا نے سوال کیا کہ عام و خاص دونوں حالتوں کا ہمارا درود و سلام کیا آنحضور کی خوشی کا سبب ہوتا ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو کوئی محبت سے رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا مدحت سرا ہوتا ہے۔ آنحضور بھی اپنے موافق کرم اسکی طرف بڑھتے اور کافی مسرور ہوتے ہیں ہمارے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے اسکو فیوض الحرمین میں صاف کر دیا ہے

پھر حکم دیا کہ ہمارے نیاز احمد فیض آبادی سے کہو کتاب لاکر سنائیں انھوں نے سنایا
بَلْ كُلُّ ذِيْ كَبِدٍ يَشْتَاقُ اِلَى الشَّيْءِ وَيَتَوَجَّهُهُ اِلَيْهِ بِقَصْدِهٖ وَشَوْقِهٖ
فَاِنَّهٗ يَتَدَلّٰى اِلَيْهِ وَرَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْشَرِحُ
اَلسَّرَاحَاغِطْنَا لِمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدَحَهٗ ۔ شاہ صاحب دہلوی
اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں "میں نے صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ اس سے جو آپکی مدح کرے صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کرے
بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔"

مولوی محمد اسحٰق صاحب کا قیام (۱۴۶/۱۴۴) سید شاہ کمال صاحب فضل رحمانی
رئیس پٹنہ سیٹی نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب قیام نہ کرتے
تھے اگرچہ آپ کے ساتھ بھی مولود شریف میں گئے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا
کہ دو بار ہمارے ساتھ مولوی محمد اسحاق دہلوی مولود شریف میں گئے یہ وقت ان کی
طالب علمی کا تھا اگر شاہ اسحاق صاحب نے قیام نہیں کیا تو قیام مستحب کیسے نہ
رہ سکیگا جبکہ ملا ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے واضح کر دیا پھر حکیم عظمت حسین صاحب
رحمانی موتی ہاروی حجۃ اللہ البالغہ منگوا کر یہ عبارت سنا کر کہ: "یہ قیام مباح تھا
بدعت سیئہ نہ ہوا بلکہ بہ سبب مقرون ہونے نیت تعظیم شان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے مستحب اور مستحسن ہو گیا۔" فرمایا کہ یہ سند کو کافی ہے۔ فقیر سید ابوسعید
رحمانی نے یہ ذخیرۂ معلومات اس لئے محفوظ کیا کہ پیر و مرشد کی اصلاحی تعلیم و تبلیغی
تنقیح کے مجددانہ پہلو سے واقفیت عامہ فضل رحمانی برادری کو ہو سکے۔

نوٹ فی الحال اس مرتبہ مسودہ سے یہ تینتالیس کوائف پیش ہیں۔

سلام پر مشاہدہ تھانوی (۱۴۷) رسالہ النور میں مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی خود راوی کہ ایک شخص نے مولود کے سلام پر اعتراض کیا حضرت مولانا (بابا
علیہ الرحمہ) نے فرمایا ہاں بھائی قرآن کریم میں حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام
پر اللہ تعالیٰ کو سلام پڑھنے کیا ضرورت تھی وہ معترض لاجواب رہ گئے۔"

شہادات تجمل حسین صاحب (۱۴۸) کمالات رحمانی مطبوعہ رحمانیہ پریس محلہ مخصوص پورہ
مونگیر ۱۳۱۵ھ صفحہ اخیر ۶۹ سطر انیس ۱۹ پر مولوی تجمل حسین صاحب بہاری راقم ایکبار
فقیر نے حضرت قبلہ سے جواز مولود و قیام میں جو دریافت کیا تو فرمایا کہ اگر کوئی محبت سے
قیام کرے تو اٹھنے دو۔ چنانچہ ہم نے مونگیر میں مولود شریف کی مجلس قائم کی اور خود ہم نے
مولود پڑھا لفظ محبت کا، جو حضرت نے فرمایا تو فقیر کو جس شعر پر لطف آیا اوٹھ کھڑا ہوا
شاید گیارہ بار ہم کھڑے ہوئے قوم کو بار بار اٹھنا جبر ہوا شعر اس مثل کے تھے ؎

دشت یثرب میں ترے ناقے کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے

(۱۴۹) کتاب فضل رحمانی صفحہ ۱۳۹ شاہجہانی پریس بھوپال میں بہاری صاحب
راقم کہ جواز مولود شریف و قیام میں عرض کیا فرمایا کہ اگر کوئی محبت میں آنحضرت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اوٹھ کھڑا ہو تو کھڑا ہونے دو مت روکو۔ (۱۵۰) کمالات
رحمانی صفحہ ۱۲۹ پھر جب ہم خود حاضر ہوئے حضرت قبلہ نے معجزات آنحضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان فرمائے اس وقت ہم نے مثنوی جامی علیہ الرحمہ بسلسلۂ لذہب
جو ہم نے پڑھا تو آپ نے جوش و خروش میں آکر فرمایا کہ ایک مصرعہ ہم پڑھیں ایک تم
پڑھو ؎ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ ✲ اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَيْكَ
در سلام آمدم جوابم دہ ✲ مرہمے بر دلِ خرابم دہ۔

(۱۵۱) کتاب فضل رحمانی مطبوعہ انوار احمدی پریس لکھنؤ سنہ ۱۳۱۷ھ صفحہ ۳۸۔
ملفوظ چہل و چہارم۔ نور میاں (بھوپالی) نے ایک صاحب سے نقل کیا کہ غلام امام شہید صاحب
مرحوم کی جب وضع خلاف شرع تھی چھلے ہاتھوں میں اور حنا لگی ہوئی داڑھی بہت
مختصر تھی اس زمانہ میں حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان سے ملاقات ہوئی
حضرت نے ان کی وضع پر اعتراض فرمایا اور زجر کیا انھوں نے عرض کیا کہ میں کچھ

پڑھتا ہوں سن لیجے آپ نے فرمایا پڑھو انھوں نے خوش الحانی سے مولود شریف پڑھا حضرت نعت سنکر بیتاب ہو گئے اور اسقدر روئے کہ وہاں کی زمین تر ہو گئی جب وہ پڑھ چکے تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے (۱۵۲) کمالات رحمانی صفحہ اکیاون سطر بہاری صاحب راقم کسی نے مولانا بابا سے کہا کہ مولود مروجہ میں بہت واہی تباہی مضامین پڑھکر دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم رب العالمین سے عرض کرینگے کہ الٰہی تیرے حبیب کی محبت میں مولود پڑھتے تھے ان کے قصور (غلطی مضامین) کو معاف فرمادے ۔ (۱۵۳) کمالات رحمانی صفحہ اڑسٹھ سطر سات بہاری صاحب راقم ایکبار جناب مولا سید محمد علی صاحب مونگیری نے فرمایا کہ مسجد (گنج مراد آباد) میں دو مولوی جھگڑ رہے تھے کہ اس قسم کی جو مولود پڑھتے ہیں ہرگز جائز نہیں اور بہت تشدد کے الفاظ تھے حضرت قبلہ کو یہ تشدد ناپسند ہوا اندر مسجد کے مولانا مونگیری سے فرمایا کہ میں قیامت روز خداوند عالم سے عرض کروں گا کہ الٰہی ان لوگوں نے تیرے حبیب کا ذکر محبت سے کیا ہے بخشدے ۔" (ارشاد رحمانی ۱۳۲۷ھ مطبع شاہی لکھنؤ میں واحد مضمون)

خواجہ غریب نواز کا قیام

(۱۵۴) چودھری فتح علی صاحب رحمانی رئیس سندیلہ نے بیان کیا کہ دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز صاحب قدس سرہ مریدین کو تعلیم سلوک دے رہے تھے جب بھی وہ اپنے داہنے کی طرف ملاحظہ کرتے فوراً کھڑے ہو جاتے تمامی درویش آپکی اس کارروائی سے حیرت زدہ تھے مگر ادب سے کوئی دم نہ مار سکا آخرش ایک نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا راز تھا خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے فرمایا کہ میرے داہنی طرف میرے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی قبر شریف ہے جب اس پر میری نظر پڑتی تو قیام کرنا اپنے لئے واجب خیال کرتا اس لئے قیام کرتا رہا۔" پھر دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر کے لئے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ یوں قیام لازم سمجھیں تو تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قیام اور بھی افضل واہم ہے (۱۵۵) سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ مجمع احباب میں بیٹھے تھے کہ کئی بار اٹھ کر کھڑے ہوئے حاضرین بھی کھڑے ہوتے رہے حاضرین نے پوچھا تو فرمایا کہ ہمارے پیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہا کرتا تھا اسی صورت و شکل کا یہ کتا سامنے گلی سے کئی مرتبہ آیا گیا جب وہ گذرتا میں اس کی تعظیم میں کھڑا ہوتا رہتا۔" دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا محبت و عقیدت کے یہ اسباق ایسے بزرگوں ہی سے حاصل ہوا کرتے ہیں ۔

جواز ندائے غیر اللہ

(۱۵۶) عبدالحمید خاں صاحب فضل رحمانی علّو پور ملیح آباد نے بیان کیا کہ ایک بار ہیضہ کی وبا ایسی پھیلی کہ مرزا گنج خالص پور ملیح آباد میں کافی لوگ مرے علّو پور میں بھی دو چار اموات ہوئیں تو میں گھبرایا ہوا آستانہ پہونچا ماجرا عرض کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مغرب بعد اور فجر بعد پانچ پانچ بار یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک صحن مکان میں کھڑے ہو کر سب گھر والوں کے ساتھ پڑھ لیا کرو بفضلہ ہر بلا سے محفوظ رہو گے میں نے اس پر جس روز پہلا عمل کیا اسی دن کوئی کارے کا کیس علّو پور میں نہیں ہوا دو ایک کو اور بتایا تیسرے دن پورا علاقہ وبا سے پاک ہو گیا ایک بار وبائے طاعون چلی میں نے یہی یا نبی سلام علیک والا عمل کیا تو دوسرے دن ہی رحیم آباد کی طرف وہ وبا چلی گئی ایک بار گھر سے دفع بلیات کیلئے پڑھا میرا گھر ایسا پاک ہوا کہ اب تک محفوظ ہوں (۱۵۷) عبدالحمید خانصاحب مذکور نے بیان کیا کہ ایکبار میں نے عرض کیا کہ اولاد نرینہ سے محروم ہوں توجہ فرمایئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا شاہ محمد آفاق المدد ۔ پڑھتے رہا کرو میں نے یہی کیا ٹھیک نویں ماہ یہ عبدالرزاق ملیح آبادی پیدا ہوئے ۔

ندائے غیر پر حکم رسالت

(۱۵۸) قاضی حب حسن صاحب فضل رحمانی بدایونی نے بیان کیا کہ سوال ندائے غیر اللہ پر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علامہ طبرانی عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ جب تمہاری کوئی چیز گم ہو اور تم طلب ہو اور

کرو ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو یوں ندا کرو یا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِینُونِی یا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِینُونِی فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا یَرَاھُمْ :- یا عباد اللہ میری مدد کرو یا عباد اللہ میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جن کو وہ نہیں دیکھ پاتا پھر ارشاد کیا فرمان رسول ندائے غیر اللہ مسنون قرار دیتا ہے تو اس فرمان سے انکار کرو گے پھر تم خدا پر بھی کیا اعتراض جڑ دو گے کہ قرآن میں یَاحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ خود فرمایا اور اپنے محبوب سے فرمایا کہ میرے بندوں کو اپنا بندہ کہہ کر قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا پکار دیئے۔

آستانہ پر مولود شریف (۱۵۸) چودھری نبی جان صاحب فضل رحمانی ارکر سندیلہ نے بیان کیا کہ میں اپنے علاقہ کے ایک اہم مقدمہ میں جس میں وکلاء بھی مایوس تھے مولانا بابا علیہ الرحمہ کے پاس دعا کیلئے حاضر ہوا آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی پھر کہا جا فضل رحمانی کا تماشا دیکھو دراصل خلاف امید مجھے پوری کامیابی ہوئی تو آستانہ پر بطور شکرانہ مولود شریف کی اجازت چاہی حضرت مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے احمد میاں بعد عشاء مولود پڑھ دیں گے چنانچہ دادا میاں صاحب ممبر پر رونق افروز ہو کر واقعات رسالت بتلاتے ہوئے جب ذکر ولادت پر آئے تو مولانا بابا پر عجیب کیفیت تھی حتیٰ کہ سلام خود مولانا بابا نے کھڑے ہو کر مولانا جامی والا السلام یا نبی اللہ سلام علیک پڑھا اور ہی سماں ہو گیا۔

مولود شریف اور روشنی (۱۵۹) چودھری محمد عظیم صاحب فضل رحمانی تعلقدار سندیلہ نے بیان کیا کہ بارھویں ربیع الاوّل تھی عرض کیا کہ مولود شریف کی اجازت مرحمت ہو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے حکیم نیاز احمد فیض آبادی مولود شریف پڑھ دینگے تم بستی میں خبر کردو۔ میں نے مسجد کے بارہ طاقوں میں بارہ چراغ روشن کئے ایک صاحب اعتراض کر بیٹھے کہ اتنے چراغ جلانا اسراف ہیں۔ اتفاقاً مولانا بابا کو علم ہو گیا آپ نے ان معترض سے فرمایا تمہارے خیال میں اگر کسی نے اسراف

کیا ہے تو جن چراغوں کو تم ضرورت سے زائد سمجھو جا کر بجھا دو شیر محمد فرخ آبادی گئے اور پہلا چراغ بجھا کر دوسرے کو بجھا پائے تھے کہ پہلا خود بخود جل پڑا وہ اس کو بجھا کر چلے تو دوسرا خود جل پڑا غرضیکہ جسکو یہ بجھا کر آگے والا بجھاتے پچھلا جل اُٹھتا چند بار یہی ہوا تو تھک ہار کر بیٹھ گئے اور ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اب بولو تمہارا اسراف کہاں گیا ہاں اگر تم نے اخلاص کا منظر نہ دیکھا ہو تو اب دیکھ لو شیر محمد مذکور ایسے نادم ہوئے کہ اسی وقت مرید ہو گئے اور دیر تک روتے رہے اودھر مولانا بابا علیہ الرحمہ کو ایسا جوش آیا کہ ممبر پہ کھڑے ہو نعت و ذکر ولادت فرما کر رقت انگیز لہجہ میں سلام پڑھا۔ امرتی پہ فاتحہ دیکر ایک خود نوش کی اور خود دو دو امرتی حاضرین کو تقسیم فرمائیں۔"

کسی کے نام پہ نام رکھنا (۱۶۰) نسیم خاں صاحب رحمانی ملیح آبادی نے سوال کیا کہ نبی بخش۔ پیر بخش۔ غلام دستگیر۔ غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنا بعض لوگ سخت ناجائز بتاتے ہیں حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یاد کرو ہمارے آقا و مولا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد کا نام عبد المطلب تھا باوجودیکہ خدا کا نام مطلب نہیں ہے آنحضور نے نہ اپنے جد امجد پر اس کا اعتراض کیا نہ اپنی نسبت سے احتراز فرمایا بلکہ میدان جہاد میں بڑے سورماؤں کو اس رجز سے للکارا۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ اور خود کو ابن عبد المطلب سے موسوم کیا اسی طرح اکابرین امت کے نام سے یہ نسبت جائز ہے۔

چھٹا باب

اثر خامہ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی فضل رحمانی نواب صدر یار جنگ نے یہ چند کو الف حصّہ اوّل کیلئے تحریر کئے جو تاخیر سے وصول ہونے پر اب حصّہ دوم میں انھیں کی عبارت میں درج ہوتے

ہیں :- بشرف نظر رہبر عصر طریقت مآب مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب زاد مجدہم

پس از تحیات مسنونہ مسرت دل میں سما نہیں پاتی کہ آستانہ عالیہ سے سوانح عمری شائع ہو رہی ہے ادھر میرے ضعف و علالت نے اور بھی تاخیر کر دی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں ایک وجہ تاخیر یہ بھی ہے کہ جب لکھنے کا ارادہ کرتا تو یہ کشمکش آگھیرتی کہ کیا لکھوں تو کیا لکھوں جبکہ فضل رحمان ہی فضل رحمان ہو اس کی کون ادا غیر منتخب گردانے کی جرأت کروں حضرت مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ کی طرف بالآخر رجوع ہوا تو یہ خیال دل میں جم گیا کہ فقیر شیروانی کو بہ الطاف مرشدی نکات شریعت و اسرار طریقت کے جو مجددانہ و محققانہ پہلوؤں سے روشناسی کے مواقع حضوری نصیب ہوئے جن پر خواص کی رسائی نظر بھی مشکل ہے کیونکہ وہ محدود اشخاص تک ہی محدود رہے وہ ایک طرح امانت قوم ہیں کیوں نہ ان کو اپنی قوم کے سپرد کر کے سبکسار ہو جاؤں فالحمد للہ کہ تائید فضل رحمانی آپکے سامنے ہے۔

حسن توکل

(۱۶۱/۱) حکیم الحکما محمود خانصاحب فضل رحمانی دہلوی مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خبر علالت سُن کر علی گڈھ آئے تو نواب سر مزمل اللہ خاں فضل رحمانی بھی طیار ہو گئے فقیر شروانی کو بھی یاد مرشد نے اکسایا ہمراہ ہو کر قبل عصر آستانہ آئے حکیم جی نے مزاج پرسی کے بعد نبض دیکھنے کی استدعا کی حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ نبض اس سوز و گداز کو کب بتا سکتی ہے۔

دلم چو قبلہ نما فارغ از طپیدن نیست ؛ بہ عالمے کہ منم رسم آرمیدن نیست

پھر ارشاد کیا کہ نبض دکھانے میں اس لئے تکلف ہے کہ بلا ضرورت نبض دکھانے سے کل الٰہی میں فرق آتا ہے پھر درس قرآن دیکر فرمایا الحمد للہ طبیعت بحال ہوئی۔

معراج جسمانی

(۱۶۲/۲) پھر حضور اعلیٰ نے پوچھا کہ راستہ میں کیا گفتگو درپیش رہی حکیم جی نے عرض کیا کہ شروانی صاحب معراج جسمانی ثابت کرتے ہیں اور مزمل اللہ ملّا معراج روحانی ثابت کرتے ہیں تو حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ بیٹا شروانی ہم تمہاری حسن نیت

پوش ہیں یاد رکھو واقعہ معراج کو ماجرائے خواب سمجھنا خطائے صریح ہے دیکھو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ معراج سنتے ہی بلا پس و پیش تصدیق کی تو صدیق اکبر ہو گئے ورنہ روحانی معراج میں تصدیق کی ضرورت نہ تھی (۱۶۳/۳) پھر آپ نے فرمایا میاں حبیب الرحمٰن سرور عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام خدا کو بلا دیکھے سجدہ نہیں کرتے تو ان نمازوں کو بھی کیا حالت خواب کہہ دیا جائے گا جانتے ہو کہ تمہاری نگاہ کا نور خواہ ضعیف ہو یا قوی شیشے سے فوراً آرپار ہو جاتا ہے رنگ و دبازت شیشہ روک نہیں سکتی بہ ایں کثافت تمہاری نگاہ کے نور کی تو یہ طاقت جو کہ نور رسالت کا ایک مقدار ذرہ ہے پھر اس نور الٰہی کی نورانی طاقتوں کے سامنے یہ ارضی و سماوی طاقتیں اس لئے ہیچ و نابود ہیں کہ اُسی نور الٰہی سے طاقت اور وجود پائے ہوئے ہیں

(۱۶۴/۴) نواب مزمل اللہ خانصاحب نے عرض کیا کہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض دلیل بناتے ہیں کہ آپکا جسم مطہر کبھی غائب نہیں ہوا حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ چونکہ بفضلہ محدثین واقعہ معراج حضرت صدیقہ کے قبل نکاح ہوا اس لئے انکا کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کے سامنے ایسا نہیں ہوا اور جسم مطہر سے جانا بھی صحیح کہ قبل نکاح معراج ہوئی

(۱۶۵/۵) زیر آیت یَا مُوسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام رسالت و شرف کلام الٰہی سے اصطفا پاتے ہیں اس جسم کے ساتھ اگر صاحب معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس جسم نورانی سے عرش پر جانا شرف ہمکلامی و مازاغ نگاہوں سے دیدار الٰہی و قربیت قاب قوسین سے مشرف و مصطفےٰ نہ مانو گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل اور افضل الرسل مفضول و متبوع ہو کر مصطفےٰ نہ رہیں گے اسی کو شہادت قرآنی باطل کرتی ہے سطحی نظر والے یہیں دھوکا کھا گئے

(۱۶۶/۶) زیر آیت لَنْ تَرَانِیْ ارشاد فرمایا کہ جسم آنحضور سراپا نور آپکی بشریت نور سے معمور آپ ظاہراً و باطناً نور ہی نور تو جسم کثیف والے عوارض و موانع کا یہاں سوال ہی کافور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لَنْ تَرَانِیْ

فرمایا گیا کہ انکی نورانیت نور مجسم نہ تھی اور نور مجسم سے حَجَبنی اُدْنُ مِنّی نے اپنے نور مشتق کو کھینچا پاس بلایا تو خدا کو کون روک سکتا ہے۔ زیغ و طغی بصر (۱۶۶/۹)

(۱۶۷/۹) زیر آیت لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایت میں عام قانون قدرت کا اظہار ہے کیونکہ وہ عظمت حسن حقیقی کا بھرم جاتا رہے؛ عابد و معبود میں حائل اگر پردانہ ہو ورنہ مستثنیات کا خدا خود جواب عنایت کر رہا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی کہ بصارت انسانی کو اگر زیغ و طغی بصر سے مستثنیٰ و محفوظ ہم کر دیں تو ہمارا دیدار ہوگا کیونکہ لطافت نورانی زیغ و طغیٰ سے مستثنیٰ تھے ہمیں خدا نے یہ تو فرمایا نہیں کہ ہم خود اپنے کو دکھانا و پاس بلانا چاہیں تو دکھا یا نہ بلاسکیں نواب مزمل اللہ پر ایسی بیخودی تھی کہ فوراً بڑھ کر ہاتھ پکڑ لئے اور مرید ہو گئے۔

کمالات رسالت (۱۶۸/۹) زیر آیت فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مدار الوہیت کے علاوہ جتنے بھی کمالات ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی سے جاری فرما کر پھر وہ سب آپ ہی پر بلا شرکت غیرے اس لئے ختم کر دیئے کہ آپ کا ہر کمال امتیازی اور بلا شرکت غیرے براہ راست تعلق الٰہی سے خدا دادہ رہے یاد رکھو یہی توقیر رسالت بفرمان قرآن ہے (۱۶۶/۹) پھر ارشاد فرمایا کہ مَآ اَوْحٰی کو مبہم فرمانے میں یہی بلاغت قرآنی ہے کہ ان امتیازات نادرہ و کمالات منفردہ کے سمندر لامتناہیہ کو انسانی عقل کا محدود پیمانہ ادراک کرنے سے نابلد محض ہے کہ کیا خدا نے وسعٰ اللہ کیا کیا محبوب نے پایا پھر آپ نے درود شریف پڑھنا شروع کیا بعد فراغت والہانہ لہجہ میں فرمایا کہ یہ اہل محبت سمجھ سکیں گے کہ ایسے موقع پر محب اپنے محبوب پر نثار کرنے کے لئے کچھ رکھ بھی چھوڑتا ہے۔"

راز روپوشی مزار اقدس (۱۶۹/۹) اسی سلسلہ میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار مبارک میں روپوش رہنا در اصل امت مرحومہ پر احسان عظیم ہے تاکہ تا قیامت آپ کی زیارت آپ کی امت کی

اور مستفیض ہوتی رہے ورنہ حضرت عیسٰی و حضرت ادریس علیہما السلام کی طرح آسمان پر اٹھا لئے جانے سے یہ استفاضہ ختم ہو جاتا ع زمین کے اندر عذاب کیسا وہاں تو رحمت نبی کی ہو گی ؛ نیز ارشاد کیا کہ دوسرا احسان تمامی مخلوقات پر زمین میں قیام فرمانے سے یہ ہوا کہ سابقہ امتوں کی طرح زمین شق ہونے یا طبقہ لوٹ دینے کے عذاب سے اہل زمین محفوظ ہو گئے۔

ایمان والدین ماجدین (۱۷۰/۱۱) دو زائرین بحث کرنے لگے ایک نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین ماجدین معترف بہ ایمان تھے دوسرے نے کہا با ایمان نہ تھے کہ مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ کون غل مچائے ہے میاں شروانی انکو بلاؤ جب وہ آئے آپ نے فرمایا کہ تم نے کیا چوپٹ کرنے کیلئے لکھا پڑھا تھا یاد کرو خطیب بغدادی و ابن عساکر بروایت امام مالک اور وہ حضرت عروہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے راوی کہ خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استدعا پر خلّاق عالم نے آپکے والدین ماجدین کو قبر میں زندہ فرما کر آپ کا کلمہ پڑھا کر پھر جام موت پلا دیا (۱۷۲/۱۲) پھر فرمایا کہ بیٹا شروانی تم بھی ان عقل سے کورے لوگوں کو نہیں سمجھاتے کہ قرآن و حدیث میں اپنی رائے نہ ٹھونسا کریں۔ اتنا بھی شعور نہیں کہ جو احادیث آگ میں ہونے پر وارد ہوئی ہیں وہ حجۃ الوداع سے قبل کی ہیں اور زندہ ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ حجۃ الوداع میں ہو کر ناسخ اور سابقہ احادیث آگ منسوخ ہو گئیں۔"

فقیر شروانی نے حکماً ان لوگوں کو فہمائش کی ان لوگوں نے تفسیر روح البیان دیکھی تو مفسرین کا یہ فیصلہ تھا جو حضور اعلیٰ کا فتویٰ موجب فلاح و تقویٰ تھا۔ (۱۷۳/۱۳) پھر ارشاد فرمایا کہ تفسیر اُمُّ المعانی میں ہم نے یہ حدیث دیکھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ سے رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں رات کو میں نے حلقہ کیا اور اپنے ماں باپ اور ابو طالب کی مغفرت کی التجا کی خدا نے فرمایا کہ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے کہ جو میری وحدانیت اور تمھاری نبوت پر ایمان نہ لائے گا تیوں کو باطل نہ جانیگا اس کو دوزخ سے

نجات نہ دونگا فلاں ٹیلہ پر جاکر تم اپنے ماں باپ اور ابو طالب کو آواز دو تو وہ زندہ ہو کر تمھارے پاس آجائیں گے تم انکو اسلام کی دعوت دو اور اگر وہ ایمان لے آئے تو ان کو دوزخ سے نجات عطا کردوں گا پس میں نے یہ ہی کیا تو میرے ماں باپ و ابو طالب سر سے خاک جھاڑتے میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے میں نے ان سے کہا کہ خدا نے مجھکو جس مقصد کے لئے مبعوث کیا اسکی حقیقت تم پر کھل چکی ہے میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا کی وحدانیت اور میری نبوت کا اقرار کرو انھوں نے اقرار کیا اور ہنسی خوشی اپنے قبور میں چلے گئے۔"

ترجمہ قل انما انا البشر (۱۷۴/۱۴) میرے دل میں آیا کہ آج مجھے پڑھنے کا شرف ملتا کہ بعد عصر کرامت مآب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بیٹا شروانی آج تم قرآن پڑھو ہم ترجمہ سنائیں درس ہوتا رہا جب آیت قُل اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ آئی تو آپنے یہ ترجمہ فرمایا" لے سند لیسی آپ کہدیں کہ میں تو تمہارا ساتھی ہوں مجھ کو یہ سند لیس کہا جاتا ہے کہ سب کا بس ایک ہی سرجن ہار ہے ـ یہی ہے فلسفہ اِنَّمَآ اَنَا البَشَرُ خدا کے بعد تو سب کچھ کہو خدا نہ کہو۔

آپکی تعلیم آپکی زبانی (۱۷۵/۱۵) حضور اعلیٰ نے اپنی تحصیل علمی کا یوں اظہار فرمایا کہ ہمنے درس نظامی و فقہ و اصول و کلام وغیرہ کا تکملہ بحر العلوم مولانا محمد نور صاحب فرنگی محلی (قدس سرہٗ) سے کیا ان کے والد مولانا محمد انوار صاحب (قدس سرہٗ) فرنگی محلی نے جلنے کیا دیکھا کہ ہم کو اپنی مسند پر بٹھا لیتے اور اپنی خوشی و شفقت سے پوری بیضاوی و کامل قدوری پھر ہدایہ مکمل پڑھائیں یہ خدا کی دین دیکھو کہ ہم کو ان مصنفین کتب سے فیض آتا حتی کہ یوسف زلیخا پڑھنے تک میں حضرت یوسف علیہ السلام سے فیض آتا اور تفسیر و فقہ کا ڈیڑھ کبھی دو جز ایک وقت میں باآسانی ہم پڑھ لیتے

(۱۷۶/۱۶) مولوی محمد حسن صاحب بہاری فضل رحمانی نے فقیر شروانی سے بیان کیا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب فضل رحمانی لکھنوی کہتے تھے کہ مولانا محمد انوار صاحب

علیہ الرحمہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ اس لڑکے فضل رحمٰن کا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خون ملا ہوا ہو جیسے خاص قربیت و فیوض حاصل ہیں یہ اسی کا شرف ہے کہ یہ خود سب پڑھتا جاتا ہے اسی وجہ سے میں اس کو چاہتا ہوں (۱۷۷/۱۷) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم جب پہلی بار ۱۲۲۱ھ میں حضرت مرشد دہلوی کی خدمت میں مرید ہونے گئے تو بعد بیعت خواہش تعلیم بیان کی آپ نے دعائیں دیکر اجازت بخشی اور دن میں اپنے وہاں کھانا کھانے کی ہدایت بھی فرمائی ہم جب اوّل روز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث علیہ الرحمہ کے پاس درس کو گئے تو موصوف نے عام توجہ رکھی بعد درس اس شب کو تو ہم بھوکے پڑے رہے مگر اسی رات حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے نہ جانے کیا دیکھا کہ مجھ کو صبح ہی بلانے ایک آدمی بھیجا مگر میں بعد مغرب مرشد قبلہ سے اجازت لے کر گیا تو شاہ صاحب قدس سرہٗ بکمال شفقت پیش آئے ہدایت کی کہ آج سے شام کا کھانا میرے پاس کھایا کرو اس شب ہم نے عشاء بعد سے تہجد تک پڑھا یہی معمول ہو گیا کہ عشاء سے تہجد تک درس اور تہجد کو خدمت مرشد میں آکر وضو و کلوخ وغیرہ کا نظم کرنا دن بھر خدمت میں رہنا کبھی دن میں بھی شوق اکساتا تو مرشد قبلہ کو کشف ہو جاتا بہ شفقت فرماتے فکر مندی کا ہے کی فیض مصطفائی سے تم خود پڑھ جاؤ گے۔ ایکبار شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرو تو ہم اپنے داماد سید ظہیر الدین شہید (علیہ الرحمہ) کو شریک تمھارے درس میں کر لیا کریں میں نے کہا اتنا شرمندہ نہ کیجئے آپ مختار ہیں جسے چاہیں شریک کر لیں مگر حضرت شاہ صاحب نے سوا اپنے داماد کے کبھی کسی اور کو شریک میرے درس میں نہیں کیا جن کتب کو لوگ سال اور ڈیڑھ سال میں پڑھتے بہ توفیق الٰہی ہم دس پندرہ دن میں پڑھ لیتے۔ بخاری شریف اٹھارہ پارے ایک وقت میں پڑھ کر ختم کی تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بہت دعائیں دیں پیر و مرشد کی اس وہبی شان علم و کمال کا اندازہ مذکورہ واقعہ تعلیم سے آپ بخوبی کر سکتے ہیں (۱۷۸/۱۸) حکیم الحکماء محمود خان صاحب فضل رحمانی دہلوی نے

بیان کیا کہ مجھے حضور اعلیٰ کی خبر ملی تو پتہ لگاتے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے وہاں گیا۔ سید شاہ مولوی ظہیر الدین صاحب شہید علیہ الرحمہ نے دوران تذکرہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے کہا کہ عشاء سے تہجد تک کے بجائے مولانا فضل رحمٰن کا کوئی اور درس کا وقت رکھ دیجئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی فضل رحمٰن کو سب سے علیحدہ پڑھانے میں یہ راز ہے کہ وہ توجہات رسالت سے پڑھتے ہیں ان کو برابر حضوری رسالت حاصل رہنے کی وجہ سے میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ میری راتیں بھی حضوری رسالت میں حدیث و قرآن خوانی کے ساتھ گذریں اسی سعادت یابی کے لئے صرف تم کو اس درس میں بٹھا لیتا ہوں تم کبھی کبھی شریک ہوتے ہو میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے علم حاصل کرو کیونکہ مولوی فضل رحمٰن کو بفیض مصطفائی وہبی علوم عطا ہو رہے ہیں۔ سب کچھ وہ آنحضرت سے پالیتے اور پوچھ لیتے ہیں ورنہ اس طرح نہ کوئی پڑھا سکتا ہے نہ پڑھ سکتا ہے اس چیز نے مجھے اور بھی عاشق بنا دیا اور حضرت کی جستجو کر کے مکان لایا مریدی کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا اس مرتبہ نہیں دوبارہ آمد پر رکھو بعض لوگوں سے یہ بات اور مشہور ہوئی تو مولانا بابا علیہ الرحمہ گھر واپس ہو گئے پھر جب دوبارہ آپ دہلی تشریف لائے تو میں اور رحیم اللہ دیا صاحب دہلوی مرید ہوئے (۱۲۰۹/۱۹) مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ابھی ہم نے صحاح سے قرآن کریم و تفسیر کبیر تین ماہ میں پڑھ پائے تھے کہ ایک طرف شاہ صاحب نے لوگوں سے بہت کچھ کہہ دیا دوسری طرف مرشد قبلہ قدس سرہما نے فرما دیا کہ میاں فضل رحمٰن تمہارا کام تو تجھی کا انجام پا چکا اب جا کر خلق اللہ کو فائدہ پہونچاؤ تو ہم شرما کر گھر واپس آ گئے مگر ایک عزیز کو والدہ کی خبر گیری کو رکھ کر بلا کسی کو بتائے گیارہ بارہ یوم میں چند رشتہ داروں کیساتھ دہلی آ گئے اور تین ماہ میں دیگر کتب تفسیر نیز احادیث جیسے ہر دو موطا مسند امام اعظم نیز بیہقی دارمی دار قطنی معجم کبیر وغیرہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ختم کرلیں دو چار کے سوا اس سفر کا کسی کو پتہ بھی نہ ہوا کہ کب گئے اور کب پڑھ آئے ہمارا دوسرا سفر ۱۲۲۰ھ دہلی کا پھر ہوا اس وقت بھی مستدرک وغیرہ کتب احادیث اور فقہہ اکبر جامع صغیر و قسطلانی وغیرہ ڈیڑھ ماہ میں پڑھیں شاہ صاحب علیہ الرحمہ بہ شفقت کچھ اور دن ہم کو روک کر اپنی صحبت میں رکھنا اور اپنے سامنے درس دلوانا چاہتے تھے مگر وہ جائے ادب تھی ہم ایسا نہ کر سکتے تھے ادھر مرشد قبلہ نے پھر ہم کو حکم واپسی دیدیا ہم کو گھر آنا پڑا۔" اصل حقیقت فرمودہ حضرت سے واضح ہے سنہ ۱۲۲۱ھ کے سفر کو چونکہ آپ نے پوشیدہ رکھا تھا اس لئے تذکرۂ عام میں یہ دوسرا سفر مشہور ہوا جس سے لوگوں کو مکمل تحصیل حدیث معلوم نہ ہو سکی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب

(نمبر ۱) پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تیسرا سفر سنہ ۱۲۲۵ھ میں دہلی کا ہوا مولوی مرزا حسن علی صاحب لکھنوی (محدث) کا ساتھ تیسرے سفر میں آگرہ کی ایک سرائے سے دہلی تک ہم سے رہا مرزا صاحب نے جب ارادہ اوّل میں کیا تھا اس وقت ہمارے پاس زاد سفر نہ تھا اس لئے مرزا صاحب ہمارے تیسرے سفر سے پہلے پڑھ آئے حکیم محمود خاں کے وہاں ہم ٹھہرے تو مرزا صاحب جدا ہو گئے مولوی حسین احمد صاحب ملیح آبادی سے دہلی میں ہم سے دو ایک ملاقات ہوئیں وہ جب پڑھنے گئے ہم کو والدہ کی تنہائی سے جانے کا موقع نہ ہوا نیز اس تیسرے سفر میں مولوی محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمہ ہم سے بڑے تپاک سے ملے پھر ہم کو اپنے گھر لے جا کر اپنے داماد مولوی شاہ نصیر الدین صاحب قدس سرہٗ کو اور ان کی اہلیہ (دختر کلاں مولوی محمد اسحاق صاحب) کو ہم سے مرید کرایا اصرار کیا کہ ہم ان کے پاس ٹھہریں مگر ہم نے معذرت کرلی۔ مگر مولوی نصیر الدین صاحب (علیہم الرحمہ) اکثر ہم سے توجہ لیا کرتے بڑی محبت رکھتے رہے لیکن اس مرتبہ بھی مرشد دہلوی قدس سرہٗ نے بارہ تیرہ یوم میں ہم کو واپسی کا حکم دیدیا چوتھی بار سنہ ۱۲۲۹ھ میں ہم دہلی گئے اس بار بھی بارہ تیرہ روز میں مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے ہم کو گھر واپس کر دیا (نمبر ۱) پانچویں بار سنہ ۱۲۲۹ھ میں دہلی جانا ہو سکا تو شاہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا وصال ہوئے تین ماہ

ہوئے تھے ہم کو آگرہ سے ایک مرید نے میٹھے کی مٹھائی دی تھی وہی لئے ہوئے ہم لوگ
شاہ صاحب کے مزار پر فاتحہ کی اور ان کے گھر والوں کو پیش کردی مولوی محمد اسحاق صاحب
(علیہ الرحمہ) نے ہم سے دورۂ حدیث کی خواہش کی تو ہم نے اپنے استاد شاہ صاحب
کی روحانی خوشی کیلئے بخاری و مسلم کا باہمی دورہ کہ کبھی وہ سنتے ہم پڑھتے کبھی وہ
پڑھتے ہم سنتے بیس یوم میں کیا اتنے میں مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے ہم کو پھر
واپس مکان بھیج دیا اس کے بعد بس دو بار پھر اور حیات مرشد علیہ الرحمہ میں دہلی
گئے مگر ہفتہ سے زائد مرشد قبلہ نے نہ ٹھہرنے دیا" اس باہمی دورۂ حدیث کو چونکہ
ایک دوسرے سے سنکر نقل کیا گیا اس لئے کوائف مرتب کنندہ ایک ہی طور نقل
کرتے چلے آئے اور درس کے اشتباہ میں معنے سمجھ بیٹھے جسکو تفصیل فرمودہ حضرت
مولانا بابا غلط ٹھہراتی ہے ۔

ڈاکٹر محمد اقبال ([illegible]) وزیر بھوپال منشی امتیاز علیصاحب فضل رحمانی
کی کوٹھی لکھنؤ میں فقیر شروانی سے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے ملاقات ہوئی ہم اور
منشی صاحب آستانہ عالیہ آرہے تھے ڈاکٹر اقبال صاحب کو بھی شوق پڑھا سب کے
ہمراہ ہو کر آستانہ آئے بوقت حاضری ڈاکٹر اقبال صاحب نے کہا کہ حضور اعلیٰ
کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمائیں جس سے زیارت رسالت ہو جائے (مولانا بابا
علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے تم اپنے میں وہ بات پیدا کرو
کہ آنحضرت کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے

نویں صدی کے مجدد ملت ([illegible]) - علمائے کرام کی یہ متفقہ تصریح ہے کہ
مجدد وہی ہے جس کے علم و فضل کی ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول
میں شہرت رہی ہو ورنہ وہ مجدد کی تعریف پر صادق نہ آئے گا سیدی علامہ مخدوم
شاہ محمد عرف مصباح العاشقین صاحب چشتی بہاری متوطن ملاواں ضلع ہردوئی
نویں صدی کے مجدد بے بدل محدث و غوث ملت ہیں حضرت مخدوم ؒ سات ماہ کے

جب شکم مادری میں تھے تو پانی پت کے مشہور ولی ملا محمد سعید صاحب قدس سرہٗ
نے خواب دیکھ کر یہ بشارت دی کہ مخدوم صوفی مگن شاہ صاحب بہاری قدس سرہٗ
وارد حال پانی پت کے گھر وہ مادرزاد ولی پیدا ہونے والا ہے جس سے بے حد
خلائق فیضیاب ہوگی چنانچہ حضرت مخدوم انیس ۱۹ محرم ۸۱۰ھ کو پانی پت میں ولی مادرزاد
پیدا ہوئے ۹۳۹ھ میں ایک سو انتیس ۱۲۹ برس کی عمر میں بوقت چاشت غرہ رجب کو
واصل بحق ہوئے ملا محمد سعید اولیا نے حضرت مخدوم قدس سرہما کی بسم اللہ بھی کرائی پھر
درس نظامی و بعض کتب فقہ پڑھائیں پھر علامہ محمد حسین صاحب محدث ملتان سے
تکمیل فقہ و حدیث کے بعد اولاً فریضۂ حج مخدوم صاحب نے ادا کیا جس طرح حضرت
مخدوم کے پردادا قطب بہار مولانا شاہ شہاب الدین (ثانی) زاہد شہید ملقب
بہ حق گو نے اور حضرت مخدوم کے جد اعلیٰ امام شہاب الدین اول (مکی) قدس سرہم
جن کو مصلائے شافعی کی امامت حرم سپرد تھی اولاد رسول و اولاد صحابہ سے تحصیل علم
حدیث کی اور سند لیکر آئے اسی طرح حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو بھی یہ فضیلت
خصوصی حاصل ہوئی کہ ایک سال مکہ مکرمہ رہ کر اور ڈیڑھ سال مدینہ منورہ رہ کر
اولاد رسول و اولاد صحابہ سے کسب روحانی و حصول علم حدیث کے بعد سند حدیث ملی
خدمت حرمین کی پھر اپنے وطن بہار محلہ کانوری سرائے تشریف لائے یہاں سے اجمیر
شریف جاکر چلہ کشی و ریاضت میں مصروف رہے پھر اپنے مرشد شاہ تاج بخش حضرت
شاہ جلال صاحب گجراتی قدس سرہٗ مقیم ہنڈوہ میں آکر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے
تاحیات مرشد خدمت مرشد میں رہے پھر بعد وصال مرشد مع اقربا اپنے وطن بہار شریف
آگئے یہاں سے کچھ عرصہ بعد بحکم ربی منتقلی وطن بہ فہمائش مرشد ۸۵۶ھ فرمائی اور
ملاواں ضلع ہردوئی کو وطن ثانی بنایا یہ منتقلی وطن بہار سے اس بنا پر تھی کہ حضرت
مخدوم کی صلب سے اس دیار میں فرد الافراد حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب
محمدی قدس سرہٗ کا ظہور مقدرات ربانی سے تھا حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے شجرۂ علمی

و بلند پایہ محدث دعوثیت مآبی کے شہرے ۸۸۰ھ سے قریب دور ہوئے حضرت مخدوم نے بڑے حسن تجدید سے طریقہ چشتیہ میں پیشتر سے اور زائد اتباع سنت سمو کر درس قرآن و حدیث سے تجدید شریعت و اصلاح عقائد کا سخت ترین مرکز کفر میں پھر یرا بلند کیا اودھ کے تمامی خطہ کو مشرف بہ اسلام کرنیکے دو ڈھا حضرت مخدوم علیہ الرحمہ میں۔ خاص ملانواب نیز ملحقہ علاقوں میں آپنے جمعہ قائم کئے مخدوم شیخ سعد صاحب خیر آبادی اور آپ کے خلیفہ و شیخ عبد الصمد عرف مخدوم صفی صاحب صفی پوری قدس سرہم نیز ایسی ہی دیگر ہستیاں حضرت مخدوم سے فیض یافتہ رہیں اور بہتیرے آپ سے کمال ولایت کو پہنچے حتیٰ کہ جناتوں میں بادشاہ جنات شاہ سکندر صاحب علیہ الرحمہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ مرید آپ ہو گئے آپکی حرم اوّل سے اولاد نہ تھی حرم دوم سے صاحبزادے مخدوم عبد الرزاق صاحب انیس ذی حجہ ۸۵۶ھ کو پیدا ہوئے آپکی حرم سوم دختر محمد منعم صاحب بہاری برادر محمد امین صاحب نبیرگان شیخ شہاب الدین شہید حق گو۔ بہاری سے سات رمضان مبارک ۸۶۹ھ کو مخدوم حافظ شاہ عبد الرحیم بندگی میاں صاحب پھر مخدوم زادہ عبد الملک صاحب پھر مخدوم زادہ عبد الحلیم صاحب پھر ایک دختر حافظ بی بی پیدا ہوئیں۔ پھر دو صاحبزادگان محمد عبد اللہ و محمد عبد الہادی ہوئے جو لاولد رہے مخدوم صاحب کی چوتھی حرم سے مخدوم جلال صاحب ایک فرزند ہوئے شاہ جلال صاحب اور اوّل الذکر چار صاحبزادگان شاہ عبد الرزاق شاہ حافظ عبد الرحیم بندگی میاں و شاہ عبد الملک و شاہ عبد الحلیم صاحبان بلند پایہ اولیائے وقت و عالمانِ عصر گذرے ہیں۔

بارہویں صدی کے مجدد ملت

(۱۸۴/۲۴) بارہویں صدی کے مجدد ملت خواجہ خواجگان مولانا شاہ محمد آفاق صاحب محمدی دہلوی قدس سرہٗ ہیں آپ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کی دعاؤں و بشارت سے مرصع صلبی قطب ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور بہ عمر شریف اکیانوے سال سات محرم ۱۲۵۱ھ بروز چہار شنبہ بعد

مغرب داصل بحق ہوئے بہ عنایت ایزدی ۱۱۸۵ھ سے آپ کے فضل و کمال خصوصی کے شہرے پھیلکر کابل تک آپ کے زیر نگیں اور خان شاہ زماں خاں بادشاہ کابل آپکے مرید ہوئے مجددیہ روشنی میں تجدید شریعت و تصوف کے آپنے گلشن کھلا دیئے دہلی کے جرائیم تخریب ملت کو بڑی سنجیدہ تبلیغ و تجدید نو سے فنا کر دیا معرفت کا اس خوبی سے درس دیا کہ سیکڑوں کاملین بنا دیئے سلسلۂ نقشبندیہ کے روح رواں رہے آپکا زہد توکل بہت ہی مثالی ہے لیکن آپ اپنے کو بہت پوشیدہ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ کا یہ خیال ہوا کہ بعد وصال بھی خفیہ مقام رہے تاکہ لوگوں کو آپکے مقام استراحت کا علم نہ ہو سکے مگر رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی لیس مسجد آفاقی کے عقبی حجرے میں آرام فرما ہوئے آپکے فضائل و کمالات کا یا تو حضور اعلیٰ گنجمرادآبادی اظہار کر سکتے ہیں یا آپ کی عقیدت حسب ظرف سمجھ سکتی ہے۔ آپ خاص اولاد مجدد صاحب کے فرزند حضرت خازن الرحمت بنیے ہیں۔

تیرہویں صدی کے جامع المجددین

(۱۸۵/۲۵) تیرہویں صدی کے جامع المجددین امام طریقت حافظ الحدیث مجتہد دوراں حضرت فرد الافراد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب محمدی قدس سرہٗ گنج مرادآبادی ہیں یکم ماہ رمضان بوقت صبح صادق ۱۲۰۸ھ میں خدا نے آپ کو پیدائشی قطب پیدا فرمایا بائیس ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ مابین عصر و مغرب بروز جمعہ ایک سو پانچ برس کی عمر میں داغ مفارقت بخشا (۱۸۶/۲۶) جب آپ کو علم ہوتا ہے کہ حضرت مرشد دہلوی کے پیر بھائی مولانا شاہ محمود خاں صاحب قندھاری قدس سرہم نے فرمایا کہ "مولانا" فضل رحمٰن صاحب جیسی ہستی کئی صدیوں بعد پیدا ہوئی ہے جب آپکو معلوم ہوتا ہے کہ قطب دوراں مولانا شاہ مخدوم عبد الرحمٰن صاحب لکھنوی مخدوم شاہ اہل اللہ میاں صاحب قدس سرہما سے فرماتے ہیں کہ "پروردگار عالم کو ایسا فرزند عطا فرما رہا ہے جو آفتاب کی طرح روشن ہوگا جس کا فیض مشرق سے مغرب تک روشن کر دیگا۔ ان کا نام فضل رحمٰن رکھنا" جب آپ جان لیتے ہیں کہ حضرت مجدد

الف ثانی کے خلیفہ مولانا شاہ غلام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ مولانا بابا علیہ الرحمہ کو دیکھ کر مسرت سے فرما اٹھے یہ وہ نور ہے جو مشرق سے مغرب تک روشن کر دے گا۔" (۱۸۷/۴) جب آپ سنتے ہیں کہ سیدی قبلہ حاجی شاہ وارث علی شاہ صاحب قدس سرہٗ دیوہ شریف نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ مولانا فضل رحمن صاحب کو ایسی خاص قربت مستقل حضوری رسالت حاصل ہے کہ جو چاہتے ہیں آنحضور سے پالیتے ہیں جسے چاہتے ہیں حضوری رسالت میں پہنچا دیتے ہیں اور نہ بلا اجازت رسالت کوئی کام کرتے ہیں نہ بلا آنحضور کے پوچھے مرید کرتے ہیں۔" تو ماننا پڑتا ہے کہ ہمارے فضل رحمن پر سفاء فضل رحمن ہے مختصر یہ کہ یہ مادر زاد قطب تیرہ برس کی عمر میں تکمیل ظاہری سے فارغ اور باطنی سرفرازی ربانی سے منصب قطب الارشاد پر فائز ہوتے ہیں (۱۸۸/۴) یوں تو شیر خواری ہی سے آپکے کمالات وکرامات مشہور ہوتے رہے مگر آپ اپنے کو پوشیدہ رکھنے میں بڑی احتیاط برتتے رہے طوفان سے منتقل ہو کر ۱۲۴۲ھ میں گنج مراد آباد شریف کو بحکم مرشد قبلہ دہلوی وطن بناتے ہیں یہ آپ کا دور غوثیت قبولیت ہے یہاں قیام فرماتے ہی عام مقبولیت ورجوع خلقت کا سمندر پھوٹ پڑتا ہے لیکن ۱۲۸۱ھ سے خدائے منعم آپ کو منصب فرد الافراد عطا فرماتا ہے اور آپ کے تجدیدی کارناموں کے نمونے منظر عام پر آتے ہیں۔

بخاری کی مجددانہ اصلاح (۱۸۹/۴) مولانا احمد حسن صاحب (محدث) سہارنپوری علیہ الرحمہ مولانا بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں فائز ہوتے ہیں کافی محنت سے عمدہ کاغذ پر خوشخط بخاری شریف موصوف نے جو اپنی نگرانی میں چھپوائی تھیں اس کا ایک نسخہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر مولانا بابا علیہ الرحمہ کو پیش کیا آپ سے مولانا بابا نے اپنے دست مبارک میں بخاری کی وہ جلد لیکر بلا کسی انداز کے ورق الٹنا اور غلطیاں بتانا شروع کر دیا کہ یہاں یہ غلطی ہے یہاں یہ غلطی ہے مولانا سہارنپوری کہتے تھے کہ میں بہت ہی متعجب رہ گیا اول تو یہ کہ غلطیاں اس طرح بیان فرما دیں جیسے پہلے سے یہ جدید بخاری دیکھی ہوئی ہو

دوسری حیرت اس پر ہوئی کہ خود میں ۸ برس سے پوری محنت بخاری کی درستی میں کر رہا ہوں لیکن مجھے یہ واقعی غلطیاں نظر نہ آئیں چنانچہ سہارنپور پہونچکر مولانا بابا کی بیان کردہ غلطیاں، غلط نامہ کے بطور طبع کراتے ہیں مولانا نور محمد مولانا ظہور الاسلام مولانا سید ابو سعید صاحبان فتحپوری ایک کیف میں کہہ پڑتے ہیں کہ پیرو مرشد جیسا محدث گر تو دیکھا ہی نہیں طباعت غلط نامہ کے بعد بھی لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ بخاری شریف کی اس اصلاح کا اصل دولہا اور محسن ملت مولانا بابا جیسی ہستی ہے اس نادر تجدید کے احسان سے ملت ادا نہیں ہو سکتی کہ علمائے وقت بھی ممنون آئندہ کو بھی سب ممنون ہیں۔

مجتہدانہ اصلاح (۱۹۰/۴) بحر العلوم مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی علیہ الرحمہ فائز خدمت ہوئے تو لکھنؤ سے سنڈیلہ آئے پھر سنڈیلہ سے گنج مراد آباد آئے دونوں سفر علیحدہ سمجھ کر قابل قصر نہ سمجھے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے کشف سے معلوم فرما کر یوں درستی فرمائی کہ اگر دو سفر جوڑنے سے مسافت قصر کے قابل ہوں تو مفتی بہ یہی ہے کہ قصر فرض ہے مولانا فرنگی محلی صاحب علیہ الرحمہ نے کتابوں میں پھر جو دیکھا فرمودۂ حضرت ہی صحیح پایا تو مولانا بابا کے اس تفقہ مجتہدانہ کو اس حسن عقیدت سے مانا کہ خود مرید ہوئے اپنی اہلیہ ورشتہ داروں کو مرید کرایا۔" گروہ محققین میں ایسی ہی اصلاح اجتہاد پر مجتہدوں نے بھی مولانا بابا کو مجتہد ساز مانا یہی وہ حقیقی رہبری آپکی ہے جس سے علم وعالم دونوں آپ کو سچا رہنما گردانتے ہوئے ہیں

بگڑوں کو پچھڑانا معافی دلانا (۱۹۱/۴) مولوی محمد ابراہیم صاحب فضل رحمانی ساکن آرہ فائز خدمت ہوئے پہلے وہ سخت غیر مقلد تھے نماز میں اکہری تکبیر کہی تو لوگوں نے غل مچایا کہ یہ فتنہ باز غیر مقلد ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدگوئی سے کیا فائدہ بس خود دیکھ لینا پھر دوبارہ دوہری تکبیرات اقامت کہلا کر نماز ادا فرمائی دو دن میں ایسا فیض صحبت ہوا کہ مرید ہو کر مقلد ہو گئے بعد ازاں صوفی مشرب رہے مولانا بابا نے روانگی مکان کا حکم دیدیا گھر آئے تو صوفی ابراہیم صاحب نے سید محمد علی صاحب فضل رحمانی قدس سرہ مونگیری سے اپنا یہ واقعہ بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے

امام اعظم قدس سرہ بھی وہاں فائز ہیں کہ محبوب رب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم تم امام صاحب سے معافی مانگو تو میں نے امام صاحب کے قدموں پہ گر کر معافی مانگی یہ مختصر مثالیں اس حقیقت کی شاہد عادل ہیں کہ شمع رسالت کی روشنی میں ایسی دل پذیر اصلاح خلقت یہ اچھوتی تجدید ملّت نیز اخلاق مسنونہ سے یہ صیقل عقائد اور اپنے فیوض عالیہ سے ضلالت و کجروی سے چھڑانا اور دربار رسالت میں معافی دلانا مولانا بابا کا وہ شرف امتیازی ہے جس سے نقادان فن بھی آپ نے صحیح معنے میں عالم اپنے اور اپنے پرائے سب آپکو مان بیٹھے۔ دوسرے شریعت و تصوف باہم ساتھ رکھنا جتنا اہم ہے آپ نے بڑے سہل طور پر رفتار و گفتار و اطوار و کردار سے محبّت رسول و اتباع سنت کی لازمی شرط سے پیش فرمایا اور دوسروں کو بھی اپنی اس نادر رہبری سے مزین کرتے ہوئے ہزاروں کو ولی کامل بنا دیا تیسرے قادریہ سہروردیہ چشتیہ نیز اویسیہ جو آپ کو مخصوص طور پر بخشا گیا سب میں یہ طریق نقشبندیت زینت تجدید بخشی چوتھے تصوف میں یہ آپ کی اصول تجدید کر اتباع سنت ہی قطبیت و غوثیت ہے اور خود اتباع سنت کا سراپا بن کر سب کچھ کرنا اور اسی سے سب کچھ پاکر دکھانا اور ایسے طالبین کو دلاکر بھی دکھانا واقعی مخصوص فضل رحمٰن ہے ہندوستان ہی نہیں عرب بھی عجم بھی نیپال بھی یورپ بھی آپکی اقلیم فردیت میں زیر نگیں اور آپکی تبلیغ سے مخمور ہو کر آپ کو شاہ ولایت بخش اور اولیا گر پکار اٹھتے ہیں۔

زہد و تقویٰ طریقت | (۱۹۶/۴۲) پانچویں تقویٰ طریقت میں یہ کمال ہے کہ بے نظیر متقی حضرات سند بنائے ہیں زہد و توکل کے وہ مثالی کردار پیش فرماتے ہیں کہ زہد و صوفیت بھی عقیدت ریز ہے تمام عمر آپ کا متاع دنیاوی باوجود ہر سہولت کے فقط ایک بوریہ ایک بدھنا رہا سب سے خاص امر یہ کہ ستر برس کامل صرف ایک غذا مونگ کی کھچڑی اتباع مرشد میں کھاتے کے سوا دوسری غذا ہی نہ چھونا ہے بلکہ بقیہ عمر میں باجرے جو مکا کی روٹی پر قناعت فرمانا اور یہی زائرین میں تقسیم کرنا جس

بڑے موذی امراض دور ہوتے رہتے تھے ہر دور میں آپکی امتیازیت اجاگر گئے ہیں چھٹے اصلاح و تبلیغ کا یہ عالم پر شوق کہ قرآن کریم کی اوّل خود درستی فرما کر پھر اس کی تفہیم سے تلاوت قرآن پر مائل کرنا پھر خود پابندی سے درس قرآن و حدیث صوفیا و علماء کو دینے کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ حیات تمام عمر نہ رہنا آپکا یہ حد کمال بے مثال ہے بلکہ یہ خلقت انسانی ہی تک محدود نہیں بلکہ خلقت جنات بھی آپ سے سیراب ہے (۱۹۳/۴۲) یہی وجہ تھی کہ مولانا بابا اپنے محبوب فرزند مولانا شاہ احمد میاں صاحب قدس سرہما کو علیحدہ درس ہی اس لئے دیتے تھے کہ اس خاص وقت میں گروہ نیک جنات شریک درس قرآن و حدیث ہوا کرتا جناتوں کی وارفتگی کا یہ عالم کہ کوئی تعلیم کا بیتاب کوئی بسم اللہ کرانے کا مشتاق کوئی مرید ہونے کو بیقرار رہتا تھا۔" (۱۹۴/۴۲) خود مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک جن صحابی کی بلاواسطہ ہم کو روایت ہوئی یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ایک دوست کو جن صحابی سے حدیث پہنچی پھر ان سے وہ حدیث ہم کو پہنچی اس واقعہ سے آپکی جستجوئے حدیث فیض صحبت صحابہ اور اتباع سنت رسول کا اشتیاق بے پایاں ظاہر ہے حتیٰ کہ آپکا عمل مرصّع اس حسن و شان سے ممتاز رہا کہ مستحبات تک بہ خصوصیت سے عمل فرماتے بلکہ سنت ائمہ بھی آپکے عمل سے نہ چھٹ سکنا آپکا نادر وصف ہے۔ ساتویں آپ کا یہ ارشاد کہ "عالم سنبھلا تو عالم سنبھلا عالم بگڑا تو عالم بگڑا۔" کس قدر بلیغ و دقیق و مجددانہ ہے کہ ہر دور میں درس دے رہا ہے یہ بھی آپ کا وصف خصوصی ہے کہ مختلف خیالات رکھنے والے جب حاضر آتے تو صرف آپکی صحبت سے ہی انکو وہ فیض اصلاحی ہوتا کہ وہ خود کجروی سے تائب ہی نہیں صحیح العقیدہ اور صوفی مشرب ہو جاتے مولانا بابا خود ایسے اخلاق مسنونہ سے اپنے درانے کی فہمائش فرماتے کہ وہ قائل ہی نہیں بلکہ فریفتہ اور وابستہ دامن ہو جاتا آٹھویں آپکا مکاشفہ اتنا قوی ہوتا کہ صاحبان کشف بھی آپکی صحت مکاشفہ کے معترف رہے مستجاب الدعواتی کا یہ عالم کہ ادھر فرمایا ادھر ہوا۔ بحمد اللہ آپکے

دور میں جدّتِ فکر و ندرتِ تحقیق اور تجدید و تعمیرِ ملّت کے وہ گہر آبدار ملتے ہیں جو نادر الوجود ہیں نویں آپکا جو ترجمہ آیاتِ قرآن یا تشریح تفسیر و توضیح حدیث ہوتی وہ بڑا کیف آور نکات و دقیقہ سے بھرپور تحقیق کا نچوڑ لطف بیانی سے مخمور ہوتا یہ وصف آپ پر ختم تھا دسویں قرآن و حدیث کے درس میں فیض مصطفائی خواص کو بہت کچھ عطا کرتا عوام کو محسوس ہوتا ہماری حدِ ادراک اتنی ہی ہے کہ پیارے فضلِ رحمن جدھر سے بھی دیکھیے سراپا فضلِ رحمن ہیں۔

قطب ابن قطب مجدد ابن مجدد

(۱۹۵/۳۵) مقتدائے طریقت امام ملت قبلہ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ پر خدا کی یہ بارش کرم دیکھئے کہ آپکی گنج مراد آباد والی حرم دویم سے دو فرزند اول مولانا شاہ احمد میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے قطب اور چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ سید محمد عرف سید دمیاں صاحب کو بانسبت سالک مجذوب پیدا فرمایا دادا میاں صاحب کا تکملہ حضرت مولانا بابا نے فرما کر حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کے سپرد فرمایا پس دادا میاں کو یہ دو خصوصیتیں حاصل رہیں کہ خود مرشد دہلوی دادا میاں کو محبوب رکھتے اور اپنی توجہات سے سرفراز کئے رہتے دوسرے مولانا بابا دادا میاں کو ازحد محبوب رکھنے پر بارگاہ رسالت سے بھی سفارشی رہتے اس دادا میاں کو خصوصی الطاف رسالت حاصل رہتے (۱۹۶/۳۶) رسول موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری بچپن ہی سے دادا میاں کو حاصل رہی ایکبار بچپن میں حضوری رسالت سے دادا میاں کو ایسا استغراق ہو گیا کہ کامل پندرہ یوم نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کسی سے کلام کیا پھر خود افاقہ ہو گیا دادا میاں علیہ الرحمہ جب مولانا بابا کے پاس درس کو آتے مولانا بابا فرماتے خیر پڑھو بفضلہ تم یوں ہی پڑھ جاؤ گے نیز مولانا بابا نے اپنے دورِ حیات ہی میں علماء صوفیاء کو درس حدیث و تکملہ باطنی کے لئے دادا میاں کے سپرد کرنا شروع کر دیا تھا دادا میاں علیہ الرحمہ کا بھی تمام عمر واحد مشغلہ درس قرآن و حدیث اور تبلیغ و تجدید قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ رہا آپ بھی

قرآن کریم کی غلطی کتابت اپنے قلم سے درست فرما کر لوگوں میں تقسیم کیا کرتے آپ بھی عملاً و قولاً اتباع سنت کا حسین نمونہ تھے انسان جسطرح آئینہ دیکھ کر خود اپنے حسن و قبح کو درست کر لیتا ہے اسی طرح دادا میاں کی صحبت میں آتے ہی اپنی درستی آنیوالا خود کر لیا کرتا (۱۹۷/۳۷) دادا میاں پر اس حد تک نوازش ربانی ہیں کہ ایکبار آپ نے فرمایا کہ ہم کس لائق ہیں مگر یہ خدا کا کرم کہ اس نے ہم کو معاملات حشر و نشر وغیرہ سب دکھلا دیے۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی تعلیمات و خصوصی نظرِ توجہات سے یہ اوصاف دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ میں بڑی ندرت کے ساتھ تھے کہ مختصر جملوں میں دقیق نکتے لطیف پیرایہ میں ترجمہ قرآن و حدیث اور خلاصۂ تحقیقات بیان فرماتے فن قرأت میں ماہر قاری علم حدیث میں بلند پایہ محدث و محقق نگر تحقیق فقیہانہ میں مجتہد وقت اسرار طریقت میں ولی گر دادا میاں علیہ الرحمہ ملتے ہیں آپکی توجیہہ مجتہدانہ اور تنقیح محدثانہ کا علما ئے وقت لوہا مانتے فتنہ قادیانی اور تثلیث عیسائیت کا بڑی خوش مذاقی سے آپنے استیصال فرمایا آپکی ولایت احسانی سے ہزاروں کمال علم اور مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے صاحبان نسبت کی نسبتیں آپکی نسبت جلیلہ کے سامنے گم اور مجذوبوں کا جذب آپکے سامنے اگر معدوم ہو جاتا تا ایک ہند ہی نہیں عرب اور یورپ تک آپکی حدود ولایت میں ہے خلقت انسانی ہی نہیں بلکہ خلقت جنات کی فیض رسانی قرآن و حدیث و مکتب نشینی و مریدی کی فراوانی سے رہتی رہی۔ آپ بھی بڑے صاحب کشف و کرامات اور ولی گر ہستی ہیں آپ کا بھی یہ وصفِ امتیازی ہے کہ اپنے پرائے ہیں پرائے بھی آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں تحقیقی ندرت فکری جدت و تجدید قوم و ملت کی آپ انمول معدن ہیں۔

بعض کوائف خصوصی

(۱۹۸/۳۸) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کے نسبی شجرہ سے ثابت ہے کہ آپکے آباء و اجداد میں بعض ایسے بزرگان ہیں جو اپنے والد کی طرف سے اولاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ کی طرف سے اولاد رسول ہیں لیکن

حضرت مولانا بابا میں یہ نسبت اس طرح اجاگر ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے والد صاحب سے اگر
اولاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو آپکی والدہ ماجدہ کو یہ شرف حاصل ہے
کہ موصوفہ دادھیالی طور سے اولاد سید نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ سے ہیں اور
موصوفہ اپنے قریبی نسب ننھیالی سے نانی کی طرف سے اولاد خاص خواجہ خواجگان سیدی
بہاء الدین محمد نقشبند اور اپنے نانا کی طرف سے اولاد شیخ الشیوخ سیدی شہاب الدین سہروردی
قدس سرہم ہیں چنانچہ گیارہویں شریف کے موقعہ پر یوسف علی بیگ صاحب سے مولانا
بابا فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں شیرینی لے آؤ ہم فاتحہ کر دیں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تو ہمارے پرنانا ہیں یہی وہ مادری نسبت ہے جو سب پر حاوی ہو کر آپ کو طریقہ نقشبندیہ
و قادریہ کا تاج پہنائے خونی نسبت رسالت سے پرنور کرے ہے (ر $\frac{۱۹}{۳۹}$) یہ حقیقت ہے
کہ جس نے مولانا بابا کو نہ دیکھا ہو وہ دادا میاں قدس سرہما کو دیکھ لے یہ ہر دو حضرات
لازم و ملزوم وہی نسبت کے دولھا ولایت احسانی کے تاجدار ہیں آپ مرشد دوراں مولانا
بابا اور دادا میاں صاحبان قدس سرہم کو اویس دوراں غوث زماں وغیرہ جو بھی آپ کی
عقیدت دلبصیرت فیصلہ کرے کہہ لیجئے لیکن اصلیت یہ ہے کہ اس کے باوجود آپ کی
تسلی نہیں ہو پاتی جب آپ یہ سنتے ہیں کہ بحر العلوم مولانا عبدالحی فرنگی محلی مولانا جان علی
صاحبان محدث بہاری مہاجر مکہ مکرمہ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری وغیرہ علیہم الرحمہ
کا اکثر و بیشتر یہ کہنا تھا کہ "جس نے نسبت محمدی اور شان صحابہ نہ دیکھی ہو، وہ مولانا
بابا اور دادا میاں کو دیکھ لے"، جب آپ جان لیتے ہیں کہ سید محمد نور شاہ عرف مدنی
شاہ رحمانی علیہ الرحمہ دیار پاک میں پنجوقتہ مولانا بابا قدس سرہٗ کو نماز ادا کرتے دیکھنے
مگر مل نہیں پاتے ہیں جب آپ نسخہ قرآن شریف پر یہ لکھا پاتے۔ "کہ ایں کلام پاک را
بر مزار رسول الثقلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بفضلہ ہفت بار از اول تا آخر خواندہ ام
بہ ید فضل رحمن محمدی۔" جب آپ معلوم کرتے ہیں کہ دادا میاں صاحب ظاہری طور سے
نہیں گئے مگر حرمین شریفین میں لوگ آپ کو نمازوں میں پاتے تو ان وقتی تسکین

والے خطابات سلوک سے کہیں بلند و بالا ہمارے مرشدین آپ کو نظر آتے ہیں۔

ولایت جاریہ

نمبر ۲۰ حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ پر علاوہ ایک
زہنی الزام کا مقدمہ کہ آپ نے دانت سے ناک کاٹ لی جس میں اللہ تعالیٰ نے موصوف کو
باعزت بری ۱۸۹۱ء میں کر دیا تھا فقیر شیروانی واستاد الحکماء حکیم محمود خاں و حاذق الحکماء
حکیم اللہ دیا صاحبان دہلوی اس مسرت میں گنجمرادآباد آئے تو مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب
نبض آبادی نواب ظل کریم صاحب نواب ڈھاکہ اور نواب مرشد آباد وغیرہ مریدین بھی
آئے ہوئے تھے اس فتح حقانی سے دشمن بھیر فکر شورش میں تھے کہ نواب خورشید جاہ صاحب
فضل رحمانی جو باون لاکھ کے معافی دار تھے بھی آ گئے نواب ظل کریم صاحب نے ان سے یہ
سب ماجرا کہا بوقت حاضری نواب خورشید جاہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور اعلیٰ کی
اجازت ہو تو ہم سب خادمان ایک وفد میں گورنر یو۔پی۔ سے مل کر یہ حال بتائیں
اور مولانا احمد میاں صاحب کو طرح طرح سے ستانیوالوں کو وہ سبق دیں کہ تا عمر
رویا کریں۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے بڑے جلال میں فرمایا کہ اپنے گورنر کو تم جانو ہمکو ہمارا
رسول کافی ہے میاں نیاز احمد تم کو معلوم ہے کہ لوگ پہلے ہم کو ستاتے رہے کہ ہم یہاں نہ رہیں
ملاواں یا سندیلہ چلے جائیں مگر بہ فیض رسالت ہمارا کچھ نہ کر سکے بلکہ خدا نے ہمکو آل اولاد کو
بڑھایا تو اب ہمارے احمد میاں کو ستاتے جھوٹے مقدمات میں پھنساتے ہیں تاکہ وہ گھبرا کر
ترک وطن کر جائیں مگر خدائے قدوس احمد میاں کو اس طرح آباد کرتا اور بڑھاتا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے احمد میاں اور انکی اولاد در
اولاد کا جب تک سلسلہ باقی رہیگا ان میں خدا نے سلسلہ ولایت جاری رکھنا منظور فرمایا
ہے پھر ہم کیوں کچھ فکر کریں۔ پھر آپ نے دست دعا اٹھا کر یوں دعا فرمائی بار الٰہا اپنے
حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے تو نے کرم فرما کر ولایت جاریہ بخشی تو احمد
میاں کو میرے مثل بنا اور انکی اولاد در اولاد سے اپنی شان کرم کے مطابق دید گذر
زمانے رہنا فضل رحمن بے نوا ان سب کو تیری ضمانت میں دیتا ہے آمین ثم آمین۔"

فقیر شروانی اگرچہ بعض اکابر ملت سے اس خصوصی انعام ولایت جاریہ کو سنے تھا مگر اس وقت نہ یوں جلال آیا نہ یہ پردہ اُٹھتا۔ چنانچہ ایک بار مولانا بابا علیہ الرحمہ نے قرض خواہوں سے فرمایا ہم نہ ہونگے تو ہماری قبر قرض بھی ادا کریگی اور وہی فیض بھی بفضلہ جاری رہیگا۔

فضلِ بالائے فضل

۲۰۱/۴۲ فقیر شروانی کی نظر صرف یہی محسوس کر سکی کہ مولانا بابا کی ولایت احسانی مطلق ترک دنیاوی کے ساتھ رہی اور مولانا شاہ احمد میاں صاحب جیسی ولی گرہستی کی ولایت احسانی با حشمت ملتی ہے باوجودیکہ دادا میاں بے حد سادہ وضع بہت نرم دل خلیق و انتہائی سخی ذات تھے مگر ہیبت حق کے علاوہ آپ پر خدا کا یہ مزید کرم رہا کہ سادہ کرتا پاجامہ میں ایک بادبہ سلطان وقت معلوم ہوتے تھے اور دربار فقیرانہ توکل زاہدانہ میں شوکت شاہانہ رہا کرتی یہ فضل رحمانی دادا میاں کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب میں ایسی شوکت و دبدبہ سے رہتا اور آپ کو منصب ابدال بخشتا ہے موصوف میں قبلہ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب سب کو جلوہ گر نظر آتے ہیں تو دوسری طرف دادا میاں کے چھوٹے صاحبزادے مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہم میں ہر نگاہ مولانا شاہ احمد میاں صاحب کو اسی طرح پا رہی ہے خدا آپ کو منصب ولی عارف عطا کرتا ہے ہر دو برادران ولی ابن ولی ہو کر فیض بخش قلوب طالبان ہیں اس فضل ربانی کا اختتام یہیں نہیں ہو جاتا بلکہ فضل بالائے فضل یہ کہ مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب کی تعلیم و توجہات سے مرقع فضل رحمانی بار امانت کے حاملِ مخدوم زادے مفتی شاہ بھولے میاں صاحب میں مولانا بابا کا رنگ اور مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب کی جلوہ گری رفتار و گفتار میں نمایاں ہے تو چھوٹے مخدوم زادے مولوی محمد میاں سلمہٗ میں مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہم واضح ہیں۔ فقیر شروانی یقینی بے حد خوش قسمت ہے کہ مجھ کو خدا نے اپنے مرشد کی چوتھی پشت تک سے امید سے زائد فیض یابی بخشی۔

مناظرِ عداوت

۲۰۲/۴۲ فضل رحمانی نے اپنے فقیر شروانی کو یہ مواقع مسرت دکھائے تو مناظر عداوت بھی حصہ میں آنا تھے ایک وہ وقت رہا کہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کو گنج مراد آباد نہ رہنے دینے کی شورشیں اٹھیں مگر تائید ربانی نے شورش پسندوں کو پنپنے ہی نہ دیا تو اس عناد کو دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ سے زفی مقدمات چلا کر فتنۂ نیابت اٹھا کر پورا کیا جانے لگا مگر وہ فیض مصطفائی حضرت پر رہا کہ معاندین کو رسوا ہی نہیں بلکہ مطیع بھی ہونا پڑا۔ پھر ایک وہ وقت آیا کہ بڑے بابا و چھوٹے بابا صاحبان سے یہ قدیم عداوتیں بناوٹی مقدمات بسنہ ۱۹۲۶ء میں اولاً پھر سنہ ۱۹۲۹ء میں دوبارہ نکالنا چاہیں مگر ایسے انظار رسالت رہے کہ آگ کو ہوا دینے والے تپے ہی نہ رہ پائے پھر وہ وقت آیا کہ فقیر شروانی کو دو سال میں سات ماہی حصہ مواقع حضوری میں بدفعات گذرا تو مفتی شاہ بھولے میاں صاحب کی جدت فکر و تحقیقی وسعت کو فقیہانہ علم حاضر کو مختلف طور سے بحکم مولانا محمد رحمت اللہ میاں صاحب تولنا و یہ کہنا پڑا حتیٰ کہ مفتی بھولے میاں صاحب کی دستار فضیلت کے وقت اعتراف حقیقت کی بنا پر خطاب فقیہ العلماء کا سپاسنامہ پیش کرنیکا شرف بھی حاصل رہا کیا خبر تھی کہ قدرت الٰہی اور ادائے فضل رحمانی دکھانا چاہتی ہے ہمارے بھولے میاں صاحب کا یہ خداداد عروج قدیمانہ عداوت کو ایک منظم اسکیم سے ایک تیر سے دو شکار کرنے اٹھا لایا کہ مفتی بھولے میاں نے گولی سے مارا اور مولانا محمد رحمت اللہ میاں نے گولی سے مار دینے کا آرڈر دیا۔ حتیٰ کہ وہ لمحہ آتا ہے جب دنیائے عقیدت سسکنے لگتی ہے تو ہمارے فقیہ العلماء بھولے میاں اپنی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑے بابا صاحب کا یوں حق ادا کرتے ہیں کہ "بابا اولاد تو ہوتی اسلئے ہے کہ باپ پر نچھاور ہو جائے اور باپ پر آنچ نہ آنے دے آپ بچے تو ہم پہلے بچے۔" ادھر بڑے بابا صاحب فرماتے ہیں "بھائی شروانی صاحب بھولے میاں نے ابھی سے سب ہم سے چھین لیا۔" (۲۰۳/۴۲) شب گذرتے ہی دوسرے دن راجہ گرارا جہ عبدالرحمٰن خاں،

رحمانی مع راجہ محمود آباد محمد امیر احمد خاں رحمانی صاحبان فائز ہوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بہت تیز نور پھیلا دیکھتا ہوں معلوم کیا گیا تو بتایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کا نور ہے وہ آرہے ہیں اتنے میں آپ تشریف لے آئے عرض کیا کہ آج آپ بڑی عجلت میں ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لوگوں کا میری اولاد کو ستانا برداشت کی حد سے باہر ہو چکا ہے اب میں رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کرنے جا رہا ہوں۔" اسی دن وہ فضل رحمانی ہوتا ہے جسکی نہ نظیر ہے نہ شنید ہے کوشش تھی سزائے موت کی مگر ہمارے بھولے میاں صاحب کو خدائے تعالیٰ نے سب سے زندہ شہید کہلوایا انکی عقیدت نے بھی بہت بعد میں سمجھا کہ پرانی عقیدت پر صیقل اور جدید ارادت کو درس استقامت و محبت کے لئے یہ ادائے فضل رحمانی تھی۔" سر دست یہ تینتالیس ۴۳ کوائف جو فضل رحمانی برادری کی امانت ہیں سپرد قلم کرتے ہوئے آپکا شروانی سبکدوش ہوتا ہے۔

فقیر فضل رحمانی حبیب الرحمان خاں شروانی۔ حبیب گنج۔

ساتواں باب

کوائف مرتبہ فیض آبادی صاحب

مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی حکیم حاذق عالم بے بدل تھے حضرت مولانا بابا سے بیعت ہوئے اتباع مرشد میں متاع دنیاوی کو خیرباد کہدیا ایک لوٹا ایک دری و مصلا کے سوا کچھ نہ رہتے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی امتیازیت اور خلوص محبت پر دادا میاں علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنا خلیفہ مجاز بہ مرضی مولانا بابا بنا دیا شاہ صاحب علیہ الرحمہ بڑے متوکل کامل طریقت صاحب نسبت قوی الکشف قطب وقت ہیں آپنے کچھ کوائف جمع کئے مگر وہ تلف ہو گیا جو ہم کو ملا اسکا انتخاب پیش ہے۔

فضیلت و خصوصیت مسجد (۲۰۴/۱) بعض لوگوں نے فقیر نیاز احمد سے پوچھا

کہ یہاں بھی کوئی جنتی کھڑکی یا مقام ہے ادھر مولانا بابا کو کشف ہوا فرمایا میاں میاں نیاز احمد سب سے بڑی جنت یہ ہے کہ کرم رسالت شامل حال رہے پھر فرمایا اس مقام پر جہاں سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نمازیں ادا فرماتے رہے ہیں اس مقدس جگہ جو کوئی نماز ادا کرے وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا اور جو مسجد کے دیگر اطراف میں نماز ادا کرے بطفیل رسالت اسکی عاقبت بخیر ہو (۲۰۵/۲) ایک بار مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس مسجد کے شمالی و جنوبی دونوں گوشوں میں جہاں سے دعا مانگو خدا قبول کرے۔ یہ سب شرف اس لئے ملا ہے کہ حضرت شیر خدا و امام حسین و حضرت عیسیٰ روح اللہ و حضرت خواجہ خضر ہمارے رسول معظم صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اکابر اولیا جیسے حضرت غوث اعظم حضرت مجدد الف ثانی و محبوب اولیا نظام الدین دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہاں تشریف لاتے نمازیں پڑھتے ہیں۔

نوید کرم و بخشش (۲۰۶/۳) فقیر نیاز احمد سے میرے پیر بھائی مولانا قادر بخش صاحب فضل رحمانی سہسرانی نے بیان کیا کہ مولانا بابا نے فرمایا کہ ایکبار ہم کو عقبیٰ کا بڑا خیال دامنگیر ہوا تو ہم نے حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تم تو خیر ہو جو محبت سے تمہارا وابستہ ہوگا اس کا انجام بخیر ہوگا۔ پھر ہمارے مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ہم کو بشارت دی کہ ہزاروں آدمی تمہارے سبب سے بخشے جائیں گے۔"

(۲۰۷/۴) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کبھی یوں بھی کرم ہوتا ہے کہ ہمارے مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہٗ کے دعا کرنے سے رب العالمین کا یہ الہام ہوا کہ تمہارے خاص سلسلہ فضل رحمٰن کے جتنے مرید ہونگے بخشے جائیں گے۔

سلسلۂ جاریہ (۲۰۸/۵) ایک روز مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم کو یہ خیال ستانے لگا۔ کہ دیگر اولیا کی طرح ہمارا بھی سلسلہ منقطع آئندہ نہ ہو جائے مگر الطاف رسالت کا شکر کس طرح ادا ہو رحمت کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے احمد میاں علیہ اور انکی اولاد اور اولاد کا جب تک سلسلہ باقی رہیگا اُن میں سلسلۂ ولایت

وفیض جاری رکھنے کو خدانے منظور فرمالیا ہے کبھی اس طرح بھی کرم سے نوازا جاتا ہے۔

دعاہائے جاریہ (٢٠٩) اسی جلسہ میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی بار الٰہا اپنے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایات وسفارش سے جب تونے خاص کرم سے ولایت جاریہ بخشی تو احمد میاں کو میرے مثل بنا اور انکی اولاد در اولاد سے اپنی شان کرم کے مطابق درگذر فرماتے رہنا ہے تو فضل رحمٰن ان سب کو تیری ضمانت میں دیتا ہے قبول فرما آمین ثم آمین (٢١٠) نواب خورشید جاہ فضل رحمانی حیدرآبادی نواب ڈھاکہ کے نواب ظل کریم صاحب فضل رحمانی دادا میاں کے فرضی مقدمہ کی باعزت بریت کی خوشی میں آئے ہوئے تھے فقیر نیاز احمد نے نواب محمد اسحاق صاحب میرٹھ والے (نواب محمد اسماعیل صاحب کے والد) اور نواب دکن و نواب مرشدآباد کو پیش کیا مولانا مولانا بابا نے تینوں حضرات کو مرید کیا تو نواب خورشید جاہ نے نواب محمد اسحاق صاحب سے کہا کہ اس وقت پیر و مرشد جوش مسرت میں ہیں ہم مریدوں کے لئے بھی کچھ دعا ہو جاتی مولانا بابا علیہ الرحمہ کو کشف ہوا فرمایا کہ ہمارے مرشد قبلہ دہلوی کی دعا کے بعد ضرورت کیا رہ جاتی ہے۔ تم نہیں مانتے تو سب آمین کہو پھر دست دعا اٹھا کر فرمایا میرے مولا فضل رحمان کو اپنا بنا لے تیرے کلمہ خوانوں کو تیرا نام لینا مسکین فضل رحمٰن بتا رہا ہے اس کا بھرم رکھنا مجھ بے بضاعت کے مرد وعورت مریدین موجودہ و آئندہ ہونیوالوں کو توفیق طاعت دیکر سب کا انجام بخشش پر فرما آمین ثم آمین۔ (٢١١) بائیس ٢٢ ربیع الاول جمعہ بوقت فجر ١٣١٣ھ یوں مولانا بابا نے دعا فرمائی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) آپ کا غلام فضل رحمٰن احمد میاں اور انکی اولاد در اولاد کو آپ کے دامن رحمت میں دیتا ہے قبول ہو۔

ہم اچھے ہر بات کیے تم ہو بڑے مراج
اپنی اور تباہیوں کہ باندھ گئے کی لاج

یا الٰہ العالمین تیرے بندے جب تک مجھ سے تیرا نام تیری یاد کو سیکھتے رہے اسوقت تک تیرے حوالے تھے اب بھی تیرے [illegible] تک کے اور آئندہ عاجل سلسلہ

مرد وعورت مریدین کو بخش دے یہ سب رحمانی بنے ہیں اپنے تقاضائے رحمانیت سے ان کو نواز جوار رحمت عطا کر۔ آمین۔

نسبت محمدی (٢١٢) فقیر نیاز احمد سے کئی بزرگوں نے بتایا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ہماری حدیث جاننا ہو تو فضل رحمٰن سے حاصل کرو (٢١٣) ایک بار مولانا بابا علیہ الرحمہ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور آپ انتہائی مؤدب بیٹھے درود شریف پڑھ رہے تھے پھر میرے پوچھنے پر آپنے وضاحت کی کہ ممبر کے پاس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اکابر اولیا مثل حضرت نظام الدین اولیا دہلوی وغیرہ قدس سرہم اس جلسہ میں شریک تھے" (٢١٤) ایک مرتبہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایسے بڑے مجذوب آئے جن کے جذبے کی نسبت کو حضرت مجدد الف ثانی صاحب کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب قدس سرہما بھی مانتے تھے پھر ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تمھاری نسبت کے آگے انکی کیا حقیقت نسبت ہے پھر ان مجذوب نے ہمارے پیچھے وضو کر کے نماز پڑھی اور انکا سارا جذب بھی جاتا رہا۔ نسبت خونی (٢١٥) فقیر نیاز احمد کو درس حدیث کا شرف ملا حدیث وصال سیدنا ابراہیم ابن محمد رسول اللہ صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہم پر مولانا بابا قدس سرہ کے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ کر غمگین آواز سے فرمایا جانتے بھی کچھ ہو اگر بطور تعزیت اس وقت بھی آنسو جاری ہوں اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھے تو ایسے شخص کو وہی ثواب ہے جو اس وقت تھا باقی ہم کیوں نہ روئیں ہمارا اور ان کا خون ملا ہوا ہے اور ہمارے پیشوا بھی ہیں" یہ خونی اور روحی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی کرم کا خزانہ اور پیارے فضل رحمٰن کو سراپا فضل رحمٰن بنائے ہے نوازش کرم کی فراوانی یہانتک کہ حضرت سیدہ جنت علیہا السلام مولانا بابا کو اپنا فرزند بنا کے آغوش مادرانہ سے لگا کے شبیر خدا

علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ اندرون خانہ گھر کے بچوں کی طرح آنے جانے کا مجاز فرمائے رہیں نوازشیں رکھیں مولانا احمد میاں صاحب فضل علیہ الرحمہ کے فرضی الزام دانت سے ناک کاٹنے میں شیر خدا و امام حسین کرم اللہ تعالیٰ وجہہما مولانا بابا سے فرمائیں کہ تم کیوں فکر کرو احمد میاں کو ہم چھڑائے لاتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محبت و کرم فرمائیں تشریف ارزانی فرماتی رہیں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت بی بی ہاجرہ و حضرت بی بی سارہ علیہما السلام الطاف و محبت فرمائیں حضرت عیسیٰ روح اللہ و حضرت خواجہ خضر علیہما السلام شرف تشریف آوری و معاونت سے نوازیں آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بچوں کی طرح جلوت و خلوت میں تشریف لاتے رہیں شرف حضوری دوامی سے مولانا بابا کو سرفراز رکھیں تو بقول مولانا بابا علیہ الرحمہ کے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جب نوازیں کرم در کرم رکھیں تو خدا کی اس دین کا کچھ ٹھکانا ہے"

خصوصی قرب رسالت (۲۱۳/۱۳) فقیر نیاز احمد کے پیر بھائی مولوی حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ فیض آباد (جو شیخ دیوبندی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے والد ہیں) نے ہم سے یہ بیان کیا کہ انھوں نے دیکھا کہ دربار رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوں مگر پیر و مرشد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہ وہاں نظر نہیں آتے تو بڑی کوفت گذری اتنے میں بکمال شفقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں مضطرب ہو عرض کیا میرے مرشد کیا یہاں نہیں تو سردار موجودات صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقام عام میں انکو کیسے پاسکتے ہو اتنے میں ایک پردہ اٹھا تو مولانا بابا صاحب اس حریم خاص میں تھے۔ کئی دن مولوی حبیب اللہ صاحب پر وجد طاری رہا

(۲۱۶/۱۴) ایک عالم نے فقیر نیاز احمد سے کہا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ حقہ مکروہ لکھتے ہیں اور مولانا بابا علیہ الرحمہ حقہ پیتے ہیں تو میں نے سمجھایا کہ تم

اور حقہ جس میں کیٹ اور نَے میں سیاہی جم جاتی ہے بدبو آنے لگتی ہے لیکن حضور اعلیٰ جیسا جدید بہ ہر بار تازہ کرنے اور پانی بدلنے کے التزام سے خوشبودار تمباکو مکروہ کیساتھ پیتے ہیں اسکو کوئی مکروہ نہیں لکھتا! اتنے میں حضور اعلیٰ کو کشف ہوا بلا کر فرمایا کہ میاں وہ اور لوگ ہیں جن کے لئے شاہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ حقہ مکروہ لکھتے ہیں ہم تو اس وقت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حقہ پی لیتے ہیں تمہارے معترض آنحضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منع کرا سکتے ہوں تو منع کرا دیں پھر تو وہ عالم بہت شرمندہ ہوئے۔"

تواریخ پیدائش و وصال (۲۱۸/۱۵) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کی ولادت شریف یکم رمضان مبارک ۱۲۰۸ھ بوقت صبح صادق ہوئی آپ نے اس وقت سے تمام دن تا غروب آفتاب والدہ کا دودھ نہ پیا اسی طرح ایام شیر خواری میں جب ماہ مبارک پڑا اور طفلی میں کبھی ایام صیام میں کبھی نہ دودھ پیا نہ کھایا چوتھی برس سے تو آپ مکمل روزہ رکھنے لگے اپنے بچپن کے تذکرے میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجے اور ڈھیلا لینے کے پابند رہے اور تین سال ہی کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے اب تک باجماعت بفضلہ نماز ادا کرتے رہے آپ کا وصال شریف بروز جمعہ بعد عصر قبل غروب بائیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ بعمر شریف ایک سو پانچ برس ہوا۔

آمد گنج مراد آباد و عقد (۲۱۹/۱۶) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے ملاوال سے ہجرت فرما کر دو محرم ۱۲۴۲ھ کو گنج مراد آباد وطن بنالیا۔ نواب غوث محمد صاحب علوی سب سے پہلے آپ کے اہل بستی سے مرید ہوئے اور مانند فرزند چاہنے و جاں نثاری کرنے لگے شوال ربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو آپ کا دوسرا عقد شہنشاہ عالمگیر علیہ الرحمہ کے دیوان ریاست میر کریم رشید صاحب علوی جو نواب اور خانصاحب کا خطاب شاہی

پائے ہوئے تھے اور مزار شریف وسط مقبرہ فضل رحمانی میں ہے کی بھتیجی صاحبہ
سے ہوا (۲۲۰/۱۷) موصوفہ پیرانی بی بی سے قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب قدس سرہ
بائیس ۲۲ محرم ۱۲۴۴ھ کو پیدائشی قطب پیدا ہوئے اور یکم صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء
یوم جمعہ بعد فجر بہ عمر اکیانوے سال داخل بحق ہوئے جملہ انہتر ۶۹ برس مولانا بابا علیہ الرحمہ
کی زیر صحبت اور بائیس برس زینت سجادہ فضل رحمانی رہے۔ مولانا بابا کی حرم ثانی کا
وصال ۱۳۰۲ھ میں ہوا دادا میاں علیہ الرحمہ کی خانہ آبادی نواب کریم شیر صاحب علوی
کی پوتی دختر نواب مظفر علی صاحب علوی سے ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ موصوفہ سے مولانا شاہ
محمد رحمت اللہ میاں صاحب انتیس رجب ۱۲۹۹ھ کو پیدا ہوئے موصوف پندرہ برس
برس ہی کے تھے جب مولانا بابا علیہ الرحمہ کا وصال ہوا آپ دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ
کے زیر صحبت ساڑھے چھتیس ۳۶ برس رہ کر یکم صفر ۱۳۳۵ھ کو صاحب سجادہ ہوئے
دادا میاں کے دوسرے صاحبزادے مولانا شاہ نعمت اللہ میاں صاحب چار ربیع الاول
۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے بوقت وصال مولانا بابا آپ آٹھ برس کے تھے نوٹ چھوٹے
بابا صاحب علیہ الرحمہ دادا میاں صاحب کی زیر صحبت تیس برس رہے اور دس ربیع الآخر
۱۳۷۵ھ بہ عمر ستر سال مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء یوم جمعہ بوقت فجر نماز فجر ادا کرتے
سر بسجدہ واصل بحق ہوئے بڑے بابا صاحب کا چھ ذی حجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مئی
۱۹۶۲ء بروز جمعہ دو بجے دن بیاسی ۸۲ برس میں وصال شریف ہوا موصوف چھبیس
برس زینت سجادہ رہے ھدایت جلد اول افضال رحمانی میں غلطی طباعت سے
اعداد و شمار غلط ہو گئے ہیں اسکی صحت مکتوبہ تواریخ سے کرلیں اس مجموعہ رحمت و نعمت سے
قبل کی سابقہ کتب کوائف میں یہ تفصیلی اعداد شمار صرف معتبر ہیں جن کو فیض آبادی صاحب
نے بڑی تحقیق سے فراہم کیا ہے۔

قیوم دوراں علیہ الرحمہ (۲۲۱/۱۸) خادم نیاز احمد کو نہ جمع کوائف کا شوق ہے
نہ کوائف نویسوں کی صف میں آنے کی حرص ہے۔ لیکن جب میری نظر میں غلط روایات

زبانی بھی اور نتنی منافی روایت تحریری بھی آئیں تو مجھے بڑا دھکا لگا دوسری اہم بات یہ دیکھ
رہا ہوں کہ حضرت قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب قدس سرہ کا وہ ضروری ذکر جو جان
سوانح ہے کتب کوائف میں ندارد ہے تو حیرت اور بھی ہوئی کیونکہ حضرت مولانا بابا قبلہ کا صحیح ترجمہ
اور صیقل کردہ آئینہ دادا میاں صاحب قدس سرہم تھے میں نہیں بلکہ مجھ سے بہتر و برتر یہ فرما گئے
کہ جس نے مولانا احمد میاں کو نہیں سمجھا اس نے مولانا بابا کو سمجھا نہیں۔ اس بنا پر فقیر نے کچھ اذکار
جمع کر لیے لیکن اشاعت کا جب بھی خیال آیا یہ امر برابر مانع آتا رہا کہ اگر خود مولانا بابا کو
تشہیر روایت ناپسند نہ ہوتی تو آج ان کے تذکروں کا ایک بڑا کتب خانہ علیحدہ قائم رہتا خود مولانا
بابا علیہ الرحمہ نے سلیس بھاشا میں قرآن کریم کا ترجمہ نادر تحریر فرمایا مگر خود ہی اسکی تشہیر نہ دیکھ
دفن کر دیا چند اوراق لوگوں کے ہاتھ لگ گئے وہ منظر عام پر آئے پس فقیر بھی اسی اتباع میں شدہ
بر خاموشی پر اکتفا کرتا ہے۔ خادم نیاز احمد سے وہ بزرگان خود بیان کرتے تھے جنھوں
نے آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مولانا بابا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد پوچھا
کہ کس سے مرید ہوں تو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ احمد میاں سے مرید ہو
(۲۲۲/۱۹) دادا میاں علیہ الرحمہ جب پڑھنے آتے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ فرماتے خیر پڑھ لو تم تو
توجہات رسالت سے پڑھ بھی جاؤ گے گڑھ بھی جاؤ گے بلکہ دادا میاں کو مولانا بابا
صاحب قدس سرہما علیحدہ درس ہی اس لئے دیا کرتے تھے کہ دادا میاں کے درس میں
ابرار جنات و اخیار ارواح بابرکات کی شرکت رہا کرتی اس وقت سب کی آمد رفت بند کر دی
جاتی تھی چار پانچ بار فقیر نیاز احمد کو اس مشاہدہ کا موقع صرف مل سکا ورنہ یہ راز اسی طرح
راز رہتا (۲۲۳/۲) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ کے درس میں بھی یہ مشاہدہ فقیر کو مولانا
ظہور الاسلام مولانا نور محمد و مولانا حافظ سید ابو سعید صاحبان فتحپوری جیسی ہستیوں کو بھی
بنا کر خود حضوری رسالت کا کبھی اور کبھی فیوض رسالت کا شرف پاتے عموماً انوار حاضر
محسوس ہوا کرتے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے جب شروع ہی سے دادا میاں صاحب
علیہ الرحمہ کو تعلیمات آفاقی کے سپرد لوے توجہات رسالت سے سرشاری بہم پہنچا دی تو خود

وہ ذات کیا ہے کیا ہوگی (۲۲۴/۲۱) نواب نور الحسن خانصاحب فضل رحمانی بھوپالی نے بھی اسکو نقل کیا ہے کہ دادا میاں صاحب کو مولانا بابا قدس سرہ نے صحاح ستہ کے علاوہ مشکوٰۃ شریف اور مؤطا بھی پڑھائیں (نکات سلوک صفحہ ۸۹ پر یہ مرقوم ہے) (۲۲۵/۲۲) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے شب قدر میں دعا کی یا الٰہی احمد میاں میرے مثل ہوں (رسالہ زبدۃ الفوائد میں نواب نور الحسن خانصاحب بھوپالی نے اس کو بھی لکھا ہے) چنانچہ اس دعا کو خدا نے مستجاب فرمایا اور وہی سب کچھ عطا فرما دیا خادم نیاز احمد کو بڑے کافی مواقع حضوری خلوت و جلوت میں مولانا بابا اور دادا میاں صاحبان کی حاصل رہے کاش وہ مشاہدہ کا نذریہ قلم کھینچ سکتا مختصر یہ کہ آپ کا نیاز احمد خود حضرت احمد میاں صاحب کی چند توجہات کا نتیجہ ہے (۲۲۶/۲۳) حضرت دادا میاں قدس سرہ کو بھی بڑی خاص مستجاب الدعواتی بے حد کشف جلی اور اللہ والی نسبت جلیلہ خدا نے عطا فرمائی تھیں بانسبت حضرات بھی دادا میاں کی نسبت کے سامنے اپنی نسبتوں کو گم پایا کرتے علمائے وقت آپکی تقاوی و نکتہ شناسی کے اور صوفیائے عصر آپکی قیومیت کے زیر نگیں تھے حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے منصب قیومیت کی دادا میاں کو بشارت دی تھی ؎

در دست نہ تیر است نہ بر دوش کمان است ؛ ایں سادگی اوست کہ بسمل دو جہان است

فاتحہ سیوم و سجادہ نشینی

(۲۲۷/۲۴) اگست ۱۸۹۵ء میں ایک ڈاکٹر گوالیار کا رنگا ہوا چار گز کپڑا لائے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اپنے درزی مسمیٰ کاشو خیاط کو بلا کر تاکید کی کہ ہمارا انگرکھا سی لاؤ باقی جو کپڑا بچے اسے نعمت اللہ میاں کا انگرکھا بنا دو مگر جلد تیار کرو۔ کاشو خیاط نے دوسرے روز قریب عصر انگرکھا تیار کردہ پیش کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اس انگرکھے کو پہن کر نماز عصر پڑھائی بعد عصر میں اور عبد الغفار صاحب فضل رحمانی آسیونی دونوں آپکی خدمت میں حجرہ کی طرف آئے حجرہ میں مولانا بابا پر جو عالم انوار دیکھا تو دیر تک اپنے آپے میں نہ رہے ادھر وحید احمد صاحب فضل رحمانی ردولوی کا بھی یہی حال آپ پر نظر پڑتے ہوا جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ حضور یہ بہت اچھا انگرکھا لگتا ہے

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا " ہاں اچھا معلوم ہوگا" اسی وقت اسکو اتار کر اپنی گٹھڑی میں جہاں ایک جوڑہ کپڑا رکھا ہوا تھا بند کر کے رکھ دیا میں اور عبد الغفار خانصاحب ہاں اچھا معلوم ہوگا پر کچھ چونکے اور دونوں نے اس واقعہ کو محفوظ کر لیا پھر جب آپ کا وصال ہوا تو اس آپکی گٹھڑی میں وہ کپڑے کا جوڑا تو نہ ملا صرف مذکورہ انگرکھا موجود ملا حضرت مولانا احمد میاں شاہ صاحب قدس سرہ کو سجادہ نشینی میں وہ انگرکھا پہنایا گیا تو ناظرین کا عجب حال ہو گیا یہی معلوم ہوتا تھا کہ مولانا بابا ہیں اگرچہ خواص مریدین سے مولانا بابا حضرت احمد میاں کی سجادگی کا اظہار فرما چکے تھے مگر اس طرح خرقۂ سجادگی تک محفوظ کر جانے اور ہاں اچھا معلوم ہوگا کا راز سجادہ نشینی پر کھلا چنانچہ پچیس ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو اول مولانا بابا علیہ الرحمہ کا فاتحہ سیوم ہوا پھر حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ بہ اتفاق مریدین وہ انگرکھا پہن کر سجادہ نشین ہو گئے۔ چوبیس ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو جناب امجد شاہ صاحب صفی پوری جو بحالت حیات جناب صوفی شاہ امیر اللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے تھے صفی پور سے تشریف لائے اور پچیس ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو فاتحہ سیوم میں شرکت کے بعد بوقت سجادہ نشینی دادا میاں کو نذر بھی پیش کی۔

مولانا بابا کا چہلم و تقسیم نقد و ماکولات

(۲۲۸/۲۵) مورخہ بائیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے خود دادا میاں علیہ الرحمہ بھی نقد و ملبوسات و ماکولات تقسیم فرماتے رہے اور مریدین بھی تقسیم اسی طرح کرتے رہے تیئس ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو مولوی حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ فیض آباد مقبرہ میں بیہوش ہو کر جدائی مرشد پر گر پڑے بڑی حالت زاری رہی بہت دیر بعد ہوش آیا اسی طرح جناب مولانا سید محمد علی صاحب فضل رحمانی مونگیری علیہ الرحمہ بھی بہت دیر تک مدہوش رہے کافی پنکھا جھلا گیا پانی چھڑکا گیا ان تدابیر سے موصوف کو افاقہ ہوا۔ قبل فاتحہ سیوم مولانا مونگیری علیہ الرحمہ نے نعمائے فضل رحمانی کے بیان سے اشکبار کر دیا بعد فراغت سجادہ نشینی نیاز احمد و بھائی

عبدالغفار صاحب آسیونی و مولانا ابوسعید صاحب و مولانا ظہور الاسلام صاحب فتحپوری وغیرہ مریدین نے دادا میاں صاحب سے عرض کیا کہ ہزارہا مریدین محروم شرکت ہیں حضور والا کسی تاریخ کا تعین فاتحہ چہلم کیلئے فرمادیں تاکہ سب کی شرکت ہو سکے بعض لوگوں نے بائیس ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ تجویز کی مگر دادا میاں کو جمعہ کا دن مرغوب تھا میں نے یہ سمجھکر اٹھائیس ۲۸ ربیع الآخر یوم جمعہ ۱۳۱۳ھ پیش کی دادا میاں صاحب نے اسی تاریخ کا اعلان فاتحہ چہلم کے لئے فرمادیا چنانچہ چھتیسویں ۳۶ روز بعد وصال اٹھائیس ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کو فاتحہ چہلم ہوا دو سو پچاس ختم کلام مجید علاوہ کلمہ و درود شریف کے اور دس ہزار اشخاص کو ماکولات فاتحہ اور پانچ سو جوڑا ملبوسات تقسیم کیا گیا۔ ستائیس ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کو مولانا بابا علیہ الرحمہ کے اوپر لوگوں نے جو نو ہزار قرضہ بتایا تھا راجہ ممتاز علی خاں صاحب فضل رحمانی راجہ اترولہ نے قبر شریف پر وہ نو ہزار نقد لاکر رکھ دیا کہ جس کا جتنا قرضہ ہو خود اٹھالے اور مزید ایک ہزار روپیہ فاضل ملادیا کہ بھولا چوکا جس کا بار قرض ہو قبر شریف سے اٹھالے بعد میں نام نہ لے۔

بعض خصوصی واقعات وصال

(د ۲۲۹/۲۴۶) اٹھارہ ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ بوقت چار بجے شام مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اپنا داہنا ہاتھ اس طرح دراز فرمایا جیسے کسی سے مصافحہ کے واسطے بڑھاتے ہیں اور اوٹھ بیٹھے یہ فرماتے ہوئے کہ آتے ہیں کپڑے تو پہن لیں۔" (ز ۲۳۰/۲۴) وصال شریف سے چند روز قبل مولانا بابا علیہ الرحمہ آرام فرماتے اوٹھ بیٹھے اور فرمایا یہ بہشت یہ بہشت یہ بہشت۔ اسی طرح قبل وصال چند بار فرمایا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ (لمہ ۲۳۱/۲۴) یہ کرامت حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کی بڑی نادر ہے کہ آپ کے وصال کے بعد سے جسم اطہر سے بے حد خوشبو آتی تھی یہاں تک کہ جس زائر کا کپڑا جسم اطہر سے چھو گیا اس سے خوشبو آنے لگی (د ۲۳۲/۴۹) اٹھارہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کی فجر تک باوجود ضعف و علالت مولانا بابا علیہ الرحمہ باجماعت نماز

دادا میاں صاحب کی اقتدا میں ادا فرماتے رہے اس روز ظہر سے قبل فرمایا کہ ہم مرگئے کوئی ہمارے جنازے کی نماز پڑھ دو پھر فرمایا اگر کوئی نہیں پڑھتا تو ہم خود پڑھے لیتے ہیں اور اللہ اکبر بلند آواز سے کہکر نیت کی طرح ہاتھ باندھ لئے خادم نیاز احمد اور حکیم عظمت حسین صاحب فضل رحمانی رئیس موتی ہاری حکیم عبدالغفار صاحب گنج مرادآبادی توہمہ وقت تیمارداری و خدمت تمامی کے لئے موجود رہا کرتے بلکہ اسی جائے قیام پر تینوں اشخاص کو جماعت بناکر ادائیگی نماز کا مولانا بابا حکم دے چکے تھے ہم لوگوں کی موجودگی میں اکیس ۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ کی صرف ظہر سے تنہا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے وصال تک نماز ادا کی بقیہ نہ کوئی نماز ترک ہو سکی نہ وقت سے مؤخر ہوئی پھر یہ کیسے تذکرہ نویس لوگ ہیں جو موجود بھی نہ تھے مگر الٹا سیدھا لکھ گئے

مولانا بابا کا عرس اول

(بیہ ۲۳۳/۲) بائیس ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۱۴ھ کو حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کا اوّل عرس شریف علماء و مشائخ وقت کی شرکت سے دادا میاں علیہ الرحمہ نے کیا جسمیں پانچسو ختم کلام پاک علاوہ کلمہ و درود شریف کے اور بائیس ہزار بیرونی زائرین کو کھانا تقسیم ہوا۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو دادا میاں صاحب نے پھر تین ہزار اشخاص کو کھانا تقسیم فرمایا اس روز یہ کرامت بھی سب نے دیکھی کہ باوجودیکہ آم کی فصل کا کہیں پتہ نہ تھا لیکن خانقاہ کی طرف ایک آم کا پیڑ تھا دادا میاں علیہ الرحمہ نے اس درخت سے دس بارہ سو آم زائرین عرس میں تقسیم فرمادیئے دوسری کرامت سب نے یہ دیکھی کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ کے روز وصال سے پہلے عرس شریف کے وقت تک جو بھی بلند آواز سے رو پڑتا اس کو فوراً غشی آجاتی اور بلند آواز سے رونہ پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا بابا کی اتباع سنت کا بھرم اس حد تک سب کو دکھایا۔"

معمولات قیوم دوراں

(د ۲۳۴/اشکہ) حضرت مولانا بابا اور دادا میاں صاحب قدس سرہما کے معمولات یکساں تھے زنانہ مکان سے ملحق حصہ میں اوّل وقت تہجد

مسجد آکر پڑھتے بعد تہجد ذکر و مراقبہ کبھی مریدین کو توجہ کبھی اذکار رہتے چند منٹ ادائے سنت میں لیٹ کر پھر آذان فجر بھی اول وقت کہلاتے بعد فجر کبھی حلقہ کبھی تو کے بعد کبھی مسجد ہی میں بسا اوقات حجرہ میں وظائف پڑھتے پھر اشراق پڑھ کر برید کرتے اندرون خانہ جاکر کچھ کھاتے پھر اول وقت ہی چاشت کی نماز پڑھتے۔ درس قرآن و حدیث دیتے کبھی جلدی درس شروع ہو جاتا تو بعد درس چاشت پڑھ لیا کرتے پھر مریدین کے آئے ہوئے خطوط و مسائل کا جواب دیتے شرف ملاقات بخشتے پھر زائرین میں تقسیم طعام فرماتے خود بھی خواہش ہوتی تو کھاتے ورنہ حجرہ میں قیلولہ فرماتے ظہر کی ادائیگی کے بعد ضرورت ہوتی تو درس ورنہ علمی تبصرے اور زائرین کو وقت ملتا بعد عصر کلمہ خوانی اکثر اور درس مقررہ دیا کرتے بعد مغرب حسب ضرورت توجہ ورنہ فراغت اوراد کے بعد اول شام کھانا کھاکر زائرین کو بھی تقسیم کرا کے عشاء ادا کرتے کچھ دیر نشست گاہ ٹھہر کر مردانہ مکان تشریف لیجاتے۔ چار پانچ بار حقہ دن و رات میں نوش کرتے سادہ غذا کھچڑی یا دال موٹی روٹی۔ عمامہ انگرکھا دو پلی ٹوپی کبھی ورنہ گول ٹوپی ازار پاجامہ ملبوسات رہتے۔ اول وقت فرض پنجگانہ ادا کرنا، احترام مسجد آداب مزار مسجد کے کنوئیں سے پانی نکالنے وغیرہ کی سخت احتیاط رکھتے ان کی فرو گذاشتوں پر ننگے سر آنے والوں پر تنبیہ فرمائے رہتے زائرین کو مسجد میں سونے و کھانا کھانا و قیام کرنے نہ دیتے۔ عشا بعد ارواح مقربین اور جنات کے مخصوصی اوقات ہونے اس وقت وہاں کوئی رہ نہ پاتا تھا۔ وقت تہجد تک یہ جنات بہر خدمت ادا آتے ہیں

خلقت کا والی مگر خود ہاتھ خالی

(۲۳۵/۳۲) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا کہ آپ درویشوں کے لئے ایک مقررہ تعداد میں سہ روزہ کسی کو ہفتہ واری وظیفہ کے بطور دیا کرتے اور دوسرے مستحقوں کو ان کی مطابق ضرورت نقد و جنس اور کپڑا دیا کرتے جب آپ صبح مسجد سے گھر جاتے تو چند و بند آپ کو گھیر لیا کرتے اور آپ بقال سے دو دو من سیر غلہ ان کو دلوا دیا کرتے آمدہ نذرات [illegible] مستحقوں کو

تقسیم نہ کر لیا کرتے آپ پر بوجھ سا رہا کرتا گھریلو خرچہ کے لئے جب سوال ہوتا تو بقال سے جنسی وغیرہ منگوا دیتے مگر اس رقم میں سے نہ دیتے تھے جب سب تقسیم کر لیتے الحمد للہ کہکر اٹھ جاتے لیکن دادا میاں قبلہ (علیہ الرحمہ) کے دور میں یہ سلسلہ سائلین بہت دراز ہو گیا تو آپنے خاص مستحقوں کیلئے یہ صورت اختیار کی کہ ایک شخص کو مشاہرہ پہ ملازم اس کام کیلئے رکھا کہ وہ غیرت مند اہل حاجت و بیوہ و یتیموں کی ضروریات کا خفیہ پتہ لگاکر دادا میاں کو پوشیدہ اطلاعات دیا کرے اس ملازم کی حسب اطلاع دادا میاں ضرورتمندوں کو انکی امداد شخص مامور کے ہاتھ بھجوا کر پھر شب کا کھانا نوش کیا کرتے

(۲۳۶/۳۳) اہل بستی مولانا بابا اور دادا میاں کی اس حسن سخاوت کو جان کر طرح طرح کے حیلوں سے مانگ سے زائد امداد لیجایا کرتے ایک بار نیاز احمد فیض آبادی نے ایک ایسے ہی سائل کو فہمائش کی اس سائل نے مجھے الٹا یوں سمجھایا کہ آپ درویش صفت لوگ ان باتوں کو نہ سمجھ سکیں گے آپ کے نزدیک تو واقعی اہل حاجت جو لوگ ہیں امداد کے مستحق فقط وہی ہیں مگر ہمارے نزدیک فضل رحمن کی ہر شخص کو ضرورت ہے فرق بس اتنا ہے کہ آپ فضل رحمن سے عقبیٰ سنوارتے ہیں اور ہم فضل رحمن سے دنیا سنوارتے ہیں (۲۳۷/۳۴)

ایک بار دادا میاں صاحب قبلہ سے ایک رئیس نے مرید ہو کر دس گنیاں نذر گذاریں کچھ مستحقوں کو دینے کے لئے آپنے ان گنیوں کو خورده کرایا یہ خبر پاکر گھات میں لگے رہنے والے آپہنچے نیاز احمد فیض آبادی نے ان کو سمجھایا کہ یہ طریقہ نامناسب ہے اہل حاجت کا اس طرح نقصان نہ کیا کرو بلکہ سچائی سے مانگو جب بھی دادا میاں سوال پورا کریں گے بس یہ ہوگا کہ شاید اتنا نہ دیں جتنا تم چاہتے ہو وہ بولے کہ شاہ صاحب پڑھنے پڑھانے کا ڈھنگ اور ہے اور کھانے کمانے کا ڈھنگ اور ہے جس طرح پھل دار درخت کو زور سے ہلانے پر ایک دو روز بعد تک پکنے والے پھل بھی گر جایا کرتے ہیں مگر ان کی پرواہ کسے ہوتی ہے اسیطرح ہم جتنی زور سے دادا میاں کو ہلاتے ہیں اتنا ہی پا لیتے ہیں (۲۳۸/۳۵)

باوجودیکہ نہ کوئی جائداد تھی نہ کچھ وقف تھا اس پر کثرت زائرین اور ان کا لنگر

پھر خادموں کے اور گھریلو مصارف کے اخراجات کا بوجھ کہ عزیزوں تک کے کھانے کا اپنی طرف سے بندوبست رہنا ایسے اہم ہیں کہ مقروضیت پیدا کردیتے علاوہ مستحقین کے طرح طرح کے سائلوں کا تانتا رہتا کچھ ایسے بھی سائل آتے کہ جب مولانا بابا نقد نہ ہونیکی مجبوری ظاہر کرتے وہ کہتے کہ نقد نہیں تو کیا ہوا آپ دوکاندار سے کپڑا لینے کی اجازت دیدیں ہم اتنے روپیہ کا سامان لے لیں چنانچہ ایک خانصاحب نے سات روپیہ کا کپڑا دوکاندار سے لینے کی اجازت مولانا بابا سے مانگی اجازت لیکر دوکاندار سے ساٹھ روپیہ کا کپڑا لیا دوکاندار نے حاضر ہوکر ماجرا بتایا مولانا بابا نے فرمایا کہ اگرچہ ہم سے سات روپیہ کی اجازت لی تھی مگر ہم یہ ساٹھ روپیہ خدا نے چاہا جلد ادا کردینگے (۲۳۹) ایک بار ایک خانصاحب دادامیاں سے سائل ہوئے آپ نے فرمایا آج ہم مجبور ہیں لیکن کل تک تم کو دے سکیں گے خانصاحب نے کہا کہ لڑکی سسرال جارہی ہے نو روپیہ ہی کی بات ہے اسکی بقال سے کپڑا و جنس لینے کی اجازت آپ دیدیجئے کل آپ اس کو ادا کردینا دادا میاں نے فرمایا جاؤ لے لو خانصاحب نے دوکاندار سے سو روپیہ کا کپڑا و جنس لے لیا دوکاندار سامان دیکر فوراً عرض حال کو حاضر آیا ساتھ ہی خانصاحب بھی آگئے دوکاندار نے کیفیت بتائی کہ سو روپیہ کا کیا ہے خانصاحب بولے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے یہ دیکھئے نو روپیہ فی کس کے حساب سے دس نفر کا کپڑا اور دس روپیہ کا غلہ لیا ہے دادامیاں نے بقال سے فرمایا جیسے نو ویسے سو ہم بفضلہ دو دن میں ادا کردینگے (۲۴۰) اکثر یہ صورت ہوتی کہ مولانا بابا اور دادامیاں کو قرض طلب کرنے پر بھی کہیں سے نہ مل پاتا تو یہ ہر دو حضرات مسند سجادہ کے نیچے خالی ہاتھ ڈالتے جب ہاتھ باہر نکالتے ضرورت کے موافق ہاتھ میں رقم ہوتی دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ مسند میں کوئی رقم رکھنے کا خانہ ہے جب یہ حضرات مسند سے اٹھتے یہ لوگ اسکو الٹتے پلٹتے مگر وہ ایک جانماز کے سوا کچھ نہ نکلتی تو دم بخود رہ جاتے۔ ان سب سے قطع نظر دوکانداروں کا یہ عالم کہ ان کی جتنی بھی ادائیگی کردیجاتی سو ڈیڑھ سو ان کی بقایا باقی ہی رہتی چنانچہ حضرت مولانا بابا پر بعد وصال نو ہزار روپیہ کا

قرض دوکانداروں نے بتایا اور مولانا بابا کے ارشاد کے موافق کہ جب ہم نہ ہونگے تو ہماری قبر بھی دیگی قرض بھی ادا کردیگی راجہ ممتاز علی خانصاحب رحمانی والی ریاست ارتولہ نے قبر شریف پر نو ہزار روپیہ نقد رکھ دیا کہ جس کا جتنا قرض ہو آکر وہ اٹھالے۔ اسیطرح دادامیاں قبلہ کے وصال کے بعد دوکانداروں نے گیارہ ہزار روپیہ قرض خود ساختہ اپنا بتایا جسکو مولانا شاہ رحمت اللہ میاں و مولانا شاہ نعمت اللہ میاں صاحبان نے بعجلہ ساوی سیوم کے دن ادا کیا۔ مولانا بابا کے وصال کے بعد دادامیاں قدس سرہم کا یہ قاعدہ رہا کہ صبح جو ملبوس آپؒ پہنتے وہ شام کو مولانا بابا کے نام پر خیرات کردیا کرتے۔ ارزانی کا وہ دور اعلا سے اعلا اشیا کی افراط سائلوں کی یہ نوچ کھسوٹ اس پر مولانا بابا اور دادامیاں کی یہ دریادلی کہ خلقت کے والی مگر خود ہاتھ خالی حسن فقر و غنائے نفسی کو بھی عقیدت اریز کئے ہیں ۔

بڑی پیرانی و بی بی صاحبہ (۲۴۱/۲۴۸) یہ حسن سخاوت مولانا بابا و دادامیاں کیطرح مستورات میں بڑی پیرانی صاحبہ (والدہ مولانا احمد میاں صاحب) بھی فیاضانہ دستور رکھتی تھیں سائل عورتیں آپ کو گھیرے رہا کرتی تھیں اور آپ سب کے سوال پورے کرتی تھیں بعد عشا پیرانی صاحبہ کی خدمت گیری جنات کیا کرتے سب کی آمد رفت بند رہا کرتی تھی۔ اسی طرح مخدومہ ملت بی بی صاحبہ (اہلیہ صاحبہ مولانا احمد میاں صاحب) بڑی فیاض بے حد غنی دل ہستی تھیں عورتیں بی بی صاحبہ کی اس حسن سخا کو جانتی تھیں کہ اگر ملبوسات بھی کوئی مانگتا بے دریغ موصوفہ اتار دیتی تھیں ایک بار بی بی صاحبہ ہاتھوں میں پیتل کے کڑے پہنے تھیں دو عورتیں ان کو سونے کا سمجھکر مانگنے پر ڈٹ گئیں اگرچہ بی بی صاحبہ نے سمجھایا کہ تم ان کو نہ لو ہم شام سے قبل تمہارا انتظام بفضلہ کردینگے مگر وہ عورتیں نہ مانیں پیتل کے کڑے ہونے کی وجہ سے بی بی صاحبہ کو دینے میں تکلف اگرچہ تھا مگر مجبور ہوکر آپ نے اتار دیے دونوں عورتیں بہت خوش خوش سنار کے پاس گئیں سنار نے کڑے دیکھکر کہا کہ اسکی قیمت ہم ادا نہ کرسکیں گے وہ اور زیادہ خوش

اپنے گھر آئیں بتایا کہ آج بھاری مال ہاتھ لگا دیگر عورتوں نے دیکھ کر کہا کہ تم نے جیسا دھو کا سوال میں کیا ویسا دھو کا تم سے مال نے کیا پیتل کی قیمت سُنار دیتا کہاں سے کچھ ہی دیر میں جعفر خاں ملازم کی والدہ آئیں کہا کہ بی بی صاحبہ نے تم میں ہر ایک کو پندرہ پندرہ روپیہ بھیجا ہے۔ مرید رئیس زادیاں آتیں بی بی صاحبہ کو ہلکی سادہ طلائی ایک ایک بالی کان میں اور ہاتھوں میں چاندی کے چھلّے پہنے دیکھکر تعجب کرتیں کوئی کڑے کوئی بندے کوئی بالیاں پیش کرتا لیکن وہ دیکھتیں کہ ذرا دیر بعد ہی عزیزدار مرد و عورتیں اگر کوئی بندے کوئی کڑے کوئی بالیاں بی بی صاحبہ سے لے لیتا اور موصوفہ اپنی والدہ کی نشانی سادہ بالی و چھلّے پہنے رہتیں تمام کو نظر آتیں اسوجہ سے کوئی ان کا سوال نہ کرتا تھا۔

نمازی بنانے کی داد و دہش

(۲۴۲/۳۹) مولانا بابا نیز دادا میاں پنجوقتہ نمازی بنانے کے لئے حیثیت دار افراد کو یا وکیھر شیرینی فی نماز مقرر کرتے مگر یہ لوگ ایک وقت نماز پڑھکر حلوائی سے سوا سیر مٹھائی وصول کر لیتے اور نماز کو نہ آتے جب اوسط طبقہ کو نماز روزہ کی ہدایت فرماتے کوئی کہتا جو آپنے دیا تھا وہ بیوی بچوں کے کھانے میں صرف ہو گیا کپڑا کہاں ہے اسکو جدید کپڑا دلا دیا جاتا یا اپنے ملبوسات کو دیدیا جاتا کوئی کہتا کہ ننگے پیر تھے مسجد کیسے آتے اس کو جوتہ دلا دیا جاتا روزوں میں کہتے کہ فاقہ فاقہ کرتے ہیں روزہ کیسے رکھیں کسی کو پندرہ یوم کسی کو پورے ماہ کی جنس بقال سے دلا دی جاتی یہاں بھی اس نیاز احمد فیض آبادی سے یہ حیلہ گری ضبط نہ ہو سکی اس کیفیت کو عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا ہمارا کام بندگان خدا کی امداد کرنا ہے ان کی سچائی یا حیلہ ان کے ساتھ ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس فتور نیت نے اہل بستی کو خستہ حال و پریشاں ہی رکھا ورنہ مولانا بابا اور دادا میاں قدس سرہم کی اس دریا دلی امداد پر اہل بستی قاعدے سے عمل کرتے اور فضولیات میں اڑانے کیلئے یہ حیلے نہ کیا کرتے تو بلاشبہ بڑی اچھی حیثیت میں ہوتے کیونکہ مولانا بابا اور دادا میاں نے یہاں تک اپنی بستی والوں کی امداد کی کہ کسی کے گھر کی مرمت کسی کی شادی اپنے صرف سے کرا دی کسی کو ٹھہرنے کیلئے

مکان میں مدد دی کسی کو مع اہل و عیال اپنے شامل رکھکر پورا بار کفالت اپنے ذمہ رکھا یہی امداد مولانا رحمت اللہ میاں و مولانا نعمت اللہ میاں صاحبان نے اپنے دور میں رکھی۔

فتنہ دفن و سجادگی

(۲۴۳/۴۴) کہاں تو نیاز احمد نے مذکورہ مناظر دریا دلی دیکھے کہاں مولانا بابا کے سامنے بھی کچھ اور آنکھ بند ہونیکے بعد ہی خلاف امید بے وفائی کے نظارے بھی دیکھے میں پندرہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو حاضر آستانہ ہوا تو حضور اعلیٰ کی ناسازی مزاج سے علاج و تیمارداری کی سعادت بخشی گئی جانے کیا نگاہ مرشدی نے کہہ دیا کہ پھر مبارک قدموں سے جدا ہونا ہی نہ بھا سکا ادھر مولانا بابا قدس سرہ کا پردہ ہوا ادھر شورش ہوئی کہ مولانا بابا یہاں دفن نہیں ہو سکتے بلکہ ملاواں اپنے باپ دادا کی جگہ میں لیجا کر دفن کئے جائیں فتنہ اُٹھایا جا رہا ہے کہ مولانا احمد میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین نہیں ہو سکتے ایک طرف دعویٰ کہ سجادہ نشینی اولاد اکبری کا حق ہے دوسرے کا یہ دعویٰ کہ سجادگی کے حقدار اب وہ ہیں جن کو اپنی حیات میں مولانا بابا قبلہ اپنی نیابت لکھکر دے گئے کوشش ہے کہ مولانا احمد میاں قبلہ کا فضل رحمانی پھریرا لہرانیکے بجائے ہمارا اقتداری پرچم بلند ہو مردانہ مکان سے اتنے میں اس نیاز احمد کی طلبی ہوئی حاضر خدمت ہوا تو دادا میاں نے اپنی ہدایات میں مجھکو اور حکیم عظمت حسین صاحب رئیس موتی ہاروی کو مولانا بابا کو غسل دینے کی ہدایت کی بعد غسل ایک لنگی ایک قمیص ایک چادر میں جو حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کا خاص عطیہ تھی ان تین کپڑوں میں کفنایا پھر دادا میاں نے مولانا بابا قبلہ کے سر مبارک پر حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کا عمامہ مبارک باندھکر اوپر سے چادر اُڑھا دی پھر دادا میاں مسجد تشریف لائے تو اس فتنہ کا علم ہوا شدت ملال ابنائے وطن سے دادا میاں کو جلال آگیا فرمایا کہ ہم ویرانے میں رہیں گے مگر اب یہاں نہ رہیں گے اور اٹھ کھڑے ہوئے سارا مجمع مریدین غل کرنے لگا کہ اب ہی ہمارے سجادہ ہیں جہاں جائیں گے ہم کو بھی ساتھ نے چلنا ہوگا غرضکہ جب

خانصاحب نواب غوث محمد علوی رئیس گنجراد آباد کھڑے ہوئے عرض کیا کہ یہ احاطہ اور مقام میری واحد ملکیت ہے جب مولانا بابا قبلہ یہاں تشریف لائے تو میں نے یہ پورا احاطہ تا حویلی مردانہ حضور اعلیٰ کی نذر کر کے مرید ہوا تھا اس لئے جب میرا خود کوئی حق نہیں تو اور کسی کا حق ہو کیسے سکتا ہے مولانا بابا کو میں نے مثل فرزند مانا اور خدمت کی ان کے بعد مولانا احمد میاں صاحب میرے فرزند اور اس پورے احاطہ کے مالک کامل ہیں اور دادامیاں کو آپنے مسند پر بٹھا دیا خدا بھلا کرے برادرم حکیم عظمت حسین صاحب مذکور کا کہ انھوں نے مجمع مریدین سے کہا کہ آپ لوگوں نے شروع سے ابتک مولانا بابا کا مختار کل و محبوب سوائے مولانا احمد میاں صاحب قبلہ کے کسی دوسرے کو بھی سنا متفقہ آواز آئی کہ آج تک نہیں سُنا حکیم عظمت حسین صاحب نے کہا کہ یہ ہم مریدین دیکھے اور جانے ہیں کہ مولانا بابا نے اپنی اول بیوی کی اولاد کو ملاواں ہی میں متوطن رکھا اس لئے تھا کہ گنجراد آباد سے ان کا تعلق نہ رہے اور دوسری بیوی کو اولاد کو یہاں اپنے پاس رکھا دوسرے یہ کہ جو صاحب نیابت تحریری کے مدعی ہیں وہ پردہ نشینی چھوڑ کر ہم مریدین کو اپنی زیارت کا موقعہ کیوں نہیں دیتے اور وہ حقداری کی تحریر ایسے وقت کس لئے پیش نہیں کر سکتے اور اگر ایسی تحریر اس ضروری موقعہ پر بھی پیش نہیں کی جاتی تو اس شخص کا فریب و فساد خود واضح ہے

مولانا سید ظہور الاسلام رحمانی فتحپوری اور مولانا سید ابو سعید صاحب رحمانی ایرایاں نے دادامیاں قبلہ سے عرض کیا کہ فرضی حقداری کا خدا نے خود بھانڈا پھوڑ دیا باقی آپ کی نیابت سے کون مرید بے خبر ہے آپ کا کام ہماری دستگیری و سجادگی ہے زبانی جمع خرچ والوں سے نپٹنا ہمارا کام ہے نہ کہ آپ کا یہ سنتے ہی سارا مجمع دست بوسی کو ٹوٹ پڑا دادامیاں نے مسند سجادگی پر مولانا بابا کا عمامہ رکھدیا خود پاس بیٹھ گئے بعد سیوم سجادہ پر رونق فرما ہوئے

ارواح عالیہ کی شرکت دفن پھر مردانہ مکان سے ایک طرف دادامیاں و مولانا رحمت اللہ میاں اور مولانا رحمت اللہ میاں کے بڑے بہنوئی جناب حکیم نیاز احمد صاحب

ملاواں و حکیم عبد الغفار صاحب رحمانی گنجراد آبادی دوسری طرف بیتیا نے یہ نیاز احمد فیض آبادی اور حکیم عظمت حسین صاحب موتی ہاری و حکیم اللہ دیا رحمانی دہلوی جیسے جنازہ مبارکہ باہر لائے غیر آشنا صورت حضرات عمامہ باندھے لانبے کرتے پہنے اکدم نمودار ہوئے اور اپنے کاندھو پر جنازہ مبارکہ مسجد لے چلے ان حضرات کے جنازہ کاندھے پر رکھتے ہی پہلی چیز یہ ہوئی کہ اب فقط دادامیاں کا ہاتھ جنازہ تک پہنچتا اور کاندھا لگتا ہے باقی ہم لوگوں میں کسی کا ہاتھ بھی جنازہ تک نہیں پہنچ پاتا یہ کیا اسرار کے سب سوچنے لگتے ہیں دوسری چیز یہ کہ بعض جگہ ایک آدمی بھر جگہ خالی نظر آتی ہے مگر جب کوئی شخص بڑھتا ہے تو جس طرح کوئی کسی سے ٹکرا کر بڑھ نہیں پاتا اس خلا میں یہی حال ہوتا ہے ہم لوگ اس کو محسوس کر کے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے اور دادامیاں کو مودب چلتے دیکھکر احتیاط اور ادب سے چلنے لگتے ہیں تیسری چیز یہ کہ ان حضرات سے کچھ ایسی لطیف خوشبو پھوٹ رہی ہے کہ انسان از خود رفتہ اور گم سم ہو کر فقط ہوتے چلا آ رہا ہے چوتھی یہ چیز ہے کہ یہ ڈھیلی پوشاک والے تقریباً سوا سو کی تعداد میں ہوئے نہ آپس میں خود کوئی بات کرتے ہیں نہ ہم لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں نہ ہم لوگوں کی ان سے آنکھ ملاتے بنتی ہے نہ ہمت کلام پڑتی ہے یہانتک کہ مسجد کے دروازے نیم درخت کے سایہ میں یہ حضرات جنازہ رکھتے ہی اول صف بندی کر لیتے ہیں دادا میاں نے نماز جنازہ پڑھاتے ہی یہ حضرات پھر جنازہ اُٹھا کر تربت پر لاتے ہیں یہاں ایک محترم بزرگ سب سے پہلے نعش مبارک اتارنے کو ہاتھ بڑھاتے ہیں فوراً دادامیاں بھی اپنا ہاتھ لگاتے ہیں اتنی جلد یہ حضرات جنازہ قبر مقدس میں اتار کر سب درستی کے بعد تین بار مٹی دیکر ایسے غائب ہو جاتے ہیں جیسے کچھ بات ہی نہ تھی دادامیاں آواز دیتے ہیں نیاز احمد سے تم ادھر سے مٹی ڈالو بھائی ظہور الاسلام تم ادھر سے ڈالو یہ آپ کی آواز سب کو اس کیفیت کو دور کر دیتی اور سب مٹی دیتے ہیں کوئی کہتا یہ عجب خوشبو تھی کہ جو جہاں تھا بخود ہو گیا کوئی کاندھا نہ دے پانے پر رنجیدہ تھا یہ نیاز احمد فیض آبادی

بتائے بھی تو کیا بتائے اتنا ہی کہا کہ بھائی جو بانشک ہمارے آپ کے چھونے کا تعلق تھا ہم چھو سکے جہاں سے ایسے مخصوص حضرات کا تعلق ہوا ہم نہ چھو سکے باقی مولانا بابا کی جو خوشبو تھی وہ اب بھی پھیلی ہے اور وہ خوشبو دوسری تھی جو اس وقت نذار رہے ۔

نواب صدیق حسن کا اعتراف و توبہ (۲۴۵/۱۲۹۴) امیر الملک والاجاہ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی راقم ...... رہبر ملت محب الفقرا حاذق الحکما برادر روحانی مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی زاد عرفانکم ۔ پس از تحیات مسنونہ امید کہ مع الخیر ہونگے آنجناب کی ہمراہی میں اول حاضری گنج مرادآباد شریف کے فیوض سے جو سرفرازی ہوئی یہ اسکی کشش و حسن عقیدت دوبارہ پھر حاضر آستانہ کرتی ہے خیال تھا کہ اس دوبارہ کی حاضری میں بھی آنجناب سے مکرر ملاقات ہوگی لیکن آپ شاید فرصت نہ پاسکے یہ آنجناب ہی کی عنایات ہیں جسنے میرے ایسے بینوا کو اس عظیم ہستی سے مشرف کرایا اور آج اس سراپا فضل رحمن سے ایک شرف بیعت ہی نہیں بلکہ امید از سے زائد پاکر بھوپال واپس آچکا ہوں میری اس حصول سعادت دارین کی مسرت آنجناب اور میرے برادر روحانی جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری کو جسقدر ہوگی خود مجھکو بھی نہیں ہو سکتی بنا بریں مختصر تفصیل حوالہ قلم کرتا ہوں ...... والی ریاست بھوپال نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ نے اپنا عریضہ ادب دیکر مجھکو مامور کیا کہ فرد الافراد جامع المجددین امام دوراں قبلہ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب محمدی دام فیضانہ کو بھوپال تشریف لانیکی دعوت دیکر خود ہم رکابی میں رہکر بہ آرام تمام لاؤں تاکہ میں بھی شرف بیعت پاؤں اور یہاں کی مخلوق بھی فیضیاب ہو سکے اور گھر سے یہ جنات کی بلا بھی دور ہو جائے قبل عصر میں آستانہ پہنچا خانقاہ میں سامان رکھکر وضو کر پایا تھا کہ حضرت کے خادم محمد نور تلاش کرتے آئے کہ کون بھوپالی نواب آرہے ہیں مولانا بابا یاد فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ حضور اعلیٰ کے کشف بے پایاں کی حد نہیں حاضر ہوا دو زانو مؤدب بیٹھکر بیگم صاحبہ بھوپال کا عریضہ ادب پیش کیا اور زبانی بھی عرض کیا مولانا بابا نے

وہ خط پڑھکر فرمایا کہ تھکے آرہے ہو ہم کو بھی تکلیف نزلہ ہے کل بات ہوگی کچھ دیر بعد عصر کی اذان ہوئی قیوم دوراں قبلہ مولانا شاہ احمد میاں صاحب نے عصر پڑھائی اس کیف نماز کا کیا اظہار ہو آپ کی اقتدا میں یہ عالم تھا کہ سارے حجابات دور تھے مولانا بابا عصر پڑھکر صحن مسجد میں فروکش ہوئے اور دادا میاں کو حکم درس دیا اس وقت جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے بخاری شریف پڑھنا شروع کی دادا میاں ترجمہ و تشریح کرتے جاتے یہ مولانا بابا کی خصوصی توجہ و تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دادا میاں کے ترجمے و تبصرے بھی ویسے ہی جامع اور لطیف ہوتے جیسے مولانا بابا کے تھے آمین بالجہر و رفع یدین کی تھوڑی دیر میں حدیث آئی دادا میاں نے فرمایا کہ پڑھ لینا علم نہیں بلکہ علم کو عمل صحیح سے اپنانا ہی صحیح علم ہے اتباع سنت کا حسن یہ ہے کہ ان سنتوں کو معمول رکھے جن پر آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احکام میں دائمی عمل رہا ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسیواسطے احکام میں دوامی عمل کی احادیث کو معمول بنایا ہے مولانا مونگیری نے بڑے کیف میں کہا کہ سبحان اللہ حدیث و علم صحیح کی کیسی جامع و بلیغ تعریف فرمائی ہے دادا میاں نے فرمایا کہ راستہ میں تم کو کیا خیال تھا میں آپکے اس کشف جلی پر دنگ رہ گیا واقعی مجھے راستہ میں یہ فکر تھی کہ آمین بالجہر اور رفع یدین ہی کہ پہلے بات نہ چھڑ جائے عرض کیا کہ یہ خیال تھا دادا میاں نے فرمایا کہ تم بھی علم داں ہو یہ بتاؤ کہ جب آمین بالجہر و رفع یدین اتنا ہی ضروری تھا تو ان دونوں باتوں کو آنحضور نے اس طرح کیوں ترک فرما دیا کہ پھر کبھی نہ کیا یہی اسکا ثبوت ہے کہ آہستہ آمین کہنا اور رفع یدین نہ کرنا دائمی عمل رسول سے ناسخ ہو کر اس وقتی جواز کو منسوخ کر گیا ۔

حیات النبی (۶۴۶/۴۲) یہ بات بھی اتنی ٹھوس تھی کہ سوائے تسلیم چارہ نہ تھا اتنے میں مولانا بابا نے درس قرآن شروع کیا آیت آئی فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى مولانا بابا قبلہ نے فرمایا کہ خدا روح کے ارسال و مسک دو حالتوں کو بیان فرماتا ہے روح جسم سے باہر نکال بھی جاتی ہے اور

چھوڑ بھی دی جاتی ہے اب اگر روح کو روک کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کر دے تو
موت عارضی ہوگی لیکن اگر روح نکال کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع نہ کرے
تو جسم میں حیاتی صفت بخوبی باقی و ساری رہتی ہے پس جن بندوں کے ساتھ روح کا
بدنی تعلق خدا باقی رکھتا ہے وہ حیاتی صفت سے بہرحال مالا مال رہتے ہیں میں نے بہت
ادب سے عرض کیا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کیسے صحیح ہوگا مولانا بابا نے فرمایا
کہ تم پڑھے لکھے ہو کر دھوکا کھاتے ہو موت کے یہ معنے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو
قطعی چیز تو نہیں ہے بلکہ خاجبان حق ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں
پھر یہ حدیث یاد کرو تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِی کہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر
قلب بیدار رہتا ہے حالانکہ نیند کا عام قانون الٰہی یہ ہے کہ آنکھ اور قلب دونو
سو جائیں احکام بیداری ساقط ہو جائیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس قانون سے
خدا نے جن بندوں کو مستثنیٰ کرنا چاہتا ہے صفت بیداری قلب کے انعام سے مستثنیٰ کرتا ہے
یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السّلام کیلئے نیند صفت عرضی اور بیداری صفت
ذاتی ہے اسیوجہ سے بحالت خواب انبیائے عظام علیہم السّلام احکام بیداری یعنی طہارت
طہارت جسمانی اور وضو وغیرہ باقی رہتے ہیں یہ نیند ان کی ناقض نہیں ہو سکتی پس جسطرح
کل انبیا و سردار انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے بیداری صفت ذاتی ہے
اسیطرح یہ حیات جسمانی بھی ذاتی صفت ہے جو موت عارض ہونے سے زائل نہیں ہوپاتی
اِنَّكَ مَيِّتٌ کے یہی معنے ہیں کہ انبیاء کرام و سید المرسلین صلوات اللہ تعالےٰ
علیہم کی صفت حیات پس پردہ موت میں نہاں ہو جاتی ہے وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
عام قانون موت کا اظہار ہے لیکن ان میں بھی جن بندوں کو خدا مستثنیٰ صفت حیات
دیکر کرے یہ اسکی کرمی ہے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جسمانی احکام حیات مثلاً آنحضور
کی ازواج مطہرات سے ہر ایک کا نکاح حرام ہونا آنحضور کے مال متروکہ میں میراث نہ جاری
ہونا بموجب ارشاد ربانی و فرمان رسول حیات النبی ہونے کی وجہ سے ہے یہ حدیث

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یقینی اللہ تعالیٰ نے انبیا
کے اجسام کو زمین کیلئے کھا لینا (سڑانا گلانا) حرام کر دیا ہے حیات انبیا کی وضاحت ہی
ہے ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح اپنی رسالت و کمالات میں
فضیلت رکھتے ہیں اسیطرح آنحضور کی حیات جسمانی سب سے اعلا حیات حقیقی ہے یہاں
بدن روحانی و معنوی کا تصور یا کسی نبی کے لئے ایسا خیال گمراہی ہے معتزلہ جیسے
بدمذہب بھی حیات انبیا کا انکار نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا کہ فرمان الٰہی ہے كُلُّ نَفْسٍ
ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ذائقہ موت ہر نفس کے لئے ہے مولانا بابا نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ تو ہمارے
مذہب کی تائید کرتی ہے موت کا نفس پر اطلاق خدا نے اسیوجہ سے فرمایا کہ نفس مطمئنہ
راضیۃ مرضیۃ ہے لوازالیس نفس امارہ کو ذکر و تزکیہ سے مجلا کر دیا جائے تو یہی نفس
لطیفہ ہے جو پیکر لطافت ہے پھر لطیف کو موت سے علاقہ بھی نہیں جیسے روح الٰہی جو
بالذات موت سے مستثنیٰ ہے جب نفس مطمئنہ اور روح کی یہ شان ہے تو آنحضور نور الٰہی
جو ہر لطیف سے لطافت میں اعلیٰ و افضل لطافت کل ہیں پھر نور سے موت کا کیا واسطہ
یہ انبیائے حق کے راز حیات کا یہ دوسرا ثبوت ہے کہ ان کا نفس تیغ لا الٰہ سے
مقتول اور الا اللہ سے پیکر لطافت و نور ہو کر حسن قبول و رضائے حق پائے ہوئے
ہے آخری چیز یہ یاد رکھو کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ میں بھی نیز
بہ دوسری آیتیں جن میں آنحضور کے اوصاف خدا نے بیان فرمائے۔ نبی کا لفظ
صفت ہے اور اس کا موصوف ذات آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے پس
جب موصوف ہی میّت ہوگیا تو اس کی تمام صفات بھی مر جائیں گی نہ رسالت
نبوت دوسری خرابی یہ ہوگی کہ ترجمہ یہ کرنا ہوگا کہ آنحضور نبی تھے یا آنحضور
نبی نہیں تھے یہی آنحضور کو میّت سمجھنے والوں کی خدا سے بغاوت و تحریف قرآنی ہے
آنحضور حاضر و ناظر ہیں (۲۴۷/۲۴۸) مولانا بابا کی اس تنقیح سے حاضرین علما مست
ہو گئے ارشاد فرمایا کہ میاں صدیق حسن تم نے اپنی کتاب مسک الختام میں جو لکھا ہے

وہ سنا دُ کتاب مذکور لائی گئی میں نے اس سے سُنایا کہ "التحیات میں السلام علیک سے خطاب اسلئے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہیں نمازی کو چاہیئے کہ آنحضور کو حاضر ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود و حاضر ہیں ۔

در رہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست ÷ می بینمت عیاں و دعا می فرستمت۔ صفحہ ۲۹۳"

مولانا بابا نے فرمایا کہ شاباش حق پسندی اسیکا نام ہے خود سوچو کہ جب آنحضور عالم کے ذرے ذرے میں موجود و حاضر و ناظر ، حیات حقیقی سے کیسے منحرف ہوں گے مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے۔ میری تحریر سے میری اصلاح ایسا تازیانہ تھا کہ سب دعوے سوخت ہو گئے۔

عِلمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُون

(۲۴۸/۲۴۹) آیت آئی وَعِندَہٗ مَفَاتِحُ الغَیبِ لَا یَعلَمُھَا اِلَّا ھُوَ ۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ اس آیت یا ایسی ہی دوسری آیات میں اصل نکتہ یہ ہے کہ خدا نے ان سب آیتوں میں یہی ایک حقیقت واضح کی کہ خدا کے غیب کو خدا کے سوا کوئی جان نہیں سکتا کا فروں کا اپنی قوت و کمال سے از خود غیب دانی کا دعویٰ تھا خدا اسکو باطل کرتا ہے اس کے برعکس فرمان ربانی ہے تِلکَ مِن اَنبَاءِ الغَیبِ نُوحِیھَا اِلَیکَ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجتَبِی مِن رُّسُلِہٖ مَن یَّشَآءُ خدا اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب عطا فرماتا ہے خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ہم اپنے چنیدہ کو غیب عطا کرتے ہیں تو آیات نافیہ میں نفی اس پر محدود رہ گئی کہ خدا کے بغیر بتائے براہ راست اپنے بطور کوئی خدا کے غیب کو جان نہیں سکتا ثابت ہوا کہ یہ عطائی علم غیب خدا کے اس طرح مستثنیٰ کر دینے سے خدا کی صفت بھی یہ عطائی علم غیب نہیں ہے تو خدا سے کسی قسم کی اشتراک صفاتی کا امکان ہی مٹ گیا۔ دوسرا نکتہ یہ دیکھو کہ اِلَّا مَنِ ارتَضٰی مِن رَّسُولٍ میں رسول کی قید اتفاقی ہے خدا نے اسیواسطے رضی کر کے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ جن اولیائے حق کو خدا چاہتا ہے عطائی علم

غیب نوازتا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ آنحضور فرماتے ہیں لَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ لَاستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ آیت بھی ہماری تائید میں ہے آیت یہ ہو یا دوسری نافیہ آیتیں ہوں یہ کوئی نہیں ثابت کرتی ہیں کہ خدا اپنا علم غیب جسے چاہے نہ بتا سکے یا کسی کو بتاتا نہیں ۔ زبان رسول سے خدا نے اسکی وضاحت اس لئے کر دی تاکہ اپنے بطور اپنے کمال و استعداد سے علم غیب جاننے کا وہ باطل خیال آنجی ذات سے نہ ہو کہ اگر میں بذات خود بلا واسطۂ الٰہی علم غیب جانتا ہوتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا آیت میں اسکی بھی وضاحت ہو گئی کہ عطائے علم غیب الٰہی اسلئے نہیں کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ وَمَا ھُوَ عَلَی الغَیبِ بِضَنِینٍ ۔ اس کے باوجود خدا فرماتا ہے کہ میرے محبوب غیب بتانے میں بخیل نہیں ۔ یہ جواب خود اس کو بتاتا ہے کہ کاہن و نجومی ذاتی فائدوں کے لئے جو غیب دانی کیا کرتے تھے وہ ڈھکوسلا ہے ان فیصلوں سے یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ یہ عطائے علم غیب اس لئے نہیں کہ سبکو بلا ضرورت بتایا جائے بلکہ جس طرح یہ عطائے علم غیب مخصوص ہے اسیطرح مخصوص مواقع پر خدا کی مرضی کے موافق اس کا اظہار ہوا کرتا ہے مصلحت ربانی کے ماتحت یہ غیب نہ بتانا بخل سے متعلق نہیں پھر مولانا بابا نے تفسیر حسینی سے یہ پڑھکر سنایا "در بحر الحقائق نوشتہ آن علم ما کان و ما یکون ہست کہ حق سبحانہ در شب اسریٰ بدان حضرت عطا فرمودہ چنانچہ در حدیث معراج است کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ما کان و ما یکون ۔" پھر مولانا بابا نے فرمایا کہ ذرا وہ حدیث بخاری نماز کسوف تو پڑھو مگر حاضرین سے کوئی نہ بتا سکا حضور علی نے فرمایا لو ہم بوڑھے سے سنو اور زبانی یہ حدیث سنا کر عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق قَالَ رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من شئی کنت لم ارہ الا قد رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار ۔ (تمام موجودات میں جو کچھ میں نے نہ دیکھا تھا اس قیام (نماز کسوف) میں دیکھ لیا یہاں تک کہ بہشت و دوزخ بھی ۔ فرمایا) کہ بس یہی علم ما کان و ما یکون کا عظیم ہے حضرات ،

فاروق اعظم و ابوزید انصاری و ابومریم و ابوسعید خدری و مغیرہ بن شعبہ و حذیفہ بن یمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم یہ چھ جلیل القدر صحابہ گواہی دے رہے ہیں کہ آنحضور نے ہمارے سامنے ماکان و مایکون بیان فرمایا۔ مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث سہسوانی نے حدیث شروع کی جب یہ حدیث عبدالرحمن بن عائش آئی رَاَیْتُ رَبِّی عَزَّ وَجَلَّ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِی کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ "کہ میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا میرے رب نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی چنانچہ مجھ پر موجودات آئینہ ہو گئے اور میں نے پہچان لئے۔" مولانا بابا نے فرمایا کہ گمراہی کی جڑ یہی ہے کہ جب انسانی فیصلے ذاتی رجحانات سے ہوتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی اشعۃ اللمعات پڑھو مولانا سید ظہور الاسلام صاحب رحمانی فتحپوری نے اس کتاب سے سنایا کہ "عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں" مولانا بابا نے فرمایا کہ محققین کی تصریحات کی پابندی اسیوجہ سے رکھی جاتی ہے کہ ذاتی رائے بھٹکنے نہ دے سچ تو یہ ہے کہ افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی علوم عطا ہوں حاضر و ناظر خدا کرے حیات النبی سے سرفراز کرے یا دیگر انبیاء و اولیاء کو اپنی صفات سے مشرف فرمائے وہ سب مخلوق کے لئے عطائی ہوتی ہیں اور خدا کی ساری صفات ذاتی و قدیمی ہوتی ہیں پھر ان عطائی صفات کو خدا کی صفات کا اشتراک بتانا خدا کی ذاتی صفات سے انکار کفر یہ ہے۔

علم حیدری کی جادو (۲۴۹/۵۰) پھر مولانا بابا نے فرمایا کہ آنحضور کے نام لیواؤں کی شان علمی دیکھو محدث ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں "مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ عرش کے نیچے جس چیز کو مجھسے پوچھو میں بتادونگا سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی فَاِنِّی لَا اُسْئَلُ عَنْ شَیْءٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُ عَنْہُ" یہ حدیث مولانا بابا نے زبانی سنا کر فرمایا کہ امیر المومنین خلیفہ چہارم نے اپنے علم کی حدود عرش سے فرش تک کی بتادیں یہ علم آنحضور کے طفیل کا ایک ذرہ ہے پھر آنحضور کے لامتناہی علوم کا احاطہ کی اندازہ کوئی کیسے کر سکتا ہے۔

ہر لمحہ درود خوانی (۲۵۰/۵۱) زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ مولانا بابا نے فرمایا کہ آیت میں چند نکتے ہیں آیت میں یُصَلُّوْنَ صیغہ مضارع خصوصًا اس لئے استعمال فرمایا کہ یہ استمرار اور دوام کا ثبوت ہو کہ بےشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ و مسلسل محبوب خدا پر درود خوانی کرتے ہیں اس استمرار اور دوام کو ہر احتمال سے بری رکھنے کے لئے اِنَّ سے ابتدائے کلام فرمائی کہ بات مصدقہ رہے پھر یہ آنحضور پر ہر لمحہ درود و سلام بندوں کو بڑی خاص تعلیم الٰہی ہے کہ بندگان خدا اس مسلسل سنت ربانی سے ذرا غفلت نہ کریں اپنی زندگی کے ہر لمحات درود و سلام سے آپکی یاد سے آپکے ذکر سے بھرے تاکہ آنحضور کے غیر محدود حقوق کا حیات حقیقی کی صورت میں کچھ حق ہی ادا ہوتا رہے۔

(۲۵۱/۵۲) پھر درود خوانی مع حاضرین فرما کر مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ تو عام قانون الٰہی ہے بہ حیثیت محبوب فلسفۂ درود و سلام مسلسل میرے نزدیک یہ ہے کہ جو قرب الٰہی جو حضوری حق دائمی طور پر آنحضور کو حاصل ہے وہ موجودات میں کسی کو ممکن نہیں پس صلوۃ الٰہی ہو اور آنحضور پر صلوۃ نہ ہو خدا کی یاد ہو ذکر ہو اور آنحضور کی یاد اور ذکر نہ ہو تو نہ وہ صلوۃ الٰہی ہے نہ ذکر و یاد الٰہی ہے کیونکہ اس ذات گرامی کا جو ان انعامات ربانی و حق شناسی کا سبب بنی اس کا حق کب ادا ہوا پس آنحضور کی محبوبیت مستقل و قربیت و حضوری مسلسل اور بطور حیات سابق حیات حقیقی سے سرفراز ہونیکا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آنحضور ایک پل کے لئے خدا سے جدا نہیں مخلوقات کے ذرے ذرے میں موجود حاضر و ناظر بہر حال ہیں تو آنحضور پر کسی وقت سلسلۂ درود و سلام موقوف نہ ہو سکے ہر لحظہ نئے پیار سے ہر لمحہ نئی رحمت سے رحمت الٰہی کا نزول بھی جاری رہے" میری اس درس عشق و مستی پر بیساختہ چیخ نکل گئی۔ مولانا بابا نے بڑے کیف میں نعتیہ اشعار پڑھکر فرمایا کہ آیت میں نبی کا لفظ خاص طور پر استعمال فرمانا اور رسول کا لفظ یہاں نہ استعمال کرنا اس بلاغت قرآنی پر ہے

کہ نبی کے معنے خبردار و آگاہ کے ہیں آیت نے بتادیا کہ آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خدا کے عطائی غیب سے خبردار ہیں تو احوال امت و درود و سلام کے نذرانہ دینے والوں سے اہل محبت و خلوص سے اور بھی خبردار ہیں۔

آنحضورؐ کے کمالات انفرادی (۱۵۲/۵۴)

میں نے عرض کیا کہ نبی بمعنی خبردار و آگاہ ہے تو ہر نبی اس سے متصف ہو کر شریک اوصاف رسالتمآب ہوگا خصوصیت مصطفائی کیا ہوگی مولانا بابا نے فرمایا افسوس ہے تم نے کیا الٹی باتیں گڑھنے کے لئے بڑھاپے پر بھی اعتراض کردو کہ نبوت سے ہر نبی متصف ہے اور آنحضورؐ بھی ہیں بحیثیت نبی سب اس وصف نبوت میں شریک تو خصوصیت نبوت مصطفائی کیا ہوگی؟ اب میں نے بہت سنبھل کر عرض کیا کہ نبوت اگرچہ وصف مشترک سہی مگر مدارج نبوت چونکہ جدا جدا ہیں اسی اصول سے امتیاز مصطفائی ہوگا حضرت مولانا بابا نے دیگر حاضرین علماء سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے ان لوگوں نے کہا کہ نواب صدیق حسن خاں نے اپنے جواب سے خود کو لاجواب کرلیا مولانا بابا نے فرمایا کہ واہ بھائی تم نے یہ کیسا غضب کردیا۔ آنحضورؐ کی نبوت کو بلا دلیل وصف مشترک کیسے کہدیا۔ پہلے ذرا آفتاب ہی پر غور کرو کہ آفتاب سے نور نکلا پھر اس کے نور سے شعاع پھر اس شعاع سے دھوپ پھر دھوپ سے ضیا نکلی فیصلہ ہو گیا کہ ضیا و روشنی دھوپ میں تھی جب تو اس سے خارج ہوئی اور دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی شعاعوں سے برآمد ہوئی شعاعیں نور میں تھیں جب ہی نور سے خارج ہوئیں اور نور آفتاب میں تھا جب ہی آفتاب سے برآمد ہوا پس آفتاب جامع الانوار بھی ہے اور خاتم الانوار بھی ہے اگر نور کے سارے مراتب آفتاب پر ختم نہ ہوتے تو یہ سب مراتب اس میں جمع بھی نہ ہوتے اسیطرح آنحضورؐ جامع کل کمالات بھی ہیں اور خاتم الکمالات بھی نبوت کے رسالت کے ہر وہ کمالات جہاں جہاں جس جس رنگ میں موجود تھے وہ سب آنحضورؐ ہی سے نکلے اور آنحضورؐ ہی پر ختم بھی ہوئے آنحضورؐ کو خدا نے نور من نور اللہ اسی وجہ سے بنایا کہ آنحضورؐ بلا واسطہ کے اللہ تعالیٰ کے نور مجسم ہیں اور ساری خلقت

آنحضورؐ کے نور سے پیدا کرنے میں خدا کا نکتہ ہی یہ ہے کہ ساری خلقت تو آنحضورؐ کا فیض ہو مگر آنحضورؐ فقط براہ راست خدا کا فیض مکمل ہوں پس تمامی انبیاء و مرسلین کی نبوت اور ان کی صفات بالعرض اور بہ فیض مصطفائی ہیں لیکن آنحضورؐ بلا شرکت غیرے خدا کا نور خدا سے ہر کمال پائے ہیں پھر آنحضورؐ کے کمالات اور رسالت و نبوت میں انبیاء و مرسلین کی شرکت کا وہم بھی عقل و نقل گمراہی قرار دیتے ہیں۔ مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث بھوانی اشکبار کہہ پڑے کہ سبحان اللہ راز محمدیت جیسے سیکھنا ہو وہ حضور اعلیٰ سے سیکھے الغرض میں اس عشق و محبت رسالت کے مکتب کی تعلیمات سے ایک دوسری ہی دنیا جاگ کر رہا تھا۔

علم کتاب و ایمان باللہ (۲۵۳/۵۴)

میں نے عرض کیا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ کی کیا تطبیق ہوگی مولانا بابا نے فرمایا کہ تم نے اس کو اچھی طرح سمجھا کہاں ذرا حدیث بخاری یاد کرو کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا میں عبادتیں کیا کرتے اعتکاف و ریاضت میں مشغول رہتے اگر ایمان و کفر سے واقف نہ ہوتے تو یہ کیسے صحیح رہتا دوسرے یہ تم سب بھی جانتے ہو کہ شب معراج میں امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمیع مرسلین و انبیاء کی بیت المقدس میں امامت فرمائی ہے۔

دراں حالیکہ اس وقت تک نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی لیکن تم اس امامت کو اس نماز کو صحیح کہنے پر مجبور ہو تو آنحضورؐ کی واقفیت ایمانی پہلے ثابت ہو جاتی ہے آنحضورؐ کو خدا نے نبی پیدا فرمایا ایک نبی ہو کر ایمان باللہ نہ جانے یہ قطعی محال ہے یہ بھی تم جانتے ہو کہ اولیائے حق تک محافظت الٰہی کے ماتحت پروان چڑھتے ہیں پھر انبیائے عظام و مرسلین کرام اس محافظت الٰہی و توفیق ربانی سے سرفراز نہ ہوں تو نبوت و رسالت کاہے کی۔ اب آیت کو دیکھو فَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ یہ نفی خود بتاتی ہے کہ آنحضورؐ اس درایت کو نہ جانتے تھے جو آنحضورؐ کی شریعت کے لئے خدا نے ایمانی و کتابی طور پر مخصوص رکھی تھی دوسرا ارشاد ہے وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ آپ کو یہ امید نہ تھی کہ آپ پر قرآن نازل ہوگا مگر آپ کی رحمت رب سے یہ ہوا۔ آیت ہی نے آیت کا

جواب الّا رحمۃً سے دیدیا یہ دیکھو کہ آنحضورؐ کے سامنے ایسی مثالیں موجود تھیں کہ
بعض رسولوں پر کتاب اتری بعض پر صحیفے اترے بعض کو ان کا نائب رکھا جیسے حضرت
ہارون کو حضرت موسیٰ کی وساطت سے اور حضرت یحییٰ کو حضرت عیسیٰ کے ذریعہ نبوت ملی
اور حضرت سلیمان کو حضرت داؤد صلوات اللہ تعالیٰ علیہم کی وراثت سے نبوت ملی
دوم یہ کہ آنحضورؐ نے انبیاء سابقین کے حالات، مگر جو ایمان و عبادت کا راستہ اختیار
کر کے جستجوئے حق کی اسکو خدا نے سراہا اور اپنا راستہ دکھایا لیکن یہ مخصوص امور کہ آپ کو
شریعت ملیگی کتاب آخری ملیگی ایمان باللہ حجت آخری و دین آخری ہوگا کہ سلطنت اسکا
نفاذ خدا کریگا اگر آنحضورؐ نہ جانتے تھے تو کیا عیب پیدا معاذ اللہ ہو جائیگا اگر وقت
میں کچھ نہ ہو تو آیت بڑی خاص رحمت حق واضح کر رہی ہے آنحضورؐ جس ایمان کے مستحق
ہوئے وہ آجتک کسی نے نہ جانا پھر ایمان بھی کیا جامع کل ایمانیات کہ اسپر ایمان لائے
بغیر کسی کو مخلصی نہیں آنحضورؐ کی لائی کتاب سب کتابوں کی مصدق اور آخری کتاب
آنحضورؐ کی شریعت خاتم الشرائع آنحضورؐ کا دین خاتم الادیان خود خاتم الانبیاء والمرسلین یہ
سب انفرادی عطیے بلاشرکت غیرے آنحضورؐ کو خدا سے ملنا اسیواسطے ہیں کہ آنحضورؐ خدا کی
رحمت مخصوص ہیں یہ نوازش یہ سرفرازی دینی طور پر ہو ایمانی شکل میں ہو کہ لاتی صورت میں ہو
خود بتاتی ہے کہ آنحضورؐ رحمت ہی رحمت مخصوصہ ہیں۔ آنحضورؐ کے اسی اصطفاء و اجتبا
و اختصاص کو قرآن واضح کرتا ہے پھر اسکو جان ہی کون سکتا ہے سوا خدا کے کہ اتنی
شریعتوں اتنے نبی و رسولوں کے بعد کیسی کتاب اور کس قسم کے ایمان کو خدا رائج کر کے
اپنا پسندیدہ دین اسلام قرار دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ مولانا بابا قبلہ نے شیخ عبدالحق
محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب تالیف قلب الالیف (بکتابۃ فہرس التوالیف) سے نکالکر
سنایا "عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے آنحضورؐ کی روح پرفتوح سے فیض لیا اور علم
حاصل کیا اور آنحضورؐ ہی سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسمائے الٰہیہ کے عالم ہوئے
آنحضورؐ اس عالم میں بھی سب انبیاء و مرسلین کے رسول کل ہے" پس جو ذات

اس طرح خدا کی تعلیم سے براہ راست مرحمت ہوا اسپر یہ اتہام کہ وہ ایمان باللہ بھی نہ جانے
و قانون الٰہی ہی باقی نہ رہے گا پھر کیا ایک تم جاننے والے رہ جاؤ گے؟ اس کے بعد
مولانا بابا نے فرمایا کہ ہاں بھئی صدیق حسن ایک دوستانہ گفتگو ہو جائے اپنی نوابی
کے کاموں میں تم کتنے انگریزوں اور غیر اقوام سے مل چکے ہو یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ اخلاق
کے تین اجزا ہیں تدبیر منزل تہذیب اخلاق سیاست مدن یہ تینوں محاسن
دوسرے الفاظ معاشرت و معاملت و خوبیاں تم نے ان میں کس قدر پائیں
در حقیقت مجھکو اعتراف کرنا پڑا کہ مجلس معاشرتی تمدنی تدبیری تہذیبی محاسن خلاف
بیان کر رہا ہوں مولانا بابا نے فرمایا کہ کیا ان لوگوں کو علم کتاب اور ایمان باللہ بتا تے
نے فرشتے گئے تھے پھر بغیر ناواقفیت ایمان و کتاب یہ محاسن ان میں کہاں سے
آئے اور تم لوگ بھی ان کے مقابل احساس کمتری میں آجاتے ہو" نہ پوچھئے کہ میرے لئے
... تھا اب میرا یہ حال زار کہ آنکھیں اشکبار قلب میں اضطرار غیر مقلدی کی
... کا اقرار مجرمی کے گندے عقائد سے انکار ان کے موجدوں سے بیزاری یاں رہا
... بار بار استغفار ہی استغفار بس دل کی ایک ہی پکار کہ جلد توبہ سے اپنے کو
... یہ اصرار کہ جلد مرید ہو کر دنیا و عقبیٰ سنوار چنانچہ اٹھکر پروانہ وار قدموں
... تحریری و تقریری اقوال و افعال سے توبۃ النصوح کی حضور اعلیٰ نے بکمال
... نقشبندیہ قادریہ میں مرید فرمایا مرید ہوتے ہی خود رفتہ گریڑا قلب میں وہ انشراح
... کا پتہ نہ رہا مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث سہسوانی نے مجھے اٹھایا ہوش
... اتنے میں مولانا بابا نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا فوراً حالت اعتدال آگئی
... ارشاد فرمایا کہ آیت میں وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ
... کا یہ ٹکڑا بھی متعلق مضمون وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ ہے کہ لیکن ہم نے رکھی یہ
(قرآن) اس لئے کہ اس سے راہ دیتے ہیں اپنے بندوں میں جسے چاہیں۔ اب تم
تفصیل کتاب الٰہی کی تو ہے آنحضورؐ کی طولانی ریاضت و انہماک جستجوئے حق کا

انعام یہی تھا کہ جس راہ کی جس کتاب کی جس ایمان کی منشائے الٰہی ہے وہ نور عطا ہو
آیت نے اپنے معنے بتا دیئے کہ جو کتاب جو ایمان نور ہدایت اپنے بندوں کے لئے ہم نے بنایا
وہ آپ جانتے نہ تھے تو یہ اس ذریعہ ہدایت کتاب و ایمان کے نہ جاننے پر ہے آنحضورؐ کی
اور سب واقفیتوں پر جو یہ تعلیم الٰہی حاصل رہی ہیں یہ آیت کب نفی کرتی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (۲۵۴/۵۵) کی آیت پر مولانا بابا نے فرمایا کہ وَاِلٰی عَادٍ
اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔ قوم عاد کیلئے حضرت ہود اور قوم ثمود کیلئے حضرت صالح کے لئے
اَخَاھُمْ کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا ہے کہ اے اقوام عاد اور ثمود حضرت ھود اور
حضرت صالح جنات و ملائکہ کے نہ تھے تمھارے ہم قوم تھے اس سے انبیا کی اپنی قوم سے
اُخوّت کا کوئی تعلق نہیں تفسیر مدارک میں فیصلۂ مفسرین مرقوم ہے قَالَ مُجَاھِدٌ کُلُّ
نَبِیٍّ اَبُوْ اُمَّتِہٖ وَلِذٰلِکَ صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اَبُوْھُمْ فِی الدِّیْنِ۔ محدث مجاہد تصریح کرتے ہیں کہ ہر ایک نبی اپنی امت کا
باپ ہوتا ہے مومنین آپس میں بھائی بھائی اس وجہ سے بنے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سارے مومنین کے دینی باپ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ کی بیویاں امہات
مومنین (امت کی ماں) ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ حدیث جب ایک اونٹ نے آنحضورؐ
کو سجدہ کیا تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم کو
ضروری ہے کہ آپ کو سجدہ کریں آنحضورؐ نے فرمایا فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا
اَخَاکُمْ۔ کیا جواب رکھےگی مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ حدیث ہو یا یہ دوسری حدیث کہ اَنْتَ
اَخِیْ وَاَنَا اَخُوْکَ فِی الْاِسْلَامِ آنحضورؐ نے صدیق اکبر سے فرمایا جہاں بھی اخ کو
استعمال فرمایا گیا ہے سب ہم قوم کے معنے میں فقط ہے یہ دیکھو کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضورؐ نے نکاح کرنا چاہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے عرض کیا کہ آنحضورؐ کے مجھکو اخی فرمانے سے بھائی والے احکام نکاح میں
حارج ہونگے آنحضورؐ نے یہ وضاحت فرمائی کہ یہ دراصل بھائی بننا نہیں بلکہ

اسلامی برادری و ہم قومی ہے پھر آنحضورؐ نے نکاح کر کے اپنے عمل سے بھی یہ تردید
فرما دی کہ آنحضورؐ کا خطاب اخوت سے تخاطب بھائی بننا نہیں کیونکہ آنحضور تمام امت
کے دینی باپ ہیں اس لئے جنسی اخوت نسبی اخوت وطنی اخوت دینی اخوت سب کا
دروازہ خدا نے امت کا باپ قرار دیکر رسولوں و نبیوں خصوصاً خاتم المرسلین صلوات اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے بند کر دیا اور بقیہ مومنین میں یہ چاروں اخوتیں باقی رکھیں یہی وجہ ہے
صحابہ کرام نے کبھی نسبی وطنی جنسی دینی تعلق کے بعد بھی کسی اخوت کا وہم بھی نہ کیا
کیونکہ آنحضورؐ کی عظمت و بزرگی ایسی اہم ہے کہ کسی قسم کی بھائی چارگی اس کو سوختہ
کر کے بے دینی ہو جاتی ہے۔ پھر مولانا بابا مسکرائے اور فرمایا کہ دیکھو ہم کو سب بابا کہتے ہیں
تو کیا سب ہماری اولاد یا ہم سب کے باپ کبھی ہو سکتے ہیں پھر بھائی کے لفظ سے جو
مساوات ظاہر ہوتی ہے وہ کسی نبی سے کسی امتی کے لئے جائز نہیں ہے۔

کرامت جاریہ (۲۵۵/۵۶) دوسرے وقت موقع پا کر بھوپال چلنے کا التماس کیا
مولانا بابا نے فرمایا کہ تم بھوپال جلد واپس جاؤ تمھاری وہاں بڑی ضرورت ہے
جس لڑکی کے اوپر جن آتا ہے اس کے کان میں کہنا کہ فضل رحمٰن نے تم کو سلام کہا ہے
بفضلہٖ وہ جن بھاگ جائیگا ہم نے تمھارے اور تمھارے گھرانہ والوں کے لئے
بہت دور تک دعا کر دی ہے سب مخالفت رشتۂ اتحاد میں بدل جائے گی تمھاری
پرخلوص توبہ کا انعام تم کو یوں ملا دیگا کہ تمھاری خواہش کے مطابق بیگم
بھوپال اپنی خوشی سے تم سے عقد کر لیں گی۔" سبحان اللہ ایسا کشف جلی کہ دل کا
ہر خطرہ مکشوف رہے نہ میں نے دیکھا نہ سنا بہر حال تیسرے روز بھوپال
پہنچا تو واقعی میرا بے چینی سے انتظار رہتا ادھر جن بھی بہت اودھم مچا رہا تھا
میں نے اس لڑکی کے کان میں مولانا بابا کا نام و سلام کہا اسیوقت وہ جن ہمیشہ
کے لئے بھاگ گیا شہر بھوپال و اسکے اطراف میں اس کرامت جاریہ کا شہرہ ہو گیا
کہ جہاں عملیات و حاضرات کرنے والے بھی ناکام رہے وہاں مولانا بابا کے مبارک

نام سے اتنا اہم کام اس آسانی سے سرانجام ہو۔

عقد بیگم بھوپال و شرف مریدی

(۲۵۶/۵۷) اتنے میں بیگم صاحبہ بھوپال سے ملاقات کرکے وہاں پہنچا تو شاہجہان بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میاں صدیق حسن خاں آپ کو مبارک کہ حضرت مولانا بابا جبکہ آپ مرید ہوئے اُسی دن غریب خانہ پر تشریف لائے فرمایا تمھارے اشتیاق بیعت پر ہم آگئے ورنہ اس طرح آنے سے ہمارے درس قرآن و حدیث کا نقصان ہوتا پھر مولانا بابا نے مجھکو مرید کرکے فرمایا کہ تمھارے صدیق حسن خاں بھی عرفان حق کے بعد بختگی سے مرید ہو چکے ہیں۔ چونکہ پیر و مرشد مولانا بابا نے تمھارے صدیق حسن کا جملہ فرمادیا بہتر ہے کہ آپ عقد کی تاریخ طے کرلیں چنانچہ اسی ہفتہ میرا عقد ہو گیا۔

تبلیغ حق

(۲۵۷/۵۸) فقیر صدیق حسن نے اپنے بھائی اور والد اور نور الحسن خاں ولد کے بھائی بہنوں سے واضح ہدایت کردی کہ میرا سارا گھرانہ مولانا بابا سے بیعت ہو کر پاک اور کجروی سے ہمیشہ کیلئے میری طرح محفوظ ہو آئے تاکہ قبر میں میری پیٹھ آرام سے لگ سکے۔ نواب وقار نواز جنگ وحید الزماں خاں سلمہ کو میں نے سختی سے لکھا پاکہ اگر صحیح معنے میں اہل حدیث بننا اور پاک ہونا چاہتے ہو تو مولانا بابا سے شرف بیعت حاصل کرکے اتباع سنت اور حدیث سیکھو میری سابقہ اتباع وضلالت غیر مقلدی سے میری طرح توبہ کرا آنجناب میرے اور متعلقین کیلئے مولانا بابا اور دادا میاں سے سفارشی رہیں ساتھ ہی میرے اس اعتراف حق کو اپنے زیر تالیف مجموعہ میں سوانح عالیہ کے ختم پر جگہ دیکر مشکور فرمائیں اگرچہ میں خود بھی اسکو شائع کرسکتا تھا لیکن اس لئے ایسا نہیں کرتا کہ جب آپکی وساطت سے میں ایسے مخزن فضل و سعادت سے سرشار ہوا تو اب بھی آپ کی مصدقہ شہادت سے خادم اولیائے طریقت و اہل سنت مشتہر ہوں میری یہ تحریر ذاتی رجحانات و غیر مقلدی کے فریب میں پھنسنے والوں کے لئے حجت اصلاحی بن سکے۔ آجتک میری اسنادلنے۔ ع ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے۔ کچھ دینے کے بجائے چھین

میرا سب کچھ لوٹا مگر ؎

مرکز فیض رسل ہادیِ دوراں مددے ۞ فضل رحمن بہ من بے سر و ساماں مددے

کی صدائے حق نے صحیح معنے میں مجھے صدیق حسن بناتے ہوئے وہ سب دے دیا جو مجھے باوجود توبہ میسر ہو نہ سکتا تھا کاشکہ آج ابن تیمیہ و ابن حزم و ابن قیّم و قاضی شوکانی و داؤد بن علی ظاہری وغیرہ میری مٹی پلید کرنے والے ہوتے اور اس ذات سراپا فضل رحمن کا فیض پاجاتے تو اپنی اپنی بولیاں بولنا بھول کر راہ حق اختیار کئے بغیر رہ نہ سکتے تھے میری وسعت نظر کی جہانتک حدود ہیں میں ہر فن کو مولانا بابا کی شان میں خراج عقیدت پیش کرتے پاتا ہوں فن حدیث اگر آپکی محدث گری پر نازاں ہے تو مجددیت و مجتہدی آپ پر فخر کر رہی ہے علوم پر اتنا عبور حفظ حدیث اسقدر وسیع میری نظر سے گذرا نہیں باقی آپ کے مدارج علیا ہم سمجھیں بھی تو کیا سمجھیں جبکہ اکابر اولیا کہیں جسے خدا چاہتا ہے ہم بھی چاہتے ہیں ؎

برکف جام شریعت برکفِ سندان عشق ۞ ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

ثم السلام خیر ختام خاکپائے فضل رحمانی صدیق حسن بھوپالی بارہ شعبان ۱۲۹۶ھ

نواب وحید الزماں خاں

(۲۵۸/۵۹) فقیر نیاز احمد فیض آبادی نواب صدیق حسن خاں مذکور کی اطلاع پر آستانہ پہنچا وہاں نواب صدیق حسن خاں کے والد اور بھائی آچکے تھے بعد ظہر ان لوگوں نے مرید ہونا چاہا مولانا بابا نے فرمایا ابھی توقف کرو ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھ سکے پھر قبل عصر نواب وقار نواز جنگ وحید الزماں خاں بھی آگئے بعد عصر درس شروع ہوا دادا میاں پڑھنے لگے **وجوب تقلید**۔ تھوڑی دیر بعد آیت آئی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ مولانا بابا نے اسکا ترجمہ حاضرین سے پوچھا نواب وحید الزماں خاں نے عرض کیا کہ اہل علم سے پوچھو اگر تم کو جانکاری نہ ہو مولانا بابا نے فرمایا آیت پر غور بھی کیا ہے قرآن نے اہل علم نہیں کہا ہے بلکہ اہل ذکر کا مخصوص لفظ استعمال کیا ہے۔ دادا میاں نے فرمایا کہ بابا ہم ترجمہ کرتے ہیں اگر تم کو معلومات نہ ہوں

تو اہل ذکر یعنی صاحبان علم باطن سے پوچھو مولانا بابا نے خوش ہو کر فرمایا کہ شاباش
اصل ترجمہ یہی ہے یہ قرآنی بلاغت ہے کہ علوم ظاہری علوم باطنی والوں کے محتاج و تابع
ہیں اس لئے اہل علم کو بھی اہل ذکر کی تقلید بحکم الٰہی واجب ہے۔ تقلید واجب کرنے میں راز
قدرت یہ ہے کہ ذاتی رائے خودساختہ رجحانات اور غیر مقلدی کا دروازہ بند رہ کر خدا
کے اصولی نظام مستقل کی پابندی سے کسی کو آزادی نہ ہو۔"

اہل حدیث (۲۵۸/۵۹)

سابقہ تحریر وحید الزماں صاحب کے شبہات کا جواب تھی کہ وحید الزماں صاحب نے
عرض کیا کہ ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ بھی انکار تقلید کرتے ہیں تقلید شخصی پر یہ اعتراض
ہے کہ اماموں کو خدا کے برابر کر دیا۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ احکام خدا اور رسول کی امام حضرات
ایسی وضاحت کر دیتے ہیں جس سے انسان وہ صحیح مطلب پالیتا ہے جو منشائے الٰہی
اور اپنی ذاتی رائے یا خود اپنی یا دوسروں کی کم علمی کے پُرفریب مفہوم سے محفوظ رہ
جاتا ہے یہ ائمہ وقت کی تشریحی سند عمل صحیح کی ضمانت ہوتی ہے پھر تشریح احکام
شئے دیگر اتباع خدا اور رسول بہرحال تشریح سے بحال تو تشریح کو خدا کی برابری وہی کہیگا
جو خود گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ دو پیش داؤد بن علی ظاہری ہو یا
ابن تیمیہ و ابن قیم و قاضی شوکانی وغیرہ ان لوگوں کی گمراہیاں ہمارے فقہاء جب ثابت
کر چکے پھر ان کی وہی سنے جو گمراہ ہونا چاہے یہ تماشہ خود دیکھ لو کہ یہ لوگ تقلید مجتہدین کا
تو انکار کرتے ہیں مگر خود ایک دوسرے کی تقلید میں جکڑے ہوئے ہیں پھر ان کی یہی
گمراہی کافی ہے کہ یہ لوگ ایسا دروازہ کھول گئے کہ جو چاہے غیر مقلدی کا مدعی ہو کر
تقلید فقہاء سے تو منکر ہو جائے مگر ابن تیمیہ وغیرہ کی تعلیم پھیلاتا رہے اتنے میں کچھ
اور قرآن ہو کر درس حدیث ترمذی ہونے لگا کچھ احادیث کے بعد حدیث حضرت
جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادا میاں نے پڑھی مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَاْیِهٖ
فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاَ۔ ترمذی مولانا بابا نے ترجمہ فرمایا کہ رسالت پناہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور اتفاق سے

وہ بات صحیح بھی بیٹھی جب بھی یہ شخص خطاکار ہے۔" ارشاد فرمایا کہ اب بولو کہ
صحیح معنے میں ہم اہل سنت کے علاوہ کون اہل حدیث ہے۔ حدیث نے ایک طرف
ذاتی رائے کا موافقت مضمون کے باوجود بھی دروازہ بند کیا دوسری طرف حدیث
نے راہ صحیح بھی واضح کر دی پس اہل حدیث کے یہ معنے کہ حدیث و قرآن سے جو
مفہوم تم سمجھو وہ درست ہو اسی حدیث نے خطاکاری ٹھہرا دیا۔ بلکہ صحیح معنے میں اہل
حدیث وہ ہیں جو مجتہد فی الشرع و مجتہد فی المذہب اماموں کی تفسیر آیات و تشریح
احادیث کے ماتحت پابند رہتے ہیں ہمارے پرنانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت ہی تو اہل حدیث ہیں اتنے میں دادا میاں نے
غُنیۃ الطالبین کی عبارت زبانی پڑھ دی وَلِاَهْلِ السُّنَّةِ لَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا
اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ تو مولانا بابا نے فرمایا کہ شاباش یہی حقیقت ہے اہل سنت
کے سوا کسی کو اہل حدیث کہنا ہی غلط ہے۔ اب وحید الزماں صاحب کے آنسو جاری
ہو گئے جسم میں اضطراری وہ اٹھے اور مولانا بابا کے ہاتھ چوم لئے اسیوقت مولانا بابا نے ان
بھوپالی لوگوں کو بھی وحید الزماں صاحب رحمانی کے ساتھ نقشبندیہ قادریہ میں مرید کر لیا

حمید مجید (۲۵۹/۶۰)

درود ابراہیمی پر مولانا بابا نے پوچھا کہ یہاں اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
کس رعایت سے کہا گیا حاضرین علماء سے کوئی کچھ نہ بتا سکا دادا میاں نے فرمایا کہ بابا
ہم بتاتے ہیں کہ مختلف مقامات میں آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختلف
نام ہیں شیاطین آنحضور کو عبدالقہار کہتے ہیں جنات آنحضور کو عبدالقدوس
کہتے ملائکہ ہفت آسمانی آنحضور کو عبدالمجید کہتے اور حاملان عرش آنحضور کو عبدالحمید
کہتے ہیں مولانا بابا نے مسرت سے فرمایا جزاک اللہ ہم کو ستر برس سے زائد یہ پڑھتے ہوا
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حاملان عرش
ہمیشہ رب آنحضور کی ثنا و صفت سنتے ہیں پس حمید اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا محبوب
محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے حاملان عرش آپ کو عبدالحمید بھی کہتے ہیں ملائکہ

ہفت آسمان نے خدا سے آنحضور کی بزرگی و شرف و مجد جانا پس یہ ملائکہ آپ کو عبدالمجید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ مجید ہے اور اسکا محبوب محمدؐ ہے۔ یہ نکات سُنکر بیساختہ وحیدالزماں صاحب رحمانی کی زبان تکرار کر رہی تھی۔ این چنیں زیبا روس کم می بود اندر جہاں۔ پھر ان لوگوں نے حدیث پڑھنے کی خواہش کی اور مولانا بابا سے پڑھنے لگے۔

نواب نورالحسن خاں (۲۶۰/۶۱) اسیطرح صفی الدولہ نواب علی حسن خانصاحب بھوپالی بھی مولانا بابا سے مرید ہوئے پھر رضی الدولہ نواب نورالحسن خاں ولد نواب صدیق حسن خاں مع مستورات واقربا فقیر نیاز احمد کے ساتھ فائز خدمت ہوئے مولانا بابا نے اور سبکو تو مرید کرلیا مگر نواب نورالحسن سے فرمایا کہ تم ابھی حدیث پڑھو چنانچہ وقتاً فوقتاً نورالحسن صاحب آتے اور حدیث پڑھا کرتے یہانتک کہ مولانا بابا کا وصال ہوگیا چنانچہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں حضرت دادا میاں سے نواب نورالحسن صاحب مرید ہوئے اور ایسی ترقی باطنی حاصل کی کہ دادا میاں نے اپنا خرقہ و عمامہ دیکر مولانا بابا کی کلاہ پہنائی اور اپنا دوسرا خلیفہ نورالحسن صاحب کو بنایا نواب نورالحسن صاحب رحمانی کا برابر یہ کہنا تھا کہ مجھکو خلافت ترقی باطنی بڑھانے کے لئے عطا ہوئی نہ کہ پیری مریدی چالو کرنے کے لئے اور کسی کو تاحیات مرید نہ کیا یہ راز اب کھلا کہ مولانا بابا نے نورالحسن صاحب کو کیوں مرید نہ کیا تھا۔

نوٹ:۔ دادا میاں کے اول خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی علیہ الرحمہ ہوئے کہ حضرت مولانا بابا کا عمامہ دادا میاں نے فیض آبادی صاحب کے سر پر باندھکر اپنا خرقہ مبارکہ پہنایا۔

درود شریف وسیلہ ہے (۲۶۱/۶۲) قاضی عابد علی صاحب رحمانی رئیس بارہ ضلع سیتاپور نے مرید ہونے کے بعد درود شریف کو پوچھا مولانا بابا نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہے کہ عرش کے ستون پر لکھا ہے کہ جو میرا مشتاق ہے میں اسپر رحم فرماؤنگا

مجھسے مانگے میں اسکو دونگا اور جو میری طرف بذریعہ اور بوسیلہ درود بنی کے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزدیکی حاصل کرے میں اس کے گناہوں کو بخش دونگا اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر بھی ہوں پس غور کرو کہ درود ایسا وسیلہ ہے جو آنحضور کا قریب بھی بناتا ہے اور خدا کا قرب بھی عطا کرتا ہے آخر مغفرت دہر کامرانی ہے۔

درود خوان کو جواب آنحضور (۲۶۲/۶۳)۔ قاضی عابد علی صاحب مذکور نے پوچھا کہ درود خواں کا جواب بھی آنحضور عطا فرماتے ہیں مولانا بابا نے جواب دیا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی میرے اوپر درود بھیجتا ہے تو خدا اسکو میری روح تک پہنچا دیتا ہے یہانتک کہ میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں۔ جس کی تشریح یوں ہے کہ جب کسی نے آنحضور پر درود بھیجا تو وہ خدا کا پیار و رحمت آنحضور کو رب تعالیٰ اپنے موافق شان کرم پہنچاتا ہے۔ اس پر آنحضور فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ اے اللہ فلاں کو اپنی رحمت پہنچا تو خدا اس درود خواں کو رحمت سے نوازتا ہے اس ارشاد کا کہ میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں یہی وسیلہ ہے کہ خدا آنحضور کو رحمتیں عطا کرتا ہے اور آنحضور اسکو عطا کرتے ہیں۔

آدمی کے مذہب پر اسکے دوست کا اثر (۲۶۳/۶۴) ایک بار نواب نورالحسن اور نواب وحیدالزماں صاحبان ساتھ ساتھ آکے وحیدالزماں صاحب ترمذی شریف مولانا بابا سے پڑھنے لگے کہ حدیث آئی مولانا بابا نے ترجمہ فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے مذہب پر اسکے دوست کا بھی اثر ہوتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ اچھی طرح دیکھ لیا کرے کہ کس کو دوست بنانے لگا ہے۔

برے بھلے کا فیصلہ (۲۶۴/۶۵) پھر مولانا بابا نے دوسری حدیث کا ترجمہ فرمایا

کہ امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بات چھوڑ دو جس کے متعلق شک بھی ہو کہ یہ کام گناہ ہوگا اور وہ کام اختیار کرو کہ جس کے بُرا ہونے کا شک تک نہ ہو۔ ترمذی " مولانا بابا نے فرمایا کہ عاموں کو خاصان حق کو اسی لئے دوست بناتے محبت رکھتے ہیں کہ ان کے حسن اتباع کا خود پر اثر ہو اور ان کی تقلید سے شکوک سے محفوظ اور اعمال حسنہ کو سنوار رہے۔ وحیدالزماں صاحب نے کہا کہ یہ دونوں احادیث خاص طور سے میری اور نورالحسن کے لئے وسیع نمونۂ عمل اور عوام مریدین کیلئے رہبرانہ ہدایت احتیاطی ہے۔

تخصیص یوم وفضیلت دوشنبہ (۲۶۵/۶۶) پھر وحیدالزماں صاحب نے یہ حدیث پڑھی کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر حضرت بلال کو ہدایت فرمائی کہ بلال پیر کے دن کا روزہ رکھا کرو کیونکہ پیر ہی کے دن میں پیدا ہوا اور پیر ہی کے دن میرے اوپر قرآن نازل ہوا۔ مولانا بابا نے حاضرین سے فرمایا کہ بتاؤ پیر کے دن کو کچھ اور بھی فضائل خدا نے عطا فرمائے ہیں سب خاموش رہے مولانا بابا نے فرمایا فرمایا تو تم بھی سنو پیر کے دن خدا نے آنحضور پر قرآن نازل کیا پیر کے دن خدا نے اپنے محبوب کو پیدا کیا پیر ہی کے دن اپنے وصال حق سے اپنے محبوب کو نوازا پیر ہی کے دن آنحضور نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی پیر ہی کے دن آنحضور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پیر کے دن کعبہ تعمیر ہوا پیر کے دن آنحضور نے کعبہ میں حجر اسود نصب فرمایا۔ اب دیکھو مسلمان کو خدا نے سب سے دو بڑی مسرتیں عطا کی ہیں ہم کو قرآن کریم عطا کرنا اور اپنا خاص محبوب عطا فرمایا انھیں دونوں خوشیوں کو پیر کی تخصیص سے آنحضور نے بنیاد ٹھہرایا نواب نورالحسن صاحب نے عرض کیا کہ اس سند سے کسی با عظمت بزرگ کی وجہ سے اس دن کی تخصیص یا امر خیر کی وجہ سے تعین یوم مستحسن ہوگا مولانا بابا نے فرمایا کہ امر خیر کی وجہ سے یا دینی عظمت یا دینی بزرگ کے لئے یہ تخصیص ایام ثابت السنت ہے خواہ وہ مولود میں ہو یا فاتحہ اور عرس میں ہو۔

جمعہ کو کثرت درود (۲۶۶/۶۷) قاضی عابد علی صاحب رحمانی قصبہ باڑی نے پوچھا کہ جمعہ کو کثرت درود کی کیا وجہ ہے مولانا بابا نے فرمایا حدیث میں بہت سے فضائل ہیں ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کا دن یوم جمعہ ہوگا اس جمعہ کے دن آنحضور قبر شریف سے اٹھیں گے اور آنحضور کی زیارت وملاقات اس جمعہ کو ہوگی قرآن شریف میں ہے سلام ہو میرے اوپر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں انتقال کروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں پس جمعہ کا دن آنحضور کے اٹھنے اور زیارت آنحضور کرنے کا دن ہے پیر کا دن وجود پیدائشی اور رونمائی کا دن ہے اس پیر و جمعہ میں یہ تینوں مواقع حاصل ہیں اس لئے ان دونوں میں کثرت درود وسلام و آپ کی یادگاری افضل ہے

بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲۶۷/۶۸) چودھری عبدالصمد رحمانی رئیس سندیلہ اور نواب التفات رسول رحمانی (تعلقدار) موجودہ نواب اعزاز رسول صاحب تعلقدار سندیلہ کے والد صاحب) اور نواب ذوالفقار علی خاں رحمانی رئیس اعظم (جو اعلیٰ نواب اعزاز رسول صاحب نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے والد صاحب تھے) تینوں صاحبان مولانا بابا سے مرید ہوئے نواب التفات رسول صاحب رحمانی نے پوچھا کہ بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا درست ہے مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ تو سنت بابا آدم علیہ السلام ہے بیہقی کی دلائل النبوۃ میں یہ حدیث مرقوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی توبہ کے وقت خدا سے عرض کیا یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِی کہ یا اللہ بحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے معاف فرمادے پس خدا نے معاف فرما دیا۔

بحق فلاں وبحرمت فلاں (۲۶۸/۶۹) نواب ذوالفقار علی صاحب رحمانی نے پوچھا کہ ہم شجرہ میں بحرمت فلاں کہتے ہیں لوگ بے سند کہتے ہیں مولانا بابا نے فرمایا کہ جائز یا ناجائز کسی کے کہنے سے نہیں ہوا کرتا پہلی حدیث تو حضرت آدم علیہ السلام کا بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اور خدا کا اسے قبول کر لینا

کتنی بڑی ضمانت ہے اس سند سے بحق خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند قدس سرہٗ وغیرہ بھی جائز ہے دوسری حدیث حصن حصین کی ہے کہ آنحضورؐ نے یوں فرمایا اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَبِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَكَ وَبِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ مکتب نبوت کے شاگردوں نے بحق السائلین سے بحق فلاں و بحرمت غوث اعظم کہنے کی سند لی جو سنت آدم سنت محمدی و عمل رسول ہے پھر ان بزرگوں کی باتیں وہی بے سند ٹھہرانے کی کوشش کریگا جو خود بے سند ہے۔

مغفرت صدیق حسن صاحب (۲۶۹) میرے پیر بھائی جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے بیان کیا کہ مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نواب صدیق حسن بھوپالی کے بارے میں پہلے مجھے تردد تھا میں ان کے حق میں دعا کرتا رہا پھر میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ بہت خوش و خرم ہیں پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے پیچھے نماز پڑھی،، مولانا مونگیری نے یہ اور بتایا کہ خود انھوں (مولانا مونگیری) نے بھی خواب میں نواب صدیق حسن خاں کو اچھے حال میں دیکھ کر یہ خواب مولانا بابا علیہ الرحمہ سے بیان کیا۔ نوٹ۔ صفحہ پچپن ضمیمہ ارشاد رحمانی مطبوعہ سنہ ۱۳۲۷ھ شاہی پریس لکھنؤ میں مولانا مونگیری علیہ الرحمہ راقم کہ نوابصاحب کے وصیت نامہ اور بعض دیگر رسائل سے واضح ہے کہ نواب صاحب نے پہلے حالات سے رجوع کیا اور [illegible] کے پابند رہے یہ واقعہ خواب مغفرت نواب صدیق حسن خاں ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۷ھ کا ہے۔

پُرکرامت واقعہ (۲۷۰) آپ کا بیٹا نیاز احمد رحمانی مصروف تحریر تھا کہ یکدم تحریر سے رک گیا سکتہ طاری ہو گیا اتنے میں ایک بزرگ تشریف لائے اور بڑے جلالی انداز سے فرمایا کہ آتا کیوں نہیں میں دم بخود مؤدب کھڑا رہ گیا وہ بزرگ فوراً غائب ہو گئے۔ لوگوں کے اصرار پر یہ راز فقیر فیض آبادی کو بتانا پڑا کہ یہ میرے مرشد مولانا بابا علیہ الرحمہ علانیہ تشریف لائے تنبیہ فرمائی کہ آتا کیوں نہیں تیرا انتظار ہے۔ نوٹ۔ اسوقت کے موجودہ حاضرین یہ سمجھے کہ آستانہ پہ انتظار ہے۔

لیکن اس واقعہ کے تیسرے روز جب مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی علیہ الرحمہ کا جب وصال ہو گیا تو وہ لوگ جنھوں نے مولانا بابا کو علانیہ دیکھا تھا اس پُرکرامت واقعہ کو سمجھے۔ یہانتک کوائف نوشتہ فیض آبادی صاحب کی ترتیب ہم رکھ سکے آئندہ بلا ترتیب بیان ہونگے۔

آٹھواں باب

فضل رحمن نے ہر حدیث کی صحت ہم سے کی ہے (۲۷۱) مولانا سید حافظ ابو سعید صاحب رحمانی و حافظ سید محمد رفیع رحمانی و حاجی سید محمد شفیع رحمانی صاحبان اید ایاں اور اندور کے مفتی رضوان الرحمن صاحب کے والد صاحب جو کہ مولانا بابا سے مرید تھے یہ سب درس حدیث میں شریک تھے مولانا سید ابو سعید صاحب رحمانی نے کہا کہ ترمذی شریف کی حدیث مندیل یعنی بعد وضو بھیگے ہوئے اعضا رومال سے پوچھنا جب آئی تو حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام ترمذی اگرچہ ھذا حدیث ضعیف یہ حدیث ضعیف ہے لکھتے ہیں مگر یہ حدیث ضعف سے بری مکمل صحیح حدیث ہے۔ مولانا ابو سعید اور مفتی رضوان الرحمن صاحب کے والد صاحب نے عرض کیا کہ امام ترمذی نے تو اپنی دلیل پیش کر دی کہ بھیگے اعضائے وضو پونچھنا نہ چاہیئے لیکن حضور اعلیٰ جس بنا پر ایسا فرماتے ہیں ہم لوگوں پر بھی واضح فرما دیں مولانا بابا نے فرمایا کہ اگر غور سے کام لو تو یہ غلط فہمی خود واضح ہو جاتی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کے پانی کی تری کو رومال سے صرف جذب کیا ہے لیکن ان اعضا سے تری کو پونچھا ہی کہاں ہے آنحضورؐ کے اس وضو کی تری جذب کرنے سے امام ترمذی کو غلط فہمی ہو گئی مولانا بابا کی اس توجیہ مجتہدانہ پر ہم حاضرین علماء پھڑک اٹھے اتنے میں حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آؤ پوری

تصدیق کرادیں تم سب لوگ دوزانو مراقب ہوکر آنکھیں بند کرلو۔ ہم سب نے آنکھ بند کرتے ہی دیکھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہیں پھر صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سب سے ارشاد فرمایا فضل رحمٰن ہماری جس حدیث کے بارے میں جو کہہ دیں اسکو بلا چون وچرا تسلیم کرلو کیونکہ فضل رحمٰن نے ہر حدیث کی صحت ہم سے کی ہے۔" ہم سب علماء اس نادر نسبت پر گم سم ہی نہیں رہ گئے بلکہ اپنے ہوش میں نہ رہے دو دن تک عجب عالم کیف ومستی رہا۔ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب اپنے والد صاحب کے اس چشم دید واقعہ کو بڑی عقیدت سے بیان کرتے رہتے ہیں مولوی حافظ سید محمد داعی رحمانی سلمہٗ نے بھی مفتی صاحب مذکور سے یہ واقعہ نقل کیا۔

تم خود صحت کرلو (۲۷۲) مولانا سید محمد فاروق صاحب رحمانی دربھنگوی جید محققین وممتاز مریدین سے ہیں بیان کرتے تھے کہ ایسے چند واقعات اور بھی ہوئے جس میں حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحت حدیث کرادی اور بعض کو راوی حدیث سے تصدیق کرائی ایک بار کچھ اور علماء کے ساتھ میں بھی شریک درس تھا کہ ایک صاحب کو حدیث ضعیف ہونے کا شک ہوا مولانا بابا نے کشف سے جان کر فرمایا کہ تم لوگ آنکھیں بند کرلو ہم لوگوں نے آنکھیں بند کرتے ہی دیکھا کہ ایک بزرگ کھڑے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے ادھر مولانا بابا نے فرمایا کہ حدیث کے راوی تمہارے سامنے موجود ہیں تم خود صحت کرلو۔ یہ سب اس کا مشاہدہ کرنے والے بیہوش ہوگئے۔

سیکڑوں ہاتھوں میں مرید کا ہاتھ (۲۷۳) مولانا سید محمد فاروق صاحب رحمانی دربھنگوی نے بیان کیا کہ ایک شخص مرید ہونے آئے، حضرت مولانا بابا ان کو اپنا ہاتھ پکڑا کر مرید کرنے لگے کلمہ وغیرہ پڑھا کر جب یہ کہلایا کہ ہم مرید ہوتے ہیں حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب (قدس سرہٗ) کے تو ان صاحب نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا کہا کہ ہم تو آپ کو جانتے ہیں فضل رحمٰن کے نام سے ہم کو مرید کرنا ہو تو

ہم مرید نہ ہونگے مولانا بابا نے قدرے مراقبہ کیا پھر فرمایا لو ہاتھ پکڑو ان صاحب نے ہاتھ پکڑتے ہی دیکھا کہ ان کا ہاتھ سیکڑوں بزرگوں کے ہاتھوں میں ہے یہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہوگئے بعد افاقہ مرید ہوئے۔

ذکر حسینی اور مسرت امام صاحب (۲۷۴) جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری علیہ الرحمہ ارشاد رحمانی صفحہ ترپن ۵۳ میں راقم بارہ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ دس بجے دن کو میں حاضر خدمت تھا بہت سی باتیں ہوئیں ان میں یہ بھی فرمایا کہ جو محرم میں امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں امام حسینؑ ان سے خوش ہوتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ جو ماتم کرتے ہیں فرمایا وہ نہیں بلکہ جو لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں روایات صحیحہ سے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں حضرت امام حسین (علیہ السلام) اُنسے خوش ہوتے ہیں اُن پر رحمت نازل ہوتی ہے بھلا ایسے لوگوں کے ذکر میں خصوصاً ان کے غم والم کے بیان میں کیونکر فیضان نہ ہو۔" مولوی دلدار علی صاحب مسجد میں حال شہادت بیان فرمایا کرتے تھے میں (مولانا مونگیری) بھی جایا کرتا تھا بیشک اس جلسہ میں ایک قسم کا فیضان ہوتا تھا (۲۹۰) کمالات رحمانی صفحہ چھتیس ۳۶ سطر آٹھ مولوی تجمل حسین صاحب بہاری راقم کہ مولانا بابا لکھنؤ محمد یحییٰ صاحب کی مسجد میں ٹھہرے تھے۔ شب کو اگر مرثیہ کی آواز آتی تو دریافت فرماتے کہ یہ کیوں چلاتے ہیں لوگوں نے کہا زمانہ محرم کا ہے امام حسین کا مرثیہ ہوتا ہے اگر کوئی شعر معرفت کا ہوتا تو آپ نعرہ مارتے دو ۲ دو ۲ تین ۳ تین ۳ دن تک وجد وحال رہتا۔

مہینوں کی رخصتی (۲۷۵) رمضان خانصاحب مرحوم سے مولوی تجمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب فضل رحمانی صفحہ ایک سو چہتر پر راوی کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہم سے ہر مہینہ رخصت ہوکر جاتا ہے یعنی اس کی صورت مثالی حاضر ہوتی ہے نیز ماہ رمضان بھی مولانا بابا سے بوقت آمد بوقت رخصت ملتے تھے۔

[illegible]ون بند (۲۷۶) حسین خاں رحمانی استاد فتحپور رحمہٗ نے بیان کیا کہ ایکبار

میں آم کے باغ سے کافی رات ہیں واپس گھر آرہا تھا کہ ایک شخص سفید لباس پہنے سر پر گٹھر رکھے چلے آتے تھے میرے پاس جب وہ پہنچے تو انسے میں نے پوچھا کہ بھائی صاحب کچھ آپ کو تکلیف ہے میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں وہ نووارد بولے کہ اس طرف مولانا فضل رحمن بابا ہیں ادھر بھی راہ بند ہے ادھر فیض اللہ شاہ بابا ہیں ادھر بھی بند ہے اب تیسری راہ سے بھاگا جارہا ہوں مجھے طاعون کہتے ہیں یہ سنتے ہی چکرا کر گر پڑا دیر میں ہوش آیا۔

فضل رحمانی کی نجات

(۲۷۷) وادی الفت صفحہ تین نواب نور الحسن خانصاحب رحمانی بھوپالی راقم۔ ایک بار مولانا بابا کے ساتھ سواری و علم معاملات اخروی میں نمایاں ہوا بشیار خلقت آپ کی سواری کے ساتھ تھی میدان حشر میں کسی نے کہا یہ گروہ فضل رحمانی ہے آواز آئی جانے دو"

نکیرین پوچھتے ہی تھے کہ اتنے میں ندا آئی: اِسے آزاد کردو یہ غلام فضل رحمن ہے

مریدوں کو مسافت سفر طے کرادینا

(۲۷۸) فقیر نیاز احمد فیض آبادی سے برادر گرامی جناب مولانا سید محمد علی صاحب (رحمانی مونگیری (علیہم الرحمہ) نے بیان کیا کہ مولانا بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں آپ کے دو مرید کسی موضع سے آئے اور کہا کہ ہم کو ابھی مقدمہ کا سمن دیا گیا ہے آج ہی ضلع میں مقدمہ ہے اب کوئی صورت پہونچنے کی ممکن نہیں مولانا بابا نے فرمایا اچھا آنکھیں بند کرلو جب انھوں نے آنکھ کھولی تو اپنے کو ضلع کی کچہری میں پایا ابھی عملہ بھی نہ آسکا تھا۔

سر و اعضا جدا نظر آنا

(۲۷۹) نظام الدین حسن عرف مستان شاہ رحمانی مرید ہونیکے بعد بجا آوری خدمت میں رہا کرتے تھے اتفاق سے ایکبار نصف رات کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی تو مستان شاہ مولانا بابا کے حجرے میں آئے کہ شاید حضرت کو کوئی ضرورت لاحق ہو جب یہ دروازہ کے پاس پہنچے تو دسوانہ کی بندش کھلی دیکھی سمجھے کہ مولانا بابا استنجے کو اٹھ گئے ہیں مسند سجادہ اندر سے لاکر باہر بچھانے

کے لئے حجرہ میں گئے تو دیکھا کہ مولانا بابا کا سر مبارک الگ جسم مبارک الگ پڑا ہے الٹے پاؤں سراسیمہ دادا میاں کو اطلاع کرنے بھاگے دادا میاں کے حجرے میں جیسے داخل ہوئے دیکھا کہ دادا میاں کے بدن سے دونوں ہاتھ دونوں پیر الگ الگ پڑے ہیں جسم علحدہ پڑا ہوا ہے مستان شاہ روتے ہوئے نیاز احمد فیض آبادی کے پاس آئے کہا کہ ہماری بے خبری میں مولانا بابا اور دادا میاں کو دشمنوں نے بری طرح شہید کر ڈالا جلد مولانا رحمت اللہ میاں کو پیرانی کو خبر کیجئے اتنے میں مولانا بابا کی آواز آئی کہ نیاز احمد اس مستان کو یہاں پکڑ لاؤ میں مستان شاہ کو لیکر حاضر ہوا مولانا بابا نے ڈانٹ کر فرمایا کہ تم سے ناوقت آنے کو کس نے کہا تھا پھر بہ نرمی فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ کہنا مگر مستان شاہ نے سب سے کہدیا اسیوقت سے مستان شاہ نام پڑا۔ مولانا بابا کے فیوض مستان شاہ کمال ولایت کو پہونچے

زندہ کا جنازہ

(۲۸۰) مولانا بابا حجرہ میں تشریف فرما تھے اتنے میں اہل بستی مسجد کے دروازے پر ایک جنازہ لائے کہ فلاں کی جوان دختر مر گئی نماز کے لئے جنازہ لائے ہیں حکیم عبد الغفار صاحب گنج مراد آبادی یہ معلوم کرکے اطلاع کو چلے تھے کہ مولانا بابا صاحب نے جلال میں حجرہ کھول کر باہر آکر فرمایا کہ زندہ کی نماز پڑھنا یا کسی کو زندہ دفن کرنا کہاں روا ہے عبد الغفار تم جاکر ان بیوقوفوں کو بتادو حکیم عبد الغفار صاحب مسجد کے باہر آئے دیکھا تو جنازہ میں جنبش تھی گھر والوں سے منھ کھولنے کو کہا تازہ ہوا لگتے ہی وہ لڑکی اٹھ بیٹھی کہا کہ کوئی میرا گلا دابے تھا سانس رکی تھی اتنے میں یہ دیکھا کہ مولانا بابا آئے اور گلا دابنے والے جن کو ایک تھپڑ مارا وہ چھوڑ بھاگا۔ یہانتک کہ وہ بی بی صاحبہ کی ملازمہ تنی جعفر خاں ملازم ان سے پیدا ہوئے۔

مہاراجہ دربھنگہ اور مردہ لڑکا

(۲۸۱) مہاراجہ دربھنگہ صاحب اولاد [illegible] والدین دربھنگہ سے مولانا بابا قدس سرہٗ کا ذکر سنکر فائز خدمت

ہوئے عرض کیا کہ خدا کا دیا سب کچھ ہے مگر گھر کا دیا نہیں ہے جوتشی کہتے ہیں کہ قسمت میں اولاد نہیں ہے مولانا بابا نے فرمایا کہ نعوذ باللہ تم خدا سے بغاوت کرتے ہو اور جوتشی کا کہنا مانتے ہو بھلا جوتشی اللہ تعالیٰ کا حال کیا جانیں جاؤ خدا پر عقیدہ مضبوط رکھنا ہم دعا کرتے ہیں۔ خدا تم کو لڑکا دیگا اس کے سر کے بال یہاں لڑکا لاکر کٹوانا ہمارے پیر کا فاتحہ کر دینا یہ دو بتاشے لیجاؤ ایک تم کھانا ایک اپنی بیوی کو کھلا دینا مہاراجہ واپس گئے بیوی کو ایک بتاشہ کھلایا ایک خود کھایا ٹھیک نویں مہینے لڑکا پیدا ہوا مہاراجہ کی باون برس کی زندگی پھر سے تازہ ہو گئی خوشیاں منائی جانے لگیں پنڈتوں نے پابندیاں لگائیں کہ اتنے ماہ لڑکا آسمان نہ دیکھے اتنے وقت تک دہلیز نہ پھندائی جائے مہاراجہ کی مہارانی کے سامنے کچھ نہ چل سکی اس چکر میں پانچواں برس تھا کہ لڑکا بیمار پڑا کسی علاج سے اچھا نہ ہو سکا اس وقت مہاراجہ کو مولانا بابا صاحب کی یاد آئی جلد ہی انتظام کر کے مع مہارانی و خدام لڑکا لئے ہوئے سندیلہ آ گئے یہاں چودھری التفات رسول و چودھری محمد عظیم صاحبان تعلقداران سندیلہ نے ایک روز ٹھہرا کر پالکی و بیل گاڑیوں کا عمدہ انتظام کر کے گنج مراد آباد روانگی کی جبکہ گنج مراد آباد پانچ میل رہ گیا چودھری عبد الصمد صاحب سندیلوی نے کہا کہ اک دم رونے کی آوازوں سے ہم لوگ گھبرائے معلوم ہوا کہ لڑکا مر گیا ساتھیوں نے صلاح دی کہ دربھنگہ واپس چل کر لڑکے کو بہایا جائے مہاراجہ نے چودھری التفات رسول صاحب رحمانی سے پوچھا کہ گنج مراد آباد سے بھی تو دریائے گنگا آٹھ نو میل ہے انھوں نے کہا کہ اتنا ہی فاصلہ ہے مگر مناسب یہ ہے کہ مولانا بابا کی زیارت کرتے ہوئے گنگا جائیے یہ لوگ پھر روانہ ہوئے دو بجے دن آستانہ شریف پہنچے مہاراجہ گود میں لڑکا لٹائے ہم سب کے ساتھ حاضر آئے سندیلہ ننھیال ہونے کی وجہ سے مولانا بابا اہل سندیلہ ہم لوگوں کا مثل اقربا خیال کرتے تھے جیسے ہی مسجد سے مولانا بابا

مہاراجہ نے حضرت کے قدم پکڑ لئے عرض کیا کہ حضور اعلیٰ کی تعمیل حکم میں غلطی ہوئی خدارا معاف کیجئے اپنی امانت ملاحظہ کیجئے مولانا بابا نے غرباً المتعال سے وہ میرے کار کہاں ہیں جن پر تم بھروسہ کر کے خف۔ انکو بھول بیٹھے خدا سے معافی چاہو چودھری عبد الصمد کوئی حکیم ہو اس کو بلاؤ آتے ہیں حکیم اللہ دیا صاحب رحمانی دہلوی حاضر آئے مولانا بابا نے اس اکڑے ہوئے مردہ لڑکے پر اللہ شافی اللہ کافی کہتے ہوئے دست مبارک پھیرا اسیوقت اس مردہ لڑکے نے آنکھیں کھول دیں مولانا بابا نے حکیم اللہ دیا سے فرمایا کہ تم اس کو دیکھو بہت گہری غشی کا دورہ ہو گیا تھا مہاراجہ نے عرض کیا مہاگرو چھ گھنٹہ مرے بیتے تھے حکیم جی نے عرض کیا کہ حالات اور تھے مگر آپ کے ارشادات سے اور ہیں مولانا بابا نے بگڑ کر فرمایا کہ ہم تم سے کیا پوچھتے ہیں تم ارشادات میں پڑے ہو تم عبد الصمد ان سب کو لے جاؤ بعنایت الٰہی یہ لڑکا جوان ہو کر بیس برس راج کرے گا چنانچہ یہی ہوا کہ وہ جوان ہو کر بیس برس راجا رہے پھر فوت ہو گئے۔

دعا سے زندگی مردہ (۲۸۲) پنڈت شیو رتن لال کر پور عرف گگن لالہ کا واقعہ ان کے الفاظ میں سنئے میرے دادا پنڈت دلیپ رام چند کا پرشاد گنج مراد آباد کے قدیم باشندے تھے ان کی عرفیت دِلّا لالہ تھی سنسکرت کے ماہر اور بڑے جوتشی تھے وہ بھی حقہ صبح پیتے تھے اور میں ان کے حقہ کا اہتمام کرتا رہتا۔ دِلّا لالہ کا یہ لازمی دستور تھا کہ صبح سب سے پہلے وہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کا نیاز حاصل کئے بلا غیر نہ کوئی کام کرتے نہ کہیں آتے جاتے دوسرے یہ کہ مولانا بابا کو دِلّا لالہ گیتا بھی سنایا کرتے تھے ایک دن گیتا سے انھوں نے یہ سنایا ایک برمھ دویتے ناستی کہ خدا ایک ہی ہے دوسرا کوئی خدا نہیں یہ سنکر گیتا اور ہندی وغیرہ جاننے کا مولانا بابا کو شوق ہوا پنڈت دِلّا لالہ سے مولانا بابا نے فرمایا کہ تمکو ہم [illegible] شریف پڑھایا کریں تم ہم کو گیتا و ہندی بھاشا بتایا کرو۔ چنانچہ اسی

مہارت سے سلیس بھاشا میں قرآن شریف کا پورا ترجمہ مولانا بابا نے فرمایا مگر اس تشہیر کو پسند نہ کیا اور اس کو دفن کر دیا چند اوراق باقی بچے وہ شائع ہوئے آپ جیسے اعلیٰ و قومی نسبت کے غوث کامل پیدا ہونا مشکل ہیں۔ ہم سب گھر والے حضرت کی دعاؤں سے پیلا ہوئے پھلے پھولے میرے دادا دِلّا لالہ کی سفارش پر حضرت نے مجھکو اُردو فارسی پڑھائی دِلّا لالہ بیس برس کی عمر میں مولانا بابا سے پہلے کے پیدا ہیں یہ میرا نیز صدہا ہندو و مسلم اہل بستی کا چشم دید واقعہ ہے کہ میرے دادا کے پرانے ملازم چمار کا اکلوتا لڑکا ڈیلا نامی تھا ایک روز نہ جانے کیسے دم نکل گیا والدۂ ڈیلا ہم لوگوں کے پاس روتی آئی کہ پنڈت جی جلد چلو میرے لڑکے کو نہ جانے کیا ہو گیا اکڑ اکڑ گیا ہے دادا جی اور ہم لوگ اسکو دیکھنے گئے تو وہ مرکر اکڑ چکا تھا دلیپ رام بولے کہ یہ تو مرکر اکڑ چکا ہے میرا جوتش علم کہتا ہے کہ اس دَور میں دعا سے جان واپس کر دینے کی تاثیر خدا نے صرف مولانا بابا کو دے رکھی ہے تو اُن کے پاس دوڑ جا اور لڑکے کو کچھ دادا جی نے اڑھا کر اچھی طرح ڈھانپ دیا والدۂ ڈیلا مولانا بابا کے پاس روتی آئی کہا کہ بابا دلّا لالہ کی میں نوکرنی ہوں انھوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے میرے اوپر دیا کرو مولانا بابا علیہ الرحمہ کہ تم نے اور دلّا لالہ نے لڑکے کو ٹھیک سے دیکھا بھی ہے والدۂ ڈیلا نے کہا واہ بابا ایک گھنٹہ سے زائد ہوا نہ جانے کتنے اہل بستی مراد دیکھ گئے مولانا بابا نے فرمایا تم گھر جا کر لڑکے کو غور سے دیکھو تو قدرت الٰہی کا تماشہ خود نظر آ جائے گا اپنے پنڈت دلّا سے کہدینا کہ ہم نے دعا کر دی ہے مگر آئندہ ایسی باتیں ہمارے واسطے نہ بیان کیا کریں ہم کو رنج ہوا۔ والدۂ ڈیلا نے واپس آ کر یہ مولانا بابا کا ارشاد ہم لوگوں سے جیسے سنایا ہم سب اس کے گھر دوڑے گئے دِلّا لالہ نے جیسے ڈیلا پر سے کپڑا ہٹایا وہ آنکھیں کھولے تھا کمزور آواز سے پانی۔ کہہ سکا پانی گھونٹ گھونٹ دلّا لالہ نے چند منٹ بعد ڈیلا اٹھ بیٹھا بس اتنا بتایا کہ مولانا بابا نے میرے اوپر

... اٹھ بیٹھا اس وقت بیس برس کی عمر ڈیلا کی تھی پھر شادی ہوئی صاحب اولاد ہوا میں جب آخر مئی ۱۹۶۸ء میں مزار شریف پر حاضر آیا تو ہمارے مخدوم زادے مفتی بھولے میاں صاحب سجادہ نشین اپنے باوا دادا صاحبان کی سوانح عمری لکھ رہے تھے میں نے یہ واقعہ بتایا اور خواہش کی کہ برائے حصول سعادت یہ بینا واقعہ درج کریں پھر کلکتہ آ کر مفصل لکھ کر روانہ چار جون ۱۹۶۸ء کو کر دیا دعا کرے کہ یہ سوانح مجھے دیکھنے کو مل سکے۔ فقط پنڈت شیو رتن لال کر پور عرف لالہ گگن گنج مراد آبادی۔

بیٹا سیّد مرنے سے ڈرتا ہے

(۲۸۳) سیّد شاہ کمال صاحب رحمانی رئیس اعظم پٹنہ سٹی کے پوتے حاجی سیّد اختر اقبال صاحب اقبال منزل پٹنہ سٹی ایسے بیمار ہوئے کہ علاج بھی مایوس صحت ہو گئے گھر والوں کا عجب حال ہوا شب میں خواب میں دیکھا کہ حضور اعلیٰ مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ تشریف لائے سید شاہ کمال صاحب بھی ہمراہ ہیں مولانا بابا نے فرمایا بیٹا سید ابھی مرنے سے ڈرتا ہے پھر اختر اقبال صاحب کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اٹھ خدا کا شکر کر خدا نے تیری عمر دراز کر دی۔ تین روز میں اختر اقبال صاحب بھلے چنگے ہو گئے اب تک بفضلہ بقید حیات ہیں۔

لڑکا ہوگا زندہ رہیگا یہ نام رکھنا

(۲۸۴) مولوی محمد ابراہیم صاحب نان پاروی صاحب اولاد نہ تھے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا ہم نے خدا سے دعا کر دی تمھارے لڑکا ہوگا زندہ رہیگا اس کا نام عبد الرحمن رکھنا یہ تینوں بشارتیں حرف بحرف پوری ہوئیں مولوی عبد الرحمن صاحب رحمانی نانپارہ اب تک بقید حیات ہیں یہ واقعہ خود مجھ سے بیان کیا (۲۸۵) اسی طرح نواب محمد یوسف خاں رحمانی رئیس نانپارہ اولاد نرینہ سے محروم تھے ٹھاکر عبد العزیز خاں کو لیکر ان کے والد ٹھاکر عبد الغفار خاں صاحب رحمانی رئیس نانپارہ حاضر خدمت ہوئے تو محمد یوسف خاں بھی ہمراہ آ کے ٹھاکر

عبدالغفار صاحب رحمانی مولانا بابا نے ان کی سفارش حصول اولاد کے لئے کی مولانا بابا نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی فرمایا تم کو خدا لڑکا ہی دیگا زندہ رہیگا اس کا نام عبدالرحمن رکھنا چنانچہ نویں ماہ عبدالرحمن عرف نواب قندھارا خاں پیدا ہوئے اب تک زندہ ہیں۔

راجہ عبدالرحمن خاں رحمانی ککرا (۲۸۶) راجہ عبدالرحمن خانصاحب رحمانی ریاست ککرا کے اتفاق سے ایسے علیل ہوئے کہ امید زندگی نہ رہی ان کی والدہ اور والد صاحبان عبدالرحمن صاحب کو لیکر حاضر خدمت ہوئے عرض کیا کہ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ یہ مرض لاعلاج ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کے نزدیک لاعلاج ہوگا فقیر کے نزدیک خدا سب کا شافی ہے لو یہ دو بتاشے کھلا دو ان کی عمر تمھاری اولاد میں سب سے زائد ہوگی بتاشے کھلاتے ہی وہ حالت مرض دور تھی۔ پھر فرمایا درود شریف برابر پڑھتے رہا کرو بلند اقبالی رہیگی۔ راجہ عبدالرحمن صاحب رحمانی بہت زائد درود خوانی کے پابند تا حیات رہے اور جو بلند اقبالی راجہ صاحب کو حاصل رہی اچھے رجواڑوں کو نصیب نہ ہوئی۔

حج بدل (۲۸۷) ایکبار راجہ عبدالرحمن خاں صاحب رحمانی نے حج کے لئے دعا چاہی مولانا بابا سنکر خاموش رہے۔ راجہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھے اس خاموشی پر دوسرے خیال نے گھیر لیا موقعہ پا کر دوبارہ پھر عرض کیا مولانا بابا نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ظاہراً خود حج نہ کروگے مگر تم کو حج سے خدا مشرف کر دیگا۔ میری حیات کے آخری لمحات تک کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہوسکی مگر حضرت کے ارشاد سے یقین ذرا کم نہ ہوتا تھا۔ یہانتک راجہ صاحب کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ان کے صاحبزادے حاجی شفیق الرحمن خانصاحب رحمانی ایڈوکیٹ لکھنؤ نے خود حج کیا اور راجہ صاحب کی طرف سے حج بدل ہوا اسطرح یہ ارشاد پورا ہوا۔

انتظار دعائے مغفرت (۲۸۸) مولوی ذوالفقار علی صاحب رحمانی ادیب بھ... عین الدین صاحب رحمانی واعظ دونوں مولانا ابوالحسن صاحب رح...

پاس لکھنؤ آئے ارادۂ بیعت ظاہر کیا دوسرے روز تینوں ملیح آباد آئے وہاں جناب نسیم خانصاحب رحمانی رئیس ملیح آباد سے معلوم ہوا کہ مولانا بابا صاحب ایک گھنٹہ ہوا کہ ابھی تشریف لائے ہیں مولانا ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی نے کہا کہ میں نے دونوں حضرات کو پیش کیا مولانا بابا نے ان دونوں کو قادریہ سلسلہ میں مرید فرما کر ارشاد کیا کہ ہم تم لوگوں کے انتظار میں یہاں ٹھہر گئے کہ مبادا تم لوگ گنج مراد آباد نہ چلے جاؤ پھر اس طرح جلد اٹھے جیسے بہت ضروری کام ہے پوچھا کہ خالص پور کا قبرستان کدھر ہے ہم جائیں گے نسیم خانصاحب رحمانی نشان دہی کرتے چلے ہم سب بھی ساتھ ہو لئے حضرت جب قبرستان پہنچے ایک قبر سے آواز آئی اَلسَّلامُ علیکم حضرت اس قبر پر رک گئے اور باہم گفتگو کے طور پر فرمایا کہ ہم اپنی والدہ کی تنہائی سے فرصت نہ پاسکے اس لئے زحمت انتظار آپ کو ہوئی پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھا دعا کی اور واپس ہو گئے میں (مولانا ابوالحسن) نے عرض کیا مناسب ہو تو وضاحت فرمائیے مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں راہ خدا میں جہاد کرتے یہاں شہید ہوئے ایک وجہ سے ان کی مغفرت رکی تھی اور یہ صاحب ہماری دعا کے منتظر تھے آج چالیس برس کی عمر میں ہم کو موقعہ ملا تو ان کا ملال دور کرنے خود آئے فقیر کی لاج رکھکر خدا نے ان کی مغفرت فرمادی۔

زمین کی فرماں برداری (۲۸۹) منشی عبدالحمید خانصاحب رحمانی علو پور نے بیان کیا کہ علو پور میں کہیں میٹھا پانی نہ تھا سوائے کھاری پانی کے طبقے کے جب مولانا بابا خالص پور فاتحہ خوانی کی وجہ سے تشریف لائے تو کچھ لوگ مرید ہوئے پانی کی تکلیف بیان کی حضرت مولانا بابا نے زمین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ عبادت الٰہی ہیں کھاری پانی سے تکلیف پاتے ہیں اس کا تو لحاظ کرو پھر حکم دیا کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی فاتحہ کرکے اس جگہ کنواں کھودو چنانچہ یہ پانی پر اول فاتحہ ہوا پھر کنواں کھودا گیا ایسا شیریں ٹھنڈا پانی نکلا کہ آس پاس نایاب ہے منشی عبدالحمید خاں نے وہاں کا نام ہی خضر کنکھیڑا رکھدیا۔

اطاعت حیوانات

(۲۹۰) مولانا بابا علیہ الرحمہ کو لوگوں نے شکار پر مجبور کیا
فرمایا اچھا چلو ہماری ایک باقی سنت اسی صورت ادا ہو جائے پھر آپ نے تیر اور
کمان منگا کر بیل گاڑی پر روانگی کی محمد اسحاق خانصاحب رحمانی رئیس بیسح آباد
امیر مرزا صاحب تعلقدار اورنگ آباد ضلع سیتاپور مولانا احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ
کے ساتھ چلے چودہری عبدالصمد صاحب رحمانی سندیلوی نے کہا کہ راہ میں وقت
ظہر ہو گیا میں پانی لایا حضرت نے وضو کیا حکم دیا کہ اول ظہر ادا کر لو مگر ہماری بلا اجازت
بندوق کوئی نہ چلائے نماز ہونے لگی ویسے ہی جانوروں کے غول نکلنے لگے حضرت
کے سلام پھیرتے ہی امیر مرزا و عبدالصمد صاحبان نے ایک ایک فائر کر دیا مگر نہ ہرن
اپنی جگہ سے ہلے نہ فائر لگا اتنے میں اسحاق خانصاحب نے فائر کیا وہ بھی خالی
گیا مولانا بابا نے بگڑ کر کہا کہ تم لوگوں کو اپنے نشانے پر بڑا ناز تھا کیا ہوا پھر حضرت
نے ایک تیر کمان سے چلا کر فرمایا الٰہی تیرا شکر ہے اس سنت کی ادائیگی کی توفیق بخشی پھر
حضرت نے بلند آواز سے فرمایا دو ہرن ہمارے پاس آجائیں کیا دیکھتے ہیں کہ دو خوشنما
ہرن اچھے سینگوں والے پالتو جانور کی طرح چلے آرہے ہیں یہاں تک کہ ایک ہرن مولانا
بابا کے داہنے ایک بائیں آکر کھڑا ہو گیا لوگوں نے چاہا کہ زندہ پکڑ لیں حضرت نے
فرمایا کہ خبردار پکڑنا مت ان ہرنوں نے تمہاری خوشی پوری کر دی تم ان کی خوشی پوری
کردو کہ یہ اپنے غول میں جاملیں پھر حضرت نے ہرنوں پر ہاتھ پھیر کر رخصت کر دیا۔
(۳۰۷) قاضی سید عابد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی سیتاپور نے بیان کیا کہ جناب
محمود خانصاحب رئیس پورنیہ بازید ضلع گونڈہ کی پھوپھی مولانا بابا سے مرید تھیں آستانہ
آئیں عرض کی کہ ساری فصل بندر اُجاڑ ڈالتے ہیں مولانا بابا نے فرمایا جب تم گھر کو
چلی تھیں ہم نے اسی وقت بندروں کو ڈانٹ دیا تھا وہ سب تمہارے علاقہ سے بھاگ
گئے مسماۃ کو کچھ شبہ رہا انھوں نے پھر عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ آنکھ بند کرو
ہماری بات کا ثبوت دیکھ لو مسماۃ نے آنکھ بند کرتے ہی دیکھا کہ ان کی

نہیں وہ علاقہ بندروں سے خالی ہے دم بخود رہ گئیں حضرت نے فرمایا خدا کا شکر
کرو کبھی جانوروں سے تمہاری فصل خراب نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا۔

بھالو کی اطاعت

(۲۸۹) ایک بار گنج مرادآباد میں ایک مداری بھالو کا تماشہ
دکھا رہا تھا کسی وجہ سے بھالو مداری کے کہنے پر کام نہیں کر رہا تھا مداری کو غصہ آیا
وہ بھالو کو مارنے لگا بھالو کی اچھل کود میں اسکے منہ پر بندھا ہوا گھیرا ٹوٹ گیا بھالو
مداری کو پٹک کر مجمع کی طرف لپکا اور ایک لڑکے کو پکڑ لیا یہ غل سنکر مولانا بابا علیہ الرحمہ
باہر تشریف لائے بھالو سے فرمایا کیا کرتا ہے لڑکے کو چھوڑ دے بھالو لڑکا چھوڑ کر
چپ چاپ کھڑا ہو گیا لڑکے کو جہاں بھالو نے نوچا تھا حضرت تھوک لگا دیا فوری
خون بند ہو گیا لڑکا بھی جلد اچھا ہو گیا۔

گنگا میں ڈوبا لڑکا

(۲۹۰) عزیز الرحمن مکیری ساکن بانگر مئو نے کہا کہ قنوج کے
رحمت علی و نعمت علی جو مولانا بابا سے مرید تھے حاضر آستانہ ہوئے اور عرض کیا کہ اگر
حضور اعلیٰ کی اجازت ہو تو ہم لوگ فتحپور رحمۃ نقل وطن کر کے اپنے رشتہ داروں کے
ساتھ سکونت اختیار کر لیں مولانا بابا نے فرمایا کہ تم لوگ قنوج ہی میں قیام رکھو وہاں سے
مخدوم اخی جمشید علیہ الرحمہ کی قربت ہے خیر و برکت دیگا یہ لوگ قنوج واپس چلے راہ میں کشتی پر
سوار ہو کر گنگا ندی پار کرنے لگے مسافر کافی بیٹھ گئے ملاح کے سمجھانے سے بھی نہ مانے
کچھ دور کشتی گئی پانی کا بہاؤ جہاں زائد تھا وہاں وزن سے دو تختے ٹوٹ گئے کشتی
بے قابو ہو کر بہنے لگی کچھ لوگ اپنے بچاؤ کے لیے پھاند پڑے کشتی وزن برابر نہ رہنے
سے ترچھی ہو گئی لوگ پانی میں گر پڑے ملاحوں اور تیراک لوگوں کی مدد سے اور لوگ
تو بچ گئے مگر رحمت علی کا آٹھ سالہ لڑکا پانی میں بہہ گیا۔ گھاٹ پر آکر رحمت علی
ٹھہرے کہ کسی طرح بچے کی لاش ہی مل جائے تھوڑی دیر میں دوسری طرف پار
کے مسافر آئے ان لوگوں کو روتا پیٹتا دیکھ کر حال پوچھا ماجرا سنکر
رونا دھونا بعد میں وہ سامنے ڈھائی تین فرلانگ پر جو پیڑ نظر آرہا ہے

اس پر ایک لڑکا اتنی ہی عمر کا بیٹھا ہے ہم نے ہر چند اسکو ساتھ لانا چاہا مگر وہ راضی نہ ہوا یہ کہتا رہا کہ جو ہم کو پیڑ پر بٹھا گئے ہیں وہ منع کر گئے کہ جب تک تمھارے ماں باپ اتارنے نہ آئیں ہرگز نہ اترنا۔ یہ سنتے ہی رحمت علی وغیرہ ادھر بڑھے وہاں جا کر دیکھا کہ وہی ان کا لڑکا شاخ پر آرام سے بیٹھا ہے ان لوگوں نے لڑکے کو اتارا پوچھا بیٹا درخت پر تم کیسے آ گئے لڑکا بولا کہ مولانا بابا ہم کو پانی سے نکال کر پیڑ پر بٹھا گئے اور کہا کہ جب تک تمھارے باپ ماں نہ لینے آئیں اور کسی کے کہنے سے تم نہ اترنا۔

ہم تو تم سے اپنا لڑکا لینگے (۲۹۱) حضرت مولانا بابا مردانہ مکان میں کھانا کھانے تشریف لائے فقیر نیاز احمد فیض آبادی آپکے باہر آنیکے انتظار میں کھڑا تھا کہ آفاق احمد فیض آبادی اپنے بارہ سالہ لڑکے اقبال احمد اور اس کی والدہ کو لئے یہاں آ گئے مولانا بابا تشریف لائے تو آفاق احمد نے اپنی اہلیہ کی بیماری کا عرض کیا حضور اعلیٰ نے فرمایا خانقاہ چلو وہیں بات ہوگی سب آپ کے پیچھے چلے گلیا کی موڑ پر ایک اندارا کنواں شاہی دور کا بنا تھا مولانا بابا جیسے وہاں آئے کبوتر مینا۔ فاختہ بطخ وغیرہ آگئیں اپنی بولیاں بولنے لگیں حضور اعلیٰ نے فرمایا فقیر کے پاس کیا دھرا ہے جو تم کو دیں بچھر بدلو حلوائی کو آواز دے کر ان سب کو کچھ غلہ ڈلوا کر تشریف لے چلے ایک بطخ گردن لانبی کر کے کھانے کو جھپٹا اقبال احمد سمجھا کہ کاٹنے آتا ہے وہ اندارا کنوئیں پر چڑھا بچوں کی عادت جیسے جھانکنے کی ہوتی ہے اس نے بھی جھانکا اتفاق سے اقبال احمد کنوئیں میں جا رہا سب چلا پڑے یہ غل سنکر مولانا بابا بھی ٹھہر گئے آفاق احمد نے پاؤں پکڑ لئے کہا کہ ہم تو بابا تمھیں سے اپنا لڑکا لینگے مولانا بابا نے کنوئیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اقبال احمد کو باہر نکال کیوں نہیں دیتا جو لوگ رسی وغیرہ ڈالنے والے تھے یہ دیکھتے ہیں کہ اقبال احمد پانی پر اس طرح بیٹھا اوپر آ رہا ہے جیسے کسی چیز پر بیٹھا ہوا ور پانی خود اوپر بڑھتا آ رہا ہے کوئیں سے باہر پہنچے لگا جگت پر آتے ہی وہ کود پڑا باپ سے لپٹ کر بولا کہ

بابا بات کر رہے تھے جبھی ہم کو ٹلگے پانی میں تھے۔

یا فضل رحمن (۲۹۲) منشی وزیر علی خاں رحمانی رئیس لکھولا ضلع فرخ آباد (عبد العزیز خاں رحمانی لکھولا کے والد صاحب) نے بیان کیا کہ میں بہ غرض بیعت گنج مراد آباد شریف حاضر ہوا مسجد پہونچکر معلوم ہوا کہ کچھ دیر ہوئی کہ مولانا بابا بلہور کی طرف تشریف لئے جا رہے ہیں چنانچہ میں بھی فوراً روانہ ہو گیا مقام نانامئو گھاٹ کے قریب آپ سے نیاز حاصل ہو سکا تو آپ نے فرمایا کہ تم کہاں پیچھے پیچھے دوڑے آرہے کہاں تک ہمارے ساتھ جاؤ گے پھر مجھکو مرید فرما کر ارشاد کیا کہ تم یہاں ٹھہرو جب کشتی آرے چلے جانا ہمکو جلدی ہے انتظار نہ کر سکیں گے میں نے خوشامدانہ عرض کیا کہ آپ یہاں تن تنہا نہ ملاح نہ کشتی کیسے چھوڑ دوں بس بلہور آبادی گنگا پار تک پہنچا کر ریل سے چلا جاؤں گا۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ کہاں کا ملاح کیسی کشتی ہمارا کھیون ہار ہمارے ساتھ ہے اور یا اللہ فرما کر گنگا ندی میں تشریف لے چلے میں نے دیکھا کہ پانی گنگا کا اس قدر پایاب کہ حضرت کے ٹخنے برابر رہ گیا میرے دل میں جو پہلے اندیشہ در پا تھا یہ منظر دیکھ کر دور ہو گیا عرض کیا کہ حضرت میں بھی آرہا ہوں خیال رکھئے گا حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ یا فضل رحمن کہتا پانی میں چلا آ میں یا فضل رحمن کہتا پانی میں چلا تو گنگا ندی اس طرح مجھے پایاب ملی جیسے بارش سے کھیتوں میں پانی آجاتا ہے تھوڑی دور چلا تھا کہ شیطان نے مجھے ورغلایا کہ یہ تو سوچو کہ مولانا فضل رحمن صاحب خود تو یا اللہ کہتے ہوئے پار ہو رہے ہیں اور تم کو یا فضل رحمن کہتے آنے کی تعلیم دیتے ہیں کیا یہ تمھارا بھی وہی خدا نہیں جو مولانا فضل رحمن کا خدا ہے تم بھی یا اللہ کہو تو خدا تم کو نہ پار کر دے میں نے بھی غور کیا کہ بظاہر بات ٹھیک ہے جیسے ہی یا اللہ کہا بس گیارہ فٹ پانی میں غوطہ کھا گیا پکارا کہ پیر و مرشد بچائیے ... مولانا بابا نے فرمایا کہ خود حکم میں پڑنا چاہتا ہے تو جب بھی

کھاتا رہیگا جو کہتا آرہا تھا وہی کہتا چلا آیا میں نے فوراً یا فضل رحمن کہا فوراً دریا کا پانی اسطرح ٹخنوں تک پایاب ہوگیا تقریباً سات ساڑھے سات سو گز پانی میں چلکر پار پہونچے خشکی پر آکر میں نے اپنا چادرہ سایہ میں بچھا کر عرض کیا کہ حضور اعلیٰ تشریف رکھیں میں بستی سے حقہ بھر لاؤں پھر جلدی پہنچکر حقہ حاضر خدمت کیا۔

مرید کو حاجت پیر

(۲۹۳) حقہ پی کر آپ بہت خوش ہوئے فرمایا تم کافی شور دار ہو میں نے عرض کیا کہ یہ کیا راز ہے واضح فرمایئے کہ خادم یا اللہ کہے تو ڈوبنے لگے اور آپ یا اللہ کہیں تو پانی پر اسطرح چلیں کہ ٹخنے نظر آئیں حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ تک پہونچ لینا کیا دل لگی سمجھ رکھا ہے ابھی تم فضل رحمن تک تو پہنچے نہیں ہو خدا تو ابھی بہت دور ہے طالب کو شیخ کی مرید کو پیر کی اسیواسطے حاجت ہوا کرتی ہے کہ فنا فی الشیخ میں مرید ہونچکر بوساطت شیخ خدا تک پہونچے یہ نہیں تو خدا تک پہنچنا بھی نہیں خود سوچو کہ یا اللہ یا اللہ سب ہی کہا کرتے ہیں مگر اس طرح کہہ لینے سے خدا تک پہنچا کون ہے پھر آپنے فرمایا کہ آؤ اس باغ سے چلیں باغ کے باہر ہوئے تو راجگیر مخدوم شیخ اخی جمشید صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف کے سامنے تھے اس پر مجھے پھر حیرت ہوئی مولانا بابا نے فرمایا کہ تم کو حیرت کیوں ہے راندۂ درگاہ الٰہی شیطان ملعون قوت ناری سے چشم زدن میں قطع مسافت کرتا آتا جاتا ہے تو نورانیت حق کے یہ پیکر اس نور حق کی طاقت سے بہ توفیق الٰہی جہاں چاہیں پلک جھپکتے آنے جانے سے تصرفات سے سرفراز کیوں نہ ہوں

گوکل کنھیا

(۲۹۴) نواب نور الحسن خانصاحب رحمانی بھوپالی اپنے رسالہ وادی الفت میں راقم — ایک برھمن نے گوکل کنھیا کو دیکھا گوکل کنھیا نے کہا کہ ہم مولانا بابا کی زیارت کو آئے ہیں۔" مختلف مریدین فضل رحمانی سے بھی گنگا ندی پر گوکل کنھیا سے ملاقات پر اپنا سلام مولانا بابا کو کہلایا دیگر اہل بستی نے بھی گوکل کنھیا کو مولانا بابا کے پاس آتے دیکھا۔

ثبوت دھو دینا

(۲۹۵) مولوی محمد علی صاحب رحمانی مرادآبادی

نے فقیر نیاز احمد فیض آبادی سے بیان کیا کہ دو مرید حاضر خدمت ہوئے مگر عرض کا موقعہ نہ پاسکے جب عصر کو مولانا بابا وضو کرنے تشریف لائے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سے ایک شخص نے زمین فروخت کی روپیہ بھی ادا کرلیا مگر زمین نہیں دیتا ایک کاغذ پر حیلے سے پہلے ہی انگوٹھے لگوا لئے تھے اسی کو ہمارے خلاف ثبوت میں پیش کئے مقدمہ لڑ رہا ہے ہم بے دست و پا ہوگئے اس چالاکی سے اس نے ہمارا ثبوت کھو دیا۔ مولانا بابا نے اپنے ہاتھوں پر وضو کا پانی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تمہارا ثبوت کھو دیا ہم نے مخالف کا ثبوت دھو دیا خدا کا شکر کرو یہ لوگ پیشی کے دن عدالت گئے مخالف نے وہاں بڑے تپاک سے ملکر کہا کہ ہم آپ صلحنامہ داخل کردیں زمین آپ کے حوالے ہے۔ ان لوگوں نے صلحنامہ داخل کرکے زمین پر قبضہ کرلیا تو مخالف نے کہا کہ میں چند روز ہوئے کہ وہ حیلہ سے دستخط کرایا پرچہ دیکھ رہا تھا کہ آئندہ پیشی پر داخل کرنے کے لئے اتفاق سے بیوی سے پانی پینے کو مانگا ان سے لوٹا لیکر پانی پینے لگا یکدم اچھو ہوجانے سے منہ سے بھی پانی اور لوٹے کا بھی پانی اس طرح گرا کہ وہ کاغذ مکمل بھیگ گیا کھانسیوں کے حملے سے فرصت پاکر دیکھا تو کاغذ پانی اور کیچڑ میں لت پت تھا کپڑے سے پونچھا تو سب حروف بھی صاف ہوگئے اور کاغذ بھی گلنے سے پھٹ گیا۔ میں نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ مجھے اب یہ زمین فائدہ نہ دیگی پھر تم سے بلاوجہ تعلق کیوں بگاڑ کروں۔

پیرانی کا گرنا اور کمال تقویٰ

(۲۹۶) ایکبار بڑی پیرانی صاحبہ (والدہ ماجدہ قیوم دوراں مولانا احمد میاں صاحب قدس سرہم) اندرون خانہ کسی وجہ سے گر پڑیں ماما کھڑکی میں پکارنے آئی دادا میاں اول جھپٹے اور مولانا بابا بھی اندر کو بڑھے دادا میاں اسوقت اگرچہ سترہ برس کے تھے آپنے جیسے ہی اپنی والدہ کو اٹھانا چاہا مولانا بابا [illegible] بیٹے احمد میاں تم اپنی والدہ کے ہاتھ نہ لگانا اور خود حضور اعلیٰ نے بڑی پیرانی صاحبہ [illegible] پر لٹا دیا۔ دادا میاں ملول خاطر مسجد میں آکر بیٹھ رہے تھوڑی دیر میں

مولانا بابا مسجد تشریف لائے اور دادا میاں کو طلب فرما کر کہا بیٹا تم کو اتنی جلد ملول ہونا نہ فیصلہ کرنا چاہئے تھا پہلے سمجھ تو لو کہ تم کو اپنی والدہ کو ہاتھ لگانے سے کیوں روکا وجہ یہ تھی کہ مبادا بے خیالی میں کہاں سے کہاں اٹھانے وقت ہاتھ پڑ جاتا تو اجازت شرعی بھی گناہ شرعی بن جاتی۔ دادا میاں نے بڑھکر حضور اعلیٰ کے ہاتھ چوم کر فرمایا کہ جس نے تقویٰ سنا ہو مگر دیکھا نہ ہو وہ اپنی آنکھوں سے سراپا تقویٰ دیکھ لے۔

زبان سے فرماتے ہی حافظ ہو جانا (۲۹۷) حافظ عبدالرحیم خانصاحب رحمانی ساکن امان آباد ضلع فرخ آباد بڑے مخلص آستانہ و پابند شرع تھے تین چار یوم وہ ٹھہر کر خدمت مرشد کیا کرتے پھر واپس آجاتے ہفتہ عشرہ بعد پھر حاضر خدمت ہو جاتے ایک دن انکو یہ تمنا ہوئی کہ اگرچہ تبیس ۳۲ برس کی عمر ہو چکی مگر پیر و مرشد دعا کر دیں تو میں قرآن حفظ کر لوں موقعہ پا کر عرض کیا کہ مجھکو تمنائے حفظ قرآن ہے مولانا بابا سنکر خاموش رہے تھوڑی دیر بعد بلند آواز سے اس طرح پکارا کہ حافظ عبدالرحیم امان آبادی یہاں آؤ میں فوراً حاضر آیا تو مجھے رخصت کی اجازت دیدی امان آباد پہونچکر جب میں نے حسب معمول تلاوت کی تو وہ سب مجھے حفظ رہا اول روز میں سمجھ نہ پایا دوسرے دن جمعہ تھا رفتار تلاوت کے بعد کچھ خاص تین بھی پڑھیں وہ سب بھی حفظ ملیں جب ناظرہ تلاوت ختم کی تو بحمد اللہ ایسا قرآن حفظ ملا کہ اچھے حافظوں کو بھی یاد نہ تھا

ساٹھ آدمی دو چپاتی (۲۹۸) چودہری حشمت علی صاحب رحمانی رئیس لکشام ساٹھ آدمیوں کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر آستانہ ہوئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے سبکو بیعت کرنیکے بعد اپنے خادم امام علی سے کہا کہ اندر گھر میں جو کھانے کو ہو لے آؤ امام علی دو چپاتی دو کریلے لائے کہا کہ بس اس کے سوا کچھ نہ تھا اماں کے لئے رکھا تھا مولانا بابا نے اس کھانے کو اپنے رومال سے ڈھک کر

فرمایا کہ سب لوگ بسم اللہ پڑھکر رومال کے نیچے سے نکال نکال کر کھاتے رہو حتی کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا بعد فراغت طعام چودہری صاحب نے عرض کیا کہ رومال اٹھالوں مولانا بابا نے فرمایا کہ ہاں رومال اٹھا دو چودہری صاحب نے رومال اٹھایا تو دیکھا کہ دونو چپاتی دونو کریلے بدستور رکھے تھے۔

اصلی قاتل بتا کر ماخوذ مرید چھڑا دینا (۲۹۹) حافظ عبدالرحیم خاں رحمانی امان آبادی مذکور نے بیان کیا کہ مولانا بابا کا ایک مرید اس طرح الزام قتل میں پھانسا گیا کہ سبکو اسکو قاتل ہونیکا یقین ہوگیا جب مقدمہ سشن میں آیا تو اسکی مرید والدہ مسماۃ نیازن ساکنہ بلگرام حاضر خدمت ہوئی ماجرا بیان کر کے رونے لگی مولانا بابا کو بہت ترس آیا آپ نے فرمایا کہ جا اپنے لڑکے سے کہدے کہ بسم اللہ پڑھ کر جج کو سلام کرلے نیازن اپنے وکیل مسٹر جیکسن بیرسٹر جو حضور اعلیٰ کے معتقد تھے کے پاس آئی اور بتایا کہ لڑکے سے یہ بتا دیں بوقت پیشی پسر نیازن نے ڈسٹرکٹ جج مسٹر اسٹوارٹ کو حسب ہدایت سلام کیا۔ مقدمہ شروع ہوا تو خود اسٹوارٹ جج نے اتنی جرح مدعی سے کی کہ اسکو اور اس کے وکیل کو جواب دیتے نہ بن پڑی تو جج نے کاغذات مقدمہ بڑھا کر کچھ دیر بعد کہا کہ آج میرا دل نہیں لگ رہا ہے کل سنیں گے اور بنگلے چلا آیا رات کو جب اسٹوارٹ جج سوئے تو خواب دیکھا کہ مقدمہ مذکور کا مقتول کھڑا کہہ رہا ہے کہ مجھکو فلاں شخص نے قتل کر کے میری لاش اپنے مکان کے فلاں حصہ میں دبا دی ہے جج سوتے سے اٹھ بیٹھا سوچتا رہا کہ مقدمہ کی وجہ سے یہ تصورات کا کھیل ہے سونے کے بعد پھر دیکھا کہ وہی مقتول کھڑا کہہ رہا ہے کہ یہ خواب و خیال کی باتیں نہیں بلکہ حقیقت ہیں یقین نہ ہو تو میری بتائی جگہ کھود کر دیکھ کیوں نہیں لیتے جج مذکور کی پھر آنکھ کھل گئی اتنے میں اسکی میم (اہلیہ) بھی اٹھ بیٹھی اور بتایا کہ میں نے بھی مذکورہ کیفیت کا خواب دیکھا ہے اب تو جج کو بہت بیتابی ہوئی صبح مختصر سا ناشتہ کیا ٹیلیفون سے کچھ افسر وسپاہی مع فریقین کے

وکلاء بلائے سبکو ساتھ لیجاکر کالامئو پہونچکر وہ جگہ تلاش کی خواب کے موافق اس کا نقشہ
پایا مکیں مکان کو بلا کر اپنے قبضہ میں کیا پھر اس جگہ کھدوایا تو مقتول کی لاش
وہاں سے برآمد ہوئی اور ساتھ ہی قاتل کا نام لکھا ہوا خنجر بھی برآمد ہوا پولیس سبکو
لے گئی قاتل نے بھی اقبال قتل کر لیا اسٹوارٹ جج نے اصلی قاتل کو سزائے موت
دیتے ہوئے ماخوذ مرید کو بری کیا اور سفارش کی کہ اس کو حکومت معاوضہ ادا
کرے اور وہ پورا تحقیقات سابقہ کا عملہ نوکری سے برخاست کیا جائے۔

مسروقہ بیلوں کو دلادینا (۳۰۰) حافظ عبدالرحیم خاں امان آبادی مذکور نے بیان
کیا کہ ایک شخص کے جنس بھر پانہ کے دو بیل کوئی چرالے گیا مالک بیل نے حکام بالا کو بہت
کھٹ کھٹایا جس سے پولیس بہت تلاش میں سرگرم رہی لیکن کچھ سراغ نہ ملنے پر از سر نو
ایک حلقہ انسپکٹر سراغ رسانی پر مقرر کیا گیا یہ تاکید ہوئی کہ چالیس یوم میں بیلوں کو حاصل
نہ کیا تو برخاست کر دیئے جاؤ گے حلقہ انسپکٹر بہت گھبرائے اتفاق سے میں گنج مرادآباد
شریف جارہا تھا حلقہ انسپکٹر علی شیر قنوجی مجھے ملے یہ ماجرا بتایا کہ بائیس روز ہو چکے
کچھ سراغ نہیں ملا آپ مولانا بابا علیہ الرحمہ سے میری سفارش کر دیں چنانچہ ہم دونوں
آستانہ پہنچے میں نے واقعہ سرقہ بیان کیا مولانا بابا نے کچھ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ اگر تم کو بیل
ملجائیں تو تم چور کو گرفتار تو نہ کرو گے علی شیر صاحب نے کہا کہ چور کی گرفتاری قانونی ہے
مولانا بابا نے فرمایا کہ تمھیں بیلوں سے مطلب ہے ہم نے دعا کر دی بیل تم کو ملجائینگے
مگر چور کو چھوڑ دینا۔ دوسرے روز علی احمد جب واپس ہونے لگے تو مولانا بابا نے
فرمایا کہ ریل پر کانپور کا چکر کھاتے کہاں جاؤ گے گنگا ندی کے راستہ قنوج چلے
جاؤ۔ ہم دونوں براہ گنگا چلے۔ گنگا ندی پہونچے کچھ دور ریت میں چلنا پڑتا تھا
ابھی نصف حصہ ریت چل پائے تھے کہ بڑے زور کی آندھی آئی اندھیرا چھا گیا نصف
گھنٹہ بعد اجالا ہو کر دھول چھٹی تو یہ کرامت ظاہر ہوئی دیکھا کہ ایک شخص بڑے [illegible]
لمبے کان کے دو بیل تھامے پچاس گز پر گھبرایا کھڑا ہے علی شیر صاحب

اور دونوں بیلوں کی ڈور پکڑ لی اس سے پوچھا کہاں رہتے ہو کدھر جاتا ہے اس
شخص نے کہا کہ میں جمنا پار اٹاوہ ضلع کا رہنے والا ہوں جمنا کی ریت سے بیلوں کو
لے گذر رہا تھا کہ بڑی طوفانی آندھی آگئی اب آندھی دور ہوئی تو اپنے کو یہاں پاکر
خود حیران ہوں دو روز سے پریشان بھی اتنا ہوں کہ ان بیلوں کو اس کے مالک تک
پہونچانے کی فکر میں ہوں علی شیر صاحب نے کہا کہ اب تم چپ چاپ جہاں جاہو بھاگ
جاؤ مگر کسی سے یہ بات ہرگز نہ بتانا مالک بیل میرے قصبے میں رہتا ہے میں اسکو
پہنچا دوں گا ہم سرکل انسپکٹر پولیس ہیں پھر علی شیر نے آوارہ گردی میں بیلوں کی
یافتنی دکھا کر مالک کو بیل واپس کئے خود ان کی ترقی ہوئی وہ جا کر مولانا بابا سے
مرید ہوئے

لکھی سزا لکھی گئی رہائی (۳۰۱) احمد علی صاحب رحمانی فرخ آبادی ڈسٹرکٹ جج تھے
قبل مریدی کا بیان واقعہ کرتے تھے کہ میں ایک مقدمہ قتل کر رہا تھا اتفاق سے دو ملزم
جو مولانا بابا علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور بقیہ چار نفر غیر متعلق تھے استغاثہ کا زائد ثبوت
سالار بخش و مدار بخش ساکنان [illegible] دین کے خلاف بموجب شہادت استغاثہ احمد علی صاحب
ان دونوں افراد کے لئے ڈامل کی سزا تجویز میں لکھکر شب میں سوئے ادھر شب کو
سالار بخش مدار بخش نے خواب میں مولانا بابا کو دیکھا فرما رہے ہیں کیا گھبراتے
کیوں ہو صبح قدرت الٰہی دیکھ لوگے بوقت حکم جب یہ لوگ عدالت آئے تو
ان کے رشتہ داروں کو اسیسروں سے علم ہوا کہ ڈامل سے کم سزا نہ ہوگی وہ لوگ
بہت گھبرائے مگر سالار بخش مدار بخش پر کوئی اثر نہ ہوا ادھر صبح سے احمد علی صاحب
کو بخار چڑھا جو بڑھتا گیا اسی حالت میں یہ کچہری آئے مقدمات کے حکم
بذریعہ پیشکار سنائے جانے لگے اس مقدمہ قتل کا بھی پیشکار نے حکم سنایا کہ
[illegible] مدار بخش بری کئے جاتے ہیں بقیہ چار افراد کو ڈامل کی سزا
[illegible] دفعہ دو پہر میں جج مذکور کی طبیعت سنبھلی تو پیشکار سے

اس قتل والی تجویز منگا کر پوچھا کیا یہ حکم بھی سنا، پیشکار نے کہا کہ حضور
ہی نے یہ بھی تجویز دستخط کر کے سنانے کو دی تھی اب خود جج صاحب نے جو
پڑھا تو چکرا گئے سوچتے ہر چند ہیں کہ میں نے ان دونوں کو سزا لکھی تھی رہائی کیسے
لکھ گئی اتنے میں سالار بخش و مدار بخش دستخط کے لیے لائے گئے احمد علی
صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو ہم نے تم کو سزا لکھی تھی مگر رہائی لکھی ہے
انھوں نے کہا کہ ہم دونوں مولانا بابا علیہ الرحمہ کے مرید ہیں ہم نے حکم کی رات خواب میں مولانا
بابا کو دیکھا فرماتے تھے گھبراتے کیوں ہو صبح قدرت الٰہی دیکھ لوگے احمد علی صاحب اسی دن
گنج مراد آباد پہونچکر مولانا بابا سے مرید ہوئے۔

کرامت چورن گولی

(۳۰۲) سید حسام الدین صاحب رحمانی ڈپٹی کلکٹر کے
ایک لڑکے ظہیر الدین صاحب حلقہ انسپکٹر تھے اتفاق سے وہ ایک الزام پر معطل ہو
گئے یہانتک کہ اپیل سے بھی بحالی نہ ہوئی گورنر یو-پی کے پاس کاغذات گئے
ظہیر الدین صاحب آستانہ حاضر آئے عرض حال کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا
کہ تم ہماری چورن گولیاں لے آؤ اور کھاتے ہوئے اپنے گورنر کے پاس چلے جاؤ ان سے
ہمارا سلام کہدینا۔ ظہیر صاحب گولیاں خرید کر روانہ ہوئے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ
گورنر یوپی نینی تال میں ہیں راہ میں کبھی کبھی گولیاں کھاتے نینی تال پہونچے سوچتے
جاتے کہ گولیاں ساتھ لیجانے کا بلا کسی مرض کے کیا راز ہے نینی تال میں مختلف تدابیر
عمل میں لائے مگر گورنر سے صورت ملاقات نہ نکل سکی تین روز اسی فکر میں گذر گئے
چوتھے روز ظہیر صاحب اس طرف بھی گئے جدھر خانساماں کھانا پکاتا تھا ان کو
سخت پیاس لگی تھی خانساماں سے کہا بھائی ایک گلاس پانی پلا سکتے ہو اس نے کہا کہ
تم کو اپنی پڑی ہے یہاں پیٹ کے درد کی وجہ سے میری لڑکی کی جان پر بنی ہے ظہیر الدین
صاحب نے کہا کہ ہم بھی سرکاری آدمی ہیں گھبراؤ نہیں یہ چند گولیاں ہم سے لیکر
ابھی کھلادو چار دس منٹ بعد کھلادینا خانساماں نے جلدی کرسی بچھ[illegible]

اور گولیاں لیکر اپنے کوارٹر میں لڑکی کو کھلانے گیا پانچ منٹ کے اندر لڑکی
نے آنکھیں کھولدیں بتایا کہ بہت آرام ہے پھر بقیہ چار گولیاں اور کھلائیں ذرا دیر بعد
لڑکی کو اجابت ہوئی تو لڑکی کے پیٹ سے دو جونک تین تین انچ کی گر پڑیں اب لڑکی
کو مکمل آرام تھا خانساماں ایک سینی میں توس مکھن انڈے چائے لیکر آیا تو دیکھا کہ
ظہیر صاحب خود بھی گولیاں کھا رہے ہیں کہا کہ لیجئے ناشتہ کیجئے میں آپ سے کچھ گولیاں
اور لینے والا تھا مگر آپ کو خود کھاتے دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو بھی یہی مرض ہے
ظہیر صاحب نے کہا مجھے بہت بڑی تکلیف ہے بس دو مرتبہ کی گولیاں آپ اور لے لیں
پھر خدا کے فضل سے ضرورت نہ ہوگی ہاں میری اتنی مدد کریں کہ گورنر صاحب سے
میری ملاقات کا وقت طے کرادیں یا یہ کہدیں کہ پیر پادری کے پاس سے آدمی آیا ہے
خانساماں نے کہا کہ میں خود تو ملاقات نہیں کرا سکتا مگر کوشش ضرور کرونگا
اسوقت سے آپ میرے مہمان ہیں قیام و طعام آپ کا میرے ساتھ ہے یہ وہاں
ٹھہر گئے ڈیڑھ گھنٹہ بعد خانساماں آیا کہا کہ آج گورنر صاحب کے پیٹ میں کچھ
درد ہے وہ ربڑ کی بوتل سے سینک رہے ہیں ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ
آپ گورنر صاحب کو اگر پیر پادری والی میرے پاس کی گولیاں کھلا سکیں تو
قدرت خداوندی دیکھ لوگے یا اگر یوں نہ کہہ سکو تو اپنی لڑکی والا ماجرا بتا سکتے ہو
کھانا نہ کھانا ان کی خوشی پر ہے خانساماں نے کہا لڑکی والا ماجرا ٹھیک رہے گا
خانساماں جب پھر گیا تو اس نے اپنی لڑکی کا ماجرا بتایا گورنر سر لاٹوش نے
کہا کہ کون پیر پادری کی بات ہے خانساماں نے کہا کہ گنج مراد آباد والے پیر پادری
صاحب پاس سے ایک صاحب آپ کے پاس آئے ہیں انھیں کے پاس پیر
پادری کی گولیاں ہیں سر لاٹوش خانساماں پر بہت بگڑے کہ تم نے پیر پادری کے
[illegible] سے آدمی آنیکی اطلاع ابتک کیوں نہ کی اور اپنی لڑکی کا علاج کرانے کی
[illegible]ت ملتی رہی لاؤ وہ گولیاں ہم کو دو خانساماں نے چار گولیاں گورنر کو

کھلائیں گورنر نے سکریٹری کو بلا کر کہا کہ پیر پادری صاحب کے پاس سے آدمی آیا ہم سے ملانا تو درکنار خود تم اتنے بے خبر کہ اس کی پرواہ نہ کی کہ کون کہاں سے آتا ہے اب تم خود پیر پادری کے قاصد کے پاس جاؤ مہمان خانہ سرکاری میں ٹھہرا کر کھانا کھلاؤ اور چار بجے ہمارے ساتھ چائے پینے کے لئے کہو۔ اب ظہیر صاحب دل میں بہت مسرور خدا کے مشکور بار بار کہتے کہ پیر و مرشد نے خوب رسائی کرائی وقت مقررہ پر چیف سکریٹری ظہیر صاحب کو لینے آیا ظہیر صاحب نے اول دو تین گولیاں کھائیں چیف سکریٹری نے کہا کہ کیا آپ کو بھی کچھ تکلیف ہے انھوں نے کہا کہ آپ اس کو نہ سمجھ سکیں گے یہ ہر کام میں آنے والی گولیاں ہیں پھر ساتھ چلے سر لاٹوش صاحب بڑے تپاک سے ملے اول حضور اعلیٰ مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ کی اول خیریت پوچھی پھر معذرت کی کہ ہم کو دیر میں آپکی اطلاع ملنے کا افسوس ہے آپ کو تکلیف ہوئی ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ میں اپنے لئے دعا کو گیا تھا حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ تم یہ گولیاں لیکر گورنر صاحب کے پاس جاؤ اور ہماری دعا کہنا آج تین دن سے میں کوشش ملاقات میں رہا گورنر نے کہا کہ یہ اور افسوسناک بات ہمارے عملہ کی غفلت سے ہے پھر چیف سکریٹری نے حکم دیا کہ آج سے پورا خیال رکھا جائے کہ پیر پادری کی کسی قسم کی اطلاع یا قاصد کی جلد تا خیر ہم سے اطلاع ہوا کرے اور ظہیر صاحب سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کچھ اور گولیاں بھی ہیں ظہیر صاحب نے کہا کہ پیر پادری نے جب گولیاں آپ کو پہنچانے کا حکم دیا میں نے آپ کے لئے علیحدہ لے لی تھیں وہ یہ ہیں باقی کچھ میرے کھانے کے لئے ہیں۔ سر لاٹوش صاحب نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کو بھی کچھ اندرونی تکلیف ہے انھوں نے کہا کہ یہ گولیاں ہر تکلیف کا علاج ہیں انھیں گولیوں سے بہ فیض مرشد ایک معمولی حلقہ انسپکٹر آپ سے گورنر صاحب نے کہا کہ ایسی بات نہ کہئے بلکہ یہ پیر پادری مولانا بابا

بیرے اور میرے خانساماں کی لڑکی کے لئے آپ کے ہاتھوں قبل سے دوا روانہ کردی اگر آپ کا کوئی کام ہو تو اسکی انجام دہی میں ہم کو خوشی ہوگی ظہیر صاحب نے کہا کہ مجھے دو سال سے معطل کر رکھا گیا ہے آخری فیصلے کے لئے آپ کے پاس کاغذات آچکے ہیں گورنر نے اسی وقت میر منشی سے ان کے کاغذات منگائے کچھ دیر دیکھکر حکم دیا کہ یہ فائل داخل دفتر کرو ہم کو پورا یقین ہے کہ بابا مولانا فضل رحمن صاحب کا مرید کسی بے ایمانی یا خیانت کو گوارا کر ہی نہیں سکتا وہ تو اپنی ملازمت سے زائد اپنی مریدی خراب ہونے اور اپنے پیر کی ناراضگی سے ڈرتا ہے آپ ہمارا پیر پادری صاحب سے بہت ادب سے جا کر سلام کہئے گا ہم گذشتہ دو برس کی تنخواہ اور آج سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے جانیکا حکم دیتے ہیں۔ ظہیر صاحب وہاں سے آستانہ آئے مولانا بابا نے فرمایا کہ فقیر کی انگوٹھی دیکھی برابر انصاف کرتے رہنا۔

اصلی والسرائے تو مولانا بابا ہیں | (۳۰۳) ڈپٹی کلکٹر فریدالدین صاحب رحمانی پہلے تحصیلدار تھے تحصیلی عملے کی غلطی سے کچھ غبن نکلا تین آدمیوں کے ساتھ یہ بھی معطلی میں آگئے ہر جگہ ناکامی ہوئی گورنر یوپی کے وہاں کاغذات گئے۔ فریدالدین صاحب نے حاضر خدمت ہو کر مولانا بابا سے عرض حال کیا مولانا بابا نے فرمایا تیرا جو غبن کا الزام رکھیگا خود وبال میں پڑیگا ہم ایک خط تم کو دیتے ہیں اپنے لاٹ صاحب کو پہونچا دو یہ لکھا: "از فضل رحمن السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ مدام نظر بہ رحمت حق دارند ہراساں نہ شوند برائے حصول مقصد و استقامت شما دریں جا دعا کردہ ایم حامل رقعہ را توجہ دادہ باشند۔" اور ہدایت کی کہ خط کو خود نہ پڑھنا فرید صاحب سوچنے لگے کہ پیلا کاغذ لال شنگرف کی روشنائی بلا لفافہ [illegible] ے سکیں گا اتنا ضرور کیا کہ اس خط کو ایک لفافہ میں بند کر لیا [illegible] پہنچے چیف سکریٹری سے کہا کہ گنجمرادآباد شریف کے پیر پادری کا

خط لیکر آیا ہوں ۔ وہاں سر جان کر استھویٹ گورنر یوپی کو وائسرائے کا حکم ملا کہ وہ فوراً لندن واپس جائیں وہ اس فکر میں تھے کہ کسی کو مولانا بابا کے پاس دعا کے لئے روانہ کریں چیف سکریٹری نے اطلاع کی کہ پیر پادری صاحب کے وہاں سے آدمی خط لیکر آیا ہے گورنر صاحب نے کہا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی فوراً لیکر آؤ فریدالدین صاحب کو وہ لیکر آئے تو سر جان کر استھویٹ بڑے تپاک سے ملے کھڑے ہو کر ادب سے خط لیا کھولکر دیکھا کہا کہ آپ اس کو پڑھکر مطلب بتائیے فرید صاحب نے مطلب بتایا تو سر جان کر استھویٹ نے کہا کہ اوہ پیر پادری کو میرے پوشیدہ معاملات تک خبر رہتی ہے فرید صاحب نے کہا کہ ان باخدا حضرات کو اگر یہ سب مکشوف خدا کی جانب سے نہ رہے تو پھر وہ باخدا کس بات کے اور مخلوق کی دستگیری کیسے ہو گورنر صاحب نے کہا بخدا ایسی بات ہے آپنے میرے منھ سے یہ بات چھین لی مجھکو سرکاری کار خاص سے لندن جانیکا حکم ملا ہے وہاں جا کر اگر اس عہدے پر واپس نہ کیا گیا تو میرے لئے بہت بُرا ہوگا مگر پیر پادری نے اسی اندیشہ پر مجھے مستقل گورنر رہنے کی نوید بخشی آپ مہمان خانہ میں ٹھہریئے ہم کل جواب دیں گے چیف سکریٹری فرید صاحب کو گورنری مہمان خانہ لایا اسی رات آٹھ بجے وائسرائے کا فون آیا کہ تم اپنی گورنری پر مستقل رہو جانے کی ضرورت نہیں سر جان کر استھویٹ صاحب نے فوراً فریدالدین صاحب کو بلا کر گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر مستقل قیام کی خوشخبر سنائی اور بڑی عقیدت سے کہا کہ واقعی پیر پادری مولانا فضل رحمٰن بابا اصلی وائسرائے ہندوستان کے ہیں ہم لوگ نام کے حاکم ہیں اب آپ واپس جا کر یہ میرا شکریہ کا خط پیش کریں اور بہت ادب سے سلام کہنا پھر پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں فریدالدین صاحب نے بتایا کہ میں ایک تحصیلدار ہوں عملے کی غلطی سے کچھ غبن ہوا تو جانچ ہوئی تین اشخاص اور میں معطلی میں آئے اب آپکی آخری تجویز کیلئے کاغذات آئے ہیں گورنر کر استھویٹ صاحب نے کہا کہ آج ہی ہمارے پاس اطلاع [illegible] کہ نائب تحصیلدار اور قانون گو کی غلطی سے یہ غبن ہوا مکان کی تلاشی [illegible]

برآمد کر لیا گیا ہے اور وہ دونو جیل میں ہیں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نہ یہ لوگ آپ پر الزام دھرتے نہ اس کا راز فاش ہوتا اور میرے لئے قبل التماس دعائے قیام ہوتی ہمنے ان لوگوں کے فنڈ بھی ضبط کرنیکا حکم دے دیا ہے ہم آپ کو اول یوم معطلی سے فرسٹ گریڈ کا اس ڈی او اسی تحصیل کا مقرر کرتے ہیں اور باقی آپکے تینوں ساتھیوں کو بھی ترقی دیتے ہیں فریدالدین صاحب نے کھڑے ہو کر شکریہ ادا کیا سر جان کر استھویٹ صاحب نے کہا کہ آپ کیا اس طرح ہم کو شرمندہ کرنا چاہتے ہیں میں نے ایسا اس لئے کیا کہ پیر پادری مولانا فضل رحمٰن صاحب جس ذات پر اعتماد کریں یہ ترقی اس اعتماد کے احترام میں ہم پر واجب ہو جاتی ہے کیونکہ جو ذات لندن تک کے حالات اس طرح دیکھتی ہو جیسے آئینے میں شکل دیکھی جائے پھر وہ اس شرکت غبن سے کیسے بے خبر رہ سکتی تھی جو ذات التجائے خیال دعا سے پہلے ہی دستگیری و خوشخبری سے نوازے میری نظر میں ایسا خدا رس ولی نہیں باقی فریدالدین صاحب آستانہ آکے گورنر صاحب کا خط دیکر ماجرا سنایا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا ان باتوں کو الگ رکھو پیلا کاغذ دیکھ لیا کہ تم کو بھی پیلا بنا گیا ۔

کیا تم مولانا فضل رحمٰن نہ رہوگے

(۳۰۴) افضل خاں آفریدی رحیم آباد والے حاضر ہوئے اتفاق سے اس وقت نواب خورشید جاہ حیدر آبادی نواب محمد اسحاق خاں میرٹھ والے نواب مرشد آباد وغیرہ مولانا بابا سے مرید ہو کر اشرفی نذر گذارنے لگے افضل خاں یہ دیکھکر بہت مایوس ہوئے کہ میرے پاس صرف تین اٹھنی ہیں اتنے میں مولانا بابا نے وہ طلائی سکے مستحقین میں تقسیم کر ڈالے پھر افضل خاں سے فرمایا کہ ہم کو دو اٹھنی قرض دیدو ہم آج ہی ادا کر دینگے انھوں نے دونوں اٹھنی پیش کر دیں حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ آٹھ آنہ کی ماش کی دال آٹھ آنہ کا باجرہ کا آٹا لے آؤ ۔ افضل خاں یہ [illegible] لیکر آئے حضرت نے وہ پکانے کو دیدیا تھوڑی دیر بعد اندرون خانہ گئے باہر [illegible] لائے تو ایک باجرے کی روٹی اور مٹی کے پیالے میں دال ماش

خود لاکر افضل خاں کو کھانے کے لئے دی امام علی خادم سے فرمایا کہ حاضرین کو کھانا کھلاؤ باجرے کی روٹی دال ماش سب کو تقسیم ہوئی جب افضل خاں کھانا کھا رہے تھے نواب محمد اسحاق صاحب رحمانی میرٹھی نے چاہا کہ مولانا بابا کا لایا ہوا کھانا افضل خاں کو دے کر ان کے کھانے سے بدل لیں مگر افضل خاں نہ ملنے افضل خاں نے تنہائی پاکر عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ جب سب مرید ہو رہے تھے اسوقت تم کو بھی مرید ہو جانا تھا افضل خاں نے کہا میں سب سے جدا قسم سے مرید ہونا چاہتا ہوں حضور اعلیٰ نے فرمایا عجب اجڈ افغان ہو مریدی میں یہ کون جدا قسم نکال دی افضل خاں نے کہا کہ نہ تو میں کوئی اقرار کروں گا نہ اور مریدوں کی طرح سے کہوں گا حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ خالق ارواح سے روحوں نے جو قالوا بلیٰ کا عہد کیا تھا اس بھولے ہوئے عہد کو حالی مرید سے پیر از سر نو تجدید ایجاب و قبول کی قید سے دست بدست معاہدہ بیعت کراتا اور خود گواہ بنتا ہے یوں سمجھو کہ ہر بندے کیلئے گناہ ہو یا نہ ہو کثرت حسن بندگی ہے کیا مرید ہی توبہ کے پابند ہیں اور جو مرید نہ ہوں وہ ہر بات میں آزاد ترک گناہ و توبہ سے مستثنیٰ ہو جائیں گے۔ افضل خاں نے کہا یہ فلسفۂ بیعت جاننا آپ کا کام ہے ہم تو بلا کسی قول و قرار کے مرید کرنا ہو تو کر لو یا بتا دو کہ ہم مرید نہیں کرتے مولانا بابا علیہ الرحمۃ نے فرمایا عجب گنوار ہو خلاف سنت گفتگو کا ہمارے وہاں کام نہیں ہے افضل خاں نے کہا بابا تم لاکھوں سے یہی اقرار کراتے ہو اور لوگ اقرار کر لیتے ہیں ہم بھی تمہارے غلام ہیں اس مرتبہ تم ہماری طرف سے اقرار کر لو حضور اعلیٰ نے فرمایا سخت گنوار آدمی ہو بات بھی تو سمجھو افضل خاں قارے آبدیدہ ہو کر بولے او خدا دیکھ مولانا بابا مسئلے پر مسئلہ تو بتاتے ہیں مگر مرید نہیں کرتے مولانا بابا نے جلدی سے افضل خاں کے منھ پر ہاتھ رکھدیا فرمایا نعوذ باللہ خدا سے الٹی ہماری شکایت کرتے ہو مگر اپنی خرافات نہیں دیکھتے افضل خاں نے قدم تھام کر کہا کہ بابا تم اتنے بزرگ ہو کر بڑے بزرگ بھی تم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اگر ایک

غاری بزرگی کی جھولی میں ایک کونہ میں پڑا رہے تو کیا تم مولانا فضل رحمٰن بابا نور ہو گئے سنتے ہی سامعین بھی سکتے میں آگئے اور حضور اعلیٰ نے بھی سر جھکا لیا کچھ دیر بعد سر مبارک بلند کیا فرمایا کہ تم کلمہ پڑھتے ہو وہ بولے نہ جانے کتنا پڑھتے ہیں پھر حضور اعلیٰ نے فرمایا کوئی پوچھے کہ کس سلسلہ میں مرید ہوئے کیا بتاؤ گے جب تک یہ نہ کہو کہ فلاں سلسلے میں داخل ہوئے افضل خاں بولے یہ تو ضروری کہنا ہوگا مولانا بابا نے اپنا ہاتھ افضل خاں کے ہاتھ میں پکڑا کر کہلایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بیعت ہے رسول اللہ کی حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب کے نقشبندیہ سلسلہ میں۔ افضل خاں نے اس کو دوہرایا پھر حضرت شجرہ دیکر اٹھ پڑے۔ حاضرین نے افضل خاں کو پیر بھائی بننے اور اس خصوصی بیعت پر مبارکباد دی افضل خاں بولے کہ تم لوگوں کی مبارکباد واپس کرتا ہوں کیونکہ تم دوسری طرح مرید ہو میں دوسری قسم سے مرید ہوں ... میں مولانا بابا نے افضل خاں کو آواز دی یہ حاضر آئے تو فرمایا کہ تمھاری بیوی بھی ... مرید ہو چکی ہیں بتایا کہ تمھارے پاس خرچہ نہ تھا اس لئے ساتھ نہ آسکیں تنہا تم آئے ... روپیہ انھوں نے تم کو دیئے ہیں نیز یہ ایک روپیہ تمھارے قرض والا ہے۔ ... صاحب نے کہا کہ وہ قرض نہ تھا آپکی نذر تھا پھر دریافت فرمایا کہ تم حقہ بھی پیتے ہو وہ بولے کہ دن میں پیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ رات میں آنکھ کھلے تو حقہ پی لیا ... سب تکان و خمار مٹ جاتا ہے افضل خاں گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ خرچ کی تنگی سے تم مرید ہونے گئے ہم کو چھوڑ کر لیکن مولانا بابا خود تشریف لاکر ہم کو مرید کر گئے افضل خاں بولے کہ پہلے مرید ہونے سے ہوتا کیا ہے ہم تو سب سے جدا قسم سے مرید ہوئے ... وہ کیسے حاصل ہوئی نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے اپنی ٹانگ مریدی میں بھی ٹھونس ... یہ جدا قسم کی مریدی کیسی؟ افضل خاں بولے کہ تم سب وہ اقرار کرتے ہو جو پیر کہتا ہے ... پیر کی نہیں سنی۔ ہاں اتنی بات اور ہوئی کہ مولانا بابا نے رات کو بھی حقہ ... نے کہا اسیواسطے جدا قسم سے مرید ہوئے کہ اب رات کو بھی

حقہ بھروایا کروگے افضل خاں نے کہا کہ ہم بھی مرید اور تم بھی مرید جھگڑا مت اب کرو دن کا حقہ تم بھرتی رہنا رات کا ہم خود بھر لیا کرینگے جیسے میری مریدی الگ تمھاری مریدی الگ ویسے دن کا حقہ الگ رات کا حقہ الگ جب رات کو سوئے تو پچھلے وقت آنکھ کھلی خانصاحب نے اٹھکر حقہ بھرا پیتے رہے کچھ ہی دیر میں اذان کی آواز آئی اٹھکر فجر پڑھی یہی ہونے لگا کہ جب بھی جسوقت کی نماز کا وقت آتا اذان کی آواز سنائی دیتی اور نماز نہ چھوٹتی ایک شب فجر سے پہلے افضل کی آنکھ کھلی تو حقہ بھر کر پیتے رہے وہ ختم بھی ہو گیا مگر اذان نہ ہوئی بیوی سے بولے کہ آج اذان کہنے والا یا بیمار ہو گیا یا سو گیا ہم فجر پڑھے لیتے ہیں بیوی نے آسمان دیکھکر کہا ابھی فجر کا وقت نہیں ہوا یہ تہجد کا وقت ہے تم چار رکعت پڑھ لو افضل خاں نے کہا کہ تمھاری مریدی پابندی والی ہے یہ تہجد تم پڑھو ہم بس فجر پڑھیں گے بیوی نے کہا تم الٹی بات برابر کرتے ہو وقت نہ ہونے پر کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا ہم مولانا بابا سے تمھاری یہ دخل در معقولات کہیں گے خانصاحب نے کہا کہ تمھاری خود الٹی بات ہے جبکہ تم میری مریدی سمجھ نہیں سکتی ہو بیوی نے کہا اچھی بات ہے ہم تو تہجد ضرور پڑھیں گے اور وضو کر کے تہجد شروع کر دیا خانصاحب خاموش دیکھتے رہے جب بیوی چھ رکعات پڑھ چکی تو خود وضو کر کے بارہ ۱۲ رکعات تہجد پڑھا بیوی نے پوچھا کہ اب تم نے کیوں تہجد پڑھا خانصاحب نے کہا کہ مریدی کی وجہ سے تہجد نہیں پڑھا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر تم تہجد پڑھو گی تو ہم سے بڑھ جاؤ گی مرد ہو کر خان کی بدنامی ہو گی کہ عورت سے پیچھے رہ گئے تم نے چھ پڑھیں تو ہم نے بارہ پڑھیں چند دن بعد عصر کے وقت جو آذان ہوئی افضل خاں بیوی سے بولے کہ بس اس گھر سے جلد نکل بھاگو یہ گھر خراب ہو گیا دوسرا گھر لیکر رہیں گے بیوی نے کہا خدا خیر کرے ہو کیا گیا خانصاحب نے کہا کہ تم کو بھی یاد ہے کہ کبھی اس گھر میں آذان کی آواز نہیں آتی تھی اب

برابر آذان کی آواز آتی ہے بیوی نے کہا تم سٹھیا گئے ہو ہم سے خاندانی گھر ہرگز نہ بدلا جائیگا یہ تو مولانا بابا کا فیض مریدی ہے کہ آذان سنائی دے جاتی ہے اور نماز نہیں چھوٹتی یعنی شام کے کھانے کے بعد خانصاحب نے کہا بہت غور کے بعد یہ سمجھ میں آسکا یہ گھر کی خرابی نہیں بلکہ میری مریدی خراب ہو گئی ہے کیونکہ ہم سب وہی کرنے لگے جو عام طور سے سب مرید کرتے ہیں یہ جدا قسم کی مریدی کب رہی برباد ہو گئی بس تم دو روپیہ قرض ہم کو دیدو تین روپیہ ہمارے پاس ہیں پیر صاحب کے پاس جا کر اپنی مریدی صحیح کرا آوں چنانچہ چار سیر باجرے کا آٹا نصف سیر تمباکو لیکر حاضر خدمت ہوئے یہ سب نذر دیکر عرض کیا کہ بابا بہت افسوس ہے کہ میری مریدی سب خراب ہو گئی۔ مولانا بابا نے مسکرا کر پوچھا کہ خانصاحب مریدی کیسے غلط ہو گئی جواب دیا کہ ہم کوئی قول و قرار نہ کرتے تھے مگر رات کے حقہ پینے کے بچن دینے سے پھنس گئے نہ رات کو حقہ پینے کا وعدہ کرتے نہ مریدی غلط ہوتی اب جبکہ پھنس ہی گئے تو جسطرح کہو قول و قرار کرا لو مریدی تو صحیح ہو جائے حضور اعلیٰ مسکرا کر بولے کہ بس جو کہتے ہو یہی پابندی نماز قائم رکھو صحیح مریدی کی یہی پہچان ہے اتنے میں کھانا تقسیم ہوا افضل خاں نے کہا کہ ہم باجرے کی روٹی ماش کی دال اب نہیں کھا سکتے پہلے کھائی تو سب مریدی غلط ہو گئی۔

مرید کا پیر سے ناز و نیاز (۳۰۵) ایک دن ایک بڑھیا عورت دروازہ ہی سے غل کرتی آئی کہ مولانا بابا کہاں ہو حاضرین نے سمجھایا کہ غل نہ کرو مولانا بابا حجرہ میں ہیں ابھی باہر آئیں گے مگر وہ نہ مانی اور حجرے پاس آکر آواز سے بولی مولانا بابا کہاں ہو ذرا اپنے مرید کی خبر تو لو۔ اتنے میں آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے فرمایا کیوں غل مچایا بڑھیا بولی ارے واہ بابا ناسمجھوں کی طرح تم بھی اس کو غل کہتے ہو یہ تو اپنے پیر کو [illegible] سے لڑکے کو پھانسی کا حکم ہو گیا ہے لاٹ صاحب کے وہاں آخری [illegible] علی نے فرمایا کہ خدا سے ہم دل سے دعا کرتے ہیں بفضلہ تمھارا لڑکا

چھوٹ جائے گا بڑھیا بولی کہ بابا اس وقت تم اپنی دعا اپنے پاس رہنے دو بس ایک
ایسا تعویذ لکھ دو کہ لڑکا چھوٹ جائے آپ نے فرمایا عجب سڑی ہو ہم کہتے ہیں دعا
کردی تم کہتی ہو اپنی دعا اپنے پاس رکھو بوڑھی بولی واہ بابا یہ بھی اچھی زبردستی ہے ہم کو
جس بات کی ضرورت ہے وہ جبتک نہ ملے کیسے مان لیں حضور اعلیٰ نے حاضرین
سے فرمایا کہ اس بدعقل جاہل لٹھ کو تم ہی سمجھاؤ مولانا ابوالحسن رحمانی لکھنوی نے سمجھایا
بوڑھی بولی کہ تم لڑکوں کے پڑھانے والے مولوی اس کو کیا سمجھو یہ تو ہم سمجھیں گے کہ
ہمارے لئے کیا کافی ہے کیا ناکافی ہے یہ تم بیچ میں دخل دینے والے کون ہم جانیں
اور ہمارے پیر جانیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بھوت کی طرح پیچھا لینے والی قوم ہے
نہ مان سکتی ہے نہ پیچھا چھوڑ سکتی ہے بڑھیا بولی یہ خوب رہی تم تو دنیا ہی میں پیچھا چھڑا
لیتے ہو آخرت میں تو اور بھی بھاگو گے مولانا بابا نے بہ نرمی فرمایا کہ تمھارے اس پاگل پن پر
کہتے ہیں کہ بات نہیں مانتی ہو بڑھیا بولی کہ سڑی پاگل بدعقل جاہل بھوت تو بنا چکے
اب جو کسر برا کہنے میں باقی ہو وہ بھی پوری کرلو پھر جلدی سے ایک عمدہ تعویذ لکھ دو
مولانا بابا علیہ الرحمہ اس جملے پر مسکرائے قلمدان طلب فرماکر لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ دادند گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

پھر بوڑھی کو تعویذ بناکر دیدیا۔ مولانا ابوالحسن لکھنوی وغیرہ نے اس کو لکھ لیا اور منتظر
رہے کہ پھانسی سے بچنے کی خبر دینے کب بڑھیا آتی ہے۔ ٹھیک چھٹے روز پھر وہی
بوڑھی ایک جوان کے ساتھ آئی کہا کہ بابا تمھارا غلام دیکھو تعویذ پہنتے ہی چھوٹ گیا
اسیواسطے تعویذ مانگا تھا اب اگر ایک بات کہیں تو مانو گے آپ نے فرمایا کہو کیا
بات ہے بڑھیا بولی کہ برا بھلا جتنا چاہے اتنا کہہ لیا کرو مگر مریدوں کو تعویذ دینے میں
ناز نہ دکھایا کرو۔ حضور اعلیٰ پھر مسکرائے حاضرین سے فرمایا کہ یہ ہماری پہلی بیوی کی سہیلی
ہیں اس لئے شوخ بہت ہیں بڑھیا بولی ہاں بابا اب وہ ہماری ناز بردار کہاں اگر وہ ہوتیں
تو تم اتنی خوشامد کیوں کراتے اچھا بابا ایک بات اور ہاں لو حضور اعلیٰ نے

کہ تمھاری سب بات پوری ہوچکی اب جاؤ آذان ہونے کو ہے بوڑھی بولی اور لیجئے
کیا ہم کوئی شیطان ہیں جو آذان سے بھاگ جائیں گے۔ حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ اچھا وہ
باقی بات بھی کہہ ڈالو بوڑھی نے کہا ذرا ٹھنڈے دل سے سن لو کہ میرے بعد میرے گھرانے
والے اگر مقدمہ میں پھنسیں تو یہ ہی جلد چھوٹ جانے والا تعویذ انھیں دینا اس لئے اپنے
پاس حفاظت سے رکھ لو گم ہونے یا بدلنے نہ پائے مولانا بابا نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ
یہ کیا لگا رکھا ہے بوڑھی تیز آواز سے بولی غضب ہوگیا جب مرید پر خود پیر لاحول پڑھے
تو پھر مرید کا کہاں ٹھکانا ہے حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ کس الٹے دماغ سے پالا پڑا ہے یہ تمھارے
اوپر کب پڑھا ہے بلکہ تمھاری بات پر پڑھا ہے بوڑھی بولی ہماری بات پر پڑھا
جب بھی ہم پر ہوگیا اب تم بابا اپنی زبان سے پکڑے گئے بس دل سے دعا دے ڈالو آپ نے
فرمایا جیسے تم بتاؤ اس طرح دعا کریں بوڑھی بولی اتنی دیر بعد تم راہ پر آئے ہو یہ دعا
کردو تمھارے بچے پھولیں پھلیں دشمن روسیاہ ہوں اور ہم مصیبتوں سے محفوظ رہیں
کمائی میں برکت رہے، آپ نے یہی الفاظ ادا فرماکر ارشاد کیا کہ بس اب جاؤ بوڑھی بولی
کہ بابا یہ تمھاری عادت بھگانے کی کیوں پڑگئی۔ ابھی کیسے جائیں ہماری بات کہنے
سے باقی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا یہ تمھاری باتیں نہیں تھیں بوڑھی بولی کہ یہ تو تمھاری باتوں
سے باتیں نکلتی چلی آئیں تم نے ہم کو اپنی بات کہنے کہاں دی مولانا بابا نے فرمایا نعوذ باللہ
تم ہم پر الزام رکھ رہی ہو اور سب کہتی بھی چلی جاتی ہو آخر تمھاری وہ کون بات ہے
بڑھیا بولی معمولی بات ہے میرا اخیر وقت ہے اپنی کوئی چیز دیدو کفن بنائینگے آپ نے
خادم نور سے اپنا پونے دو گز والا رومال منگاکر دیدیا اور اٹھنے لگے۔ بوڑھی جلدی سے
بولی پھر اٹھکر بھاگنے لگے ایک بات اور ہاں لو حضور اعلیٰ نے فرمایا ایک بات اور
ایک بات اور آخر ان دور سے آئے آدمیوں سے بھی ہم کو بات کرنا ہے بڑھیا بولی
[illegible] کو بیٹی پڑھا نا ان آدمیوں سے تو دن بھر رات بھر بات کرتے ہو اپنی
[illegible] کو انھیں مرد لوگوں کی وجہ سے وقت نہیں دیتے پھر تم عورتوں کو

مرید کیوں کرتے ہو مولانا بابا نے فرمایا تم اُپدیش خوب دے لیتی ہو مگر کمی کچھ نہیں ہو بڑھیا بولی تم ہی دوسرا ذکر نکال دیتے ہو اچھا اب ہمارے لئے دعا کردو حضرت پھر اس جملے پر مسکرا پڑے فرمایا کیا ابھی تمھارے لئے ہمنے دعا نہیں کی بڑھیا نے کہا پھر وہی بات کہدی میرے لئے دعا کرتے تو ہم کہتے کیوں وہ دعا تو ہمارے بچوں کے لئے تھی مگر ہم باقی رہ گئے بس اچھے دل سے یہ دعا کردو خدا ایمان کے ساتھ اُٹھائے بخشش فرمائے آپنے یہی الفاظ دوہرا دیئے بڑھیا بولی کر بابا بس ایک بات اور مان لو نہیں تو سب کیا دھرا برباد ہو جائیگا حضور اعلیٰ نے فرمایا تم جیتنا مشکل ہے جلدی بتاؤ کیا بات ہے بوڑھی نے کہا اصل بات جس کے لئے آئی وہی باقی ہے تم نے اپنے غلام کو مرید تو کیا نہیں آپنے اس لڑکے کو مرید کیا بڑھیا بولی کر ایک بات اور مان لو حضور اعلیٰ نے فرمایا اب کوئی بات نہیں رہی پھر آجانا بڑھیا بولی واہ بابا آتنی خوشامد پر تو ایک بات پوری ہوئی آئندہ پھر نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنا پڑیں اس لئے اپنے غلام کو ایک تعویذ دیدو حضور اعلیٰ نے وہ پہلے والا تعویذ دیدیا بڑھیا غل کرنے لگی کہ بابا تم نے یہ کیا ستم کردیا پھانسی سے چھڑانے والا تعویذ دے دیا کیا پھر لڑکا پھانسی تک جاکر چھوٹیگا۔ حضور اعلیٰ نے دوسرا تعویذ ۷۸۶ بنام آنکہ نامش حرز جاں ماست۔" لکھ کر دیدیا بوڑھی بولی اللہ تمھارا سایہ دونوں جہان میں ہم مریدوں پر رکھے اچھا ایک بات اپنے غلام کی اب مان لو آپ نے فرمایا کہ اب غلام کی طرف سے تم نہ جانے کب تک بھیجا جاؤ گی۔ بوڑھی بولی بابا ایسا نہ کہو تمھارا نیا مرید ہے اس کا دل ٹوٹ جائے گا تمھارے غلام کے بارہ برس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ اگر مرید کا پیر سے پختہ ربط ہو تو سب مراحل مرید ہونے ہی سے فتح ہو جاتے ہیں اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی الٰہی بحق حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لڑکے کو صاحب اولاد کر۔ بوڑھی بولی دیکھو بابا اس طرح خالی دعا پہ ہم ٹلنے والے نہیں ہماری بہو ہم سے لڑے گی کہ لڑکے کے لئے تعویذ لائیں بہو کے

کر بہو کو اپنے مرید سے لڑانا چاہتے ہو تو تعویذ نہ لکھو حضور اعلیٰ نے ایک تعویذ لکھکر دیدیا بوڑھی اُٹھ کھڑی ہوئی دوچار قدم چلکر لوٹی کہا بابا ایک بات اور مان لو بڑی بھول ہوگئی آپنے فرمایا اب اس طرح یاد کرکر کے تم دماغ کھاؤ گی بوڑھی بولی کہ اس بات کے بغیر نہ دعا کام آئیگی نہ تعویذ اثر کریگا حضور اعلیٰ پھر مسکرائے پوچھا ایسی کون بات ہے وہ بولی سب سے بڑی یہی بات ہے کہ ہم سے جو بے ادبی ہوگئی ہو دل سے معاف کردو مرید کا حق اور ہے مرشد کا حق اور ہے آپنے فرمایا ہم خوش ہیں تم بھی خوشی کے ساتھ گھر جاؤ۔

جج چھوڑ دیا ماخوذین چھوڑ دو

(۳۰۶) عبد الحق صاحب رئیس اسیون اُناؤ جب ڈسٹرکٹ جج ہو کر آئے تجمز آباد کے چالیس مسلمانوں پر بلوہ و لوٹ مار کا مقدمہ سشن سپرد ہوا۔ ختم ثبوت پر جج صاحب چالیسوں ملزمان کو سزا لکھ کر رات کو سوئے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ انگرکھا پہنے گول ٹوپیا لگائے ایک طرف کان کی کچیا چپکی گول منور چہرہ عصا ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ماخوذ لوگوں کو چھوڑ دو۔ جج صاحب کی آنکھ کھلی خواب پر غور کرتے سوچا کہ اثرات مقدمہ دماغ پر ہیں پھر لیٹ رہے کچھ سوئے تھے کہ خواب میں پھر وہی بزرگ تشریف لائے فرمایا ہمارے کہنے کو خواب و خیال سمجھتے ہو ہم کہتے ہیں کہ سب ماخوذین چھوڑ دو ورنہ نوکری سے ہاتھ دھو لو عبد الحق صاحب فوراً اٹھ بیٹھے اپنی اہلیہ سے یہ واقعہ بتایا اور شب ہی میں اوناؤ سے چلکر مزار شریف پر حاضری دی فوراً واپس اُناؤ ہو کر جو تاریخ حکم تھی بڑھا دی اور پیش شدہ شہادتوں پر اب جو غور کیا حقیقت دیگر پاکر تجویز لکھی تو قلم عبد الحق بالکل حق لکھتا اور باطل کا پردہ چاک کرتا گیا یہ ایسا ناطق فیصلہ چالیس اشخاص کی بریت کا تھا کہ اس کے خلاف اپیل ... کورٹ لکھنؤ بھی خارج ہوئی سنہ ۱۹۲۹ء میں حضرت مولانا شاہ رحمت اللہ ... اسوقت سجادہ نشین تھے جج صاحب آکر بڑے باباصاحب سے

مقرر ہوئے بڑے بابا صاحب نے دعا دی کہ بفضل رحمانی اب آپکی ججی جاری رہیگی گورنمنٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد جے پور میں تاحیات جج رہے۔

جان لینے والے خود چھوڑ بھاگے (۳۰۷) محمد اسمٰعیل رحمانی ساکن عبداللہ پور ضلع جالون ایک بوڑھے شخص ہیں بیان کیا کہ رات میں دو تندرست جوان میرے گھر میں گھسے اور دونوں نے چاقوؤں سے مجھپر وار کرنا شروع کئے میرے منھ سے یہ نکلتا رہا کہ یا پیر مولانا بابا کسوقت مدد کروگے یا امام حسین اب نہیں تو اپنے خادم کو کب بچاؤگے ان دشمنوں کا ہر وار میرے ہاتھ سے ٹکرا کر ادھر اُدھر خالی پڑتا رہا آخر کو وہ خود بولے کہ اس بڈھے میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ ہم تھک گئے ادھر بوندیاں پڑنے لگیں ان کی بہن اٹھی تو غل مچایا یہ دونوں بھاگے مگر اجیتاپور میں پکڑ لئے گئے ایک نے اس میں اقبال کر لیا سزایاب ہوا۔

قاتل کی معافی (۳۰۸) محمد سلطان رحمانی ولد محمد یٰسین رحمانی ساکن حمید پور ضلع جالون سولہ سترہ سال کا لڑکا ہے اپنی اہلیہ پر اسکو کچھ شک ہوگیا رات کو سلطان رحمانی نے اپنی بیوی کو گلا داب کر مار ڈالا۔ صبح سب کو بتا بھی دیا۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم بعد مقدمہ چالو کیا سلطان رحمانی اس بیچ میں آستانہ شریف حاضر ہوا بہت معافی مانگی فقیر راقم الحروف بھی اس کی نوعمری پر متاثر رہا اس کو اطمینان دلایا کہ خدا بڑا غفار ہے نا امید اس کے کرم سے نہ ہو۔ چنانچہ سلطان رحمانی پر وہ فضل رحمانی ہوا کہ عدالت سے بیداغ بری ہوا۔

جسٹس سرونذیر حسن اور مریلیہ (۳۰۹) سرونذیر حسن جو چیف کورٹ لکھنو کے جسٹس ہوئے اپنے دور ججی کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے سامنے ایک مقدمہ قتل پیش ہوا۔ چار ملزمان قتل پر جب میں ارتکاب قتل کا خیال کرتا میرے بدن میں ناقابل ضبط تکلیف ہونے لگتی جب یہ خیال کرتا کہ یہ لوگ پھنسائے گئے ہیں بڑی فرحت و تسکین ملتی بحث کے پوائنٹ میں اسی عالم تکلیف و سکون

رہا قریب تھا کہ جب اُٹھنے کو تھا تو میری نظر ان ملزمان پر پڑی تو ان کے ہونٹ ہلتے معلوم ہوئے آرام کمرہ میں آکر اردلی سے کہا کہ تم ان ملزموں سے ملکر معلوم کرو کہ یہ لوگ کچھ پڑھتے رہتے ہیں اردلی نے واپس آکر بتایا کہ وہ لوگ اپنے کو مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کا مرید بتاتے اور یا فضل رحمٰن مدد کے عام طور سے پڑھتے رہتے ہیں یہ سنتے ہی میرے دل پر عجیب اثر ہوا اور یہ خیال کہ اصلی ملزمان ماخوذ نہیں کئے گئے بلکہ عدالت والوں پر ڈھال دیا گیا دل میں جمتا چلا گیا میں نے طرفین کے لکھائے پوائنٹ پر جو نظر کی تو بے قصوری کے پوائنٹ میں زیادہ وزن و پختگی پائی تجویز لکھنے میں میرا یہ عالم کہ سوچتا کچھ ہوں مگر لکھتا اور کچھ ہوں ختم تجویز کے بعد جو نظر ثانی کی تو بہت مدلل بریت لکھ چکی تھی اور دل و دماغ پر بڑا لطیف سکون تھا چنانچہ چاروں ملزمان کو حکم رہائی دیکر مکان آیا تو خلش حاضری نے ایسا گھیرا کہ شب کاٹنا مشکل ہوگئی مولانا ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی کو لیکر فائز آستانہ ہوا مولانا بابا سے شرف بیعت حاصل کیا تو حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ تمھارے اس انصاف سے خدا تم کو بڑا جج بنا دے گا واقعی خلاف امید میں جسٹس ہوگیا۔

نواں باب

جوہر طریقت (۳۱۰) حضور دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بادام میں پوست و مغز و روغن ہوا کرتا ہے جس طرح پوست کا خلاصہ مغز اور مغز کا خلاصہ روغن ہے اسیطرح شریعت مانند بادام ہے شریعت کا جوہر طریقت اور طریقت کا جوہر حقیقت ہے۔ (۳۱۱) ایکبار دادا میاں نے فرمایا کہ ہمارے پیر نانا صاحب غوث [illegible] سرہ فرماتے ہیں کہ شریعت بال کی مانند اور طریقت مانگ کی مانند ہے پس جسکے [illegible] وں وہ مانگ نکالنے سے محروم ہے ایسے ہی شریعت پر عمل مکمل کے بغیر

طریقت حاصل نہیں ہو سکتی۔

غسل شریعت و طریقت (۳۱۲) دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ غسل کی آٹھ قسمیں ہیں اول غسل نظافت گرد و غبار یا گرمی کی وجہ سے نہا لینا دوسرے غسل صحت تیسرے غسل طہارت جنابت و گندگی سے پاک ہونے کیلئے نہانا چوتھے غسل عبادت مخصوص عبادتوں کے لئے خاص طور پر نہانا پانچویں غسل شریعت باطنی ناپاکی اعمال حسنہ روزہ نماز و اتباع سنت کی پابندی سے دور کرنا چھٹے غسل طریقت ہاتھ پیر کان آنکھ کو برائیوں اور ممنوعات سے بچا کر اتباع سنت سے مُجلّا کرنا۔ ساتویں غسل حقیقت دل سے ماسوی اللہ کو دھو دینا۔ آٹھویں غسل عشق اپنی آرزوؤں کا خون کرکے آرزوئے حق میں غرقاب رہنا۔

مراتب سماع (۳۱۳) ذکر سماع پر دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صاحب وجد کا دل اگر بالکل حق تعالیٰ کی جانب ہے تو اس کو سماع حلال ہے اگر صاحب وجد کا دل زائد تر حق تعالیٰ کی جانب ہے اس کو سماع مباح ہے اگر صاحب وجد کا دل بالکل مجاز کی طرف ہے اس کو سماع حرام ہے اگر صاحب وجد کا دل مکمل طور پر مجاز پر مائل نہیں لیکن زائد تر مائل بہ مجاز ہے تو اسکو سماع مکروہ ہے ایسا ہی ہمارے نظام الدین اولیا صاحب قدس سرہٗ بھی فرماتے ہیں (۳۱۴) اسی جلسہ میں دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے ابوالفتح صدر الدین سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ نے وضاحت کردی کہ صوفیاء حضرات خیالات کو یکسو اور دل کو تمام تر ذات واحد کی طرف متوجہ کرنے کے مقصد سے سماع سن لیا کرتے تھے۔

مسئلہ اشراق و چاشت (۳۱۵) کسی نے چاشت کی نماز کا وقت پوچھا دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ انسانی سہولت کے لیے چاشت کی نماز میں وقت کی وسعت رکھی گئی ہے لیکن اشراق پڑھکر وقت اشراق ختم ہوتے ہی اول وقت چاشت افضل ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کا خود بھی

اور مریدوں کو بھی یہی ہدایت کرتے تھے۔

قریب و دور سے سننا (۳۱۶) مولانا عبدالحئی صاحب رائے بریلوی حضور اعلیٰ مولانا بابا سے مرید ہوئے انسان کے قریب و دور سننے پر سوال کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ خدائے نعیم نے اپنی صفات انسان کو عطا فرمانے میں یہ لحاظ رکھا ہے کہ انسان صفات الٰہیہ کا مظہر جامع ہو خدا نے انسان کو سمیع و بصیر کی جب صفت و قوت بخشی تو قریب و دور سے سننا سماعت میں داخل رہا فرق یہی ہے کہ انسان کو یہ عطائی صفات سمع و بصر و تصرف کتنی ہی وسیع کیوں نہ دیدی جائیں فانی و محدود بہر حال رہینگی پھر خدا کی صفات ذاتی و غیر محدود سے مشارکت ہو ہی نہ سکیگی یاد کرو طبرانی میں یہ حدیث مروی ہے کہ مَا مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِی صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ۔ رسول آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرے اوپر درود بھیجے مجھکو اس کی آواز سنائی دیتی ہے خواہ وہ کسی مقام سے پڑھے پھر قریب و دور سے سننے پر اعتراض کیوں ہے۔

آنحضور ہم کو رحمتیں عطا کرتے ہیں (۳۱۷) درود شریف پڑھنے کی جب مولوی عبدالحئی صاحب رحمانی رائے بریلوی نے اجازت چاہی تو اس کی اجازت دیتے ہوئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہے کہ "عرش کے ستون پر لکھا ہے کہ جو میرا مشتاق ہے میں اس پر رحم فرماؤں گا جو مجھسے مانگے میں اس کو دوں گا اور جو میری طرف بذریعہ درود اور بوسیلۂ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدیکی حاصل کرے میں اس کے گناہوں کو بخشش دونگا اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر اس کے گناہ ہوں" پھر قاضی عابد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی ضلع سیتاپور نے سوال کیا کہ کیا آنحضور بھی سلام اور درود کا جواب مرحمت فرماتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی میرے اوپر صلوات الٰہی پڑھتا ہے تو خدا میرے اوپر رحمتیں نازل کرتا ہے اور میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں۔

جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کسی نے کہا کہ یا اللہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا پیار و رحمت نازل فرما تو خداوند پیار رحمت آنحضور پر نازل فرماتا ہے اس پر آنحضور فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ یا اللہ فلاں شخص کو اپنی رحمت پہنچانا مطلب ہے اس ارشاد کا کہ میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں یہ ہی وسیلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مخصوص رحمتیں عطا فرماتا ہے اور آنحضور ہم کو رحمت عطا کرتے ہیں اسیطرح آنحضور اپنے اوپر سلام پڑھنے والے کو اس کی حیثیت کے موافق جواب سلام بھی عنایت فرماتے ہیں۔

حصول اولاد کا خزانہ (۳۱۸) مولوی عبدالحیٔ صاحب رحمانی برائے بریلوی مذکور نے حصول اولاد کے لئے دعا چاہی مولانا بابا صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں سب کچھ تدبیر بتادی گئی ہے مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ کسی نے آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اولاد سے محرومی کی شکایت کی آنحضور نے فرمایا اَیْنَ اَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّدَقَۃِ کہ تم استغفار اور صدقات سے کیوں دور رہے انھوں نے استغفار و صدقہ زیادہ کیا تو ان کے تو اولاد ہوئیں۔

نواب رامپور اور منظر توکل (۳۱۹) نواب حامد علی خاں صاحب رحمانی نواب رامپور نے قیام دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ کی پیلی بھیت میں خبر آمد سنکر رامپور بیعت ہونے کے لئے تکلیف دی چنانچہ حضرت رامپور تشریف لے گئے فقیر نیاز احمد فیض آبادی کو بھی حکم ہمراہی اور لوگوں کے ساتھ ہوا کمال عقیدت سے نواب صاحب اسٹیشن سے استقبال کر کے محل تک لائے اول خود مرید ہوئے پھر اپنی بڑی و چھوٹی دونو بیگمات کو زنانہ محل ایک پالکی پر سوار کر کے لیچلے خود نواب صاحب خلوص عقیدت سے دادا میاں کی نعلین ہاتھ میں کے ہمراہ مودبانہ یہ کہتے چلے کہ آج حامد علی اپنی اصلی شکل میں حامد

منکوحہ بیگمات مرید ہوئیں تو تین چاندی کی سینی خوان پوش قیمتی ڈھانکے تین ملازم سر پر اٹھائے لائے نوابصاحب نے کہا کہ اول سینی میں حضور عالی کا نذرانہ مع نقدی دوسری سینی میں آپکے دونو صاحبزادوں کے جوڑے اور دونوں بہوؤں کے جوڑے اور گلے و ہاتھ و کان و پیر کے جڑاؤ زیورات ہیں تیسری سینی میں آپ کی اہلیہ صاحبہ اور تینوں دختران کے جوڑے مع ہاتھ پیر کان و گلے کے جڑاؤ زیورات و نقدی کے ہیں شرف قبول بخشا جائے دادا میاں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں جزائے خیر عطا کرے خادموں سے فرمایا سینی رکھدو پھر اسیوقت حاضرین دربار نواب صاحب میں ان اشیاء کی تقسیم شروع کر دی کہ یہ تم لولڑکیوں کی شادی کرنا کسی سے فرمایا یہ تم لو اپنا قرض ادا کرنا کسی سے ختنہ و عقیقہ کے نام پر کسی سے لڑکوں کی خانہ آبادی پر یہ جڑاؤ زیور و نقدی بانٹ دی جب سب تقسیم کر چکے تو سینی بر داروں سے فرمایا کہ اب تو کچھ فقیر کے پاس رہا نہیں تم تینوں ایک ایک سینی مع خوان پوش تقسیم کر لو۔ پھر یا اللہ تیرا شکر و احسان ہے فرماتے اٹھ کھڑے ہوئے قیامگاہ تشریف لائے سارا محل اس منظر توکل و استغنا دیکھکر گم سم رہ گیا نواب صاحب کے لب پر بار بار یہی تکرار کہ درویش ہو تو ایسا توکل ہو تو ایسا۔ ماحضر کے بعد نواب صاحب نے فقیر نیاز احمد رحمانی فیض آبادی اور مہدی حسن شاہ رحمانی لکھنوی سے کہا کہ حضور عالی نے یہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب نذرانہ تو سب تقسیم کر دیا از راہ کی اب کیا شکل ہوگی میری بڑی موٹر سے سفر مناسب ہوگا یہ گیارہ ہمراہی بھی آسانی سے جاسکیں گے فقیر نیاز احمد نے دادا میاں سے نواب صاحب کی یہ خواہش بتائی حضور عالی نے فرمایا کہ فقیر کو نہ آرام کی فکر نہ تکلیف سے ہراس تم آگے روانہ ہو کر دو ٹکٹ دوسرے درجہ کے باقی دس تیسرے درجہ کے حاصل کرو ہم آکر دام دیتے ہیں جب نوابصاحب حضور عالی کو اسٹیشن پہنچانے لائے تو اسٹیشن ماسٹر علی حیدر زیدی رحمانی مرید ہوئے ٹکٹ پیش کرتے ملتجی ہوئے کہ یہ خادم کی طرف سے نذر قبول ہو

نواب صاحب خدا خود میر سامان ست اصحاب تو کل راکھتے رہ گئے اور ریل آپکو لیکر چلدی۔

پنڈت جواہر لال نہرو

(۳۲۰) مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ وزیر بھوپال منشی امتیاز علی صاحب رحمانی کاکوروی سے ملنے پنڈت موتی لال نہرو آئے منشی صاحب گنج مراد آباد شریف کے لئے طیار تھے۔ حضرت مولانا احمد میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ موتی لال جی کو بھی شوق زیارت ہوا دوسرے روز اسٹیشن سے ساتھ ہونے کا وعدہ کر کے وہ چلے گئے دوسرے دن موتی لال جی جب اسٹیشن پر ملے تو ان کے ہمراہ پنڈت جواہر لال نہرو جو اس وقت تعلیم ختم کر چکے تھے بھی آئے یہ سب آستانہ پہونچے نیاز احمد فقیر آبادی نے سب کی پیشی کرائی موتی لال جی نے ایک بیش قیمت جیبی گھڑی دادا میاں کو نذر کرتے ہوئے عرض کیا کہ حکومت سے اتنے اختلافات بڑھ گئے ہیں کہ رہنا سہنا اجیرن کر دیا ہے دادا میاں کچھ دیر ساکت رہے پھر فرمایا یہ تو غلط ہے کہ تمحارا رہنا سہنا اجیرن کیا گیا بلکہ تم کو اس کا خطرہ جن سے ہے ان کا رہنا سہنا خود دیکھ لینا اجیرن ہو چکا ہے موتی لال جی نے کہا کہ یہ تو یقین ہے کہ حضور عالی کی دعا سے خدا ایسا ہی کرے یہ میرا بچہ جواہر لال نہرو بھی ہمراہ آیا ہے اس کی حفاظت و ترقی کی دعائے خاص فرمائیے کیونکہ حالات بڑے خلاف ہیں دادا میاں علیہ الرحمہ نے جواہر لال نہرو جی کو کچھ دیر غور سے دیکھا پھر فرمایا میاں امتیاز علی فقیر کے یہاں ہندوستان کے وزیر کو کہاں لے آئے؟ موتی لال جی نے کہا کہ حضور عالی وزارت تو بہت دور کی بات ہے حفاظت و معاشرت مشکل ہو رہی ہے دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حالات خلاف ہونے سے کیا ہوتا ہے بس خالق کائنات خلاف نہ ہو تمھاری خواہش پر ناچیز فقیر نے بہت دور تک تمھارے لئے دعا کر دی ہے جواہر لال کو بھی وزیر ہند خدا بنائے گا اور ان میں سے بھی وزیر ہند بنائیگا " جب میں (راقم الحروف رحمت و نعمت) اپنے ہم زلف سید نور الحسن صاحب ایڈوکیٹ کٹرہ الہ آباد کے لڑکے سید انوار الحسن سلمہٗ کے عقد میں جو ڈاکٹر سید محمود صاحب بہاری دہلوی سابق منسٹر کی دختر سے ہوا شریک ہوا تو ڈاکٹر سید محمود صاحب نے اپنے اسلاف کی پرانی وابستگی آستانہ پر کمال عقیدت سے مجھکو نکاح پڑھنے کے لیے منتخب کیا جب میں نے نکاح پڑھکر دستخط ہو لیے میاں گنج مراد آبادی نکاح نامہ پر کئے تو اپنے بچپن کے ساتھی کے بطور پنڈت جواہر لال نہرو چیف منسٹر اور صدر ہندوستان راجندر پرشاد جی نے بہ حیثیت گواہان نکاح اپنے اپنے دستخط نکاح نامہ پر کئے تو گنج مراد آباد کے نام پر پنڈت نہرو کچھ یاد کرنے لگے یہ دیکھکر ڈاکٹر سید محمود صاحب نے میر اتعارف پنڈت نہرو اور پریسیڈنٹ صاحبان سے کرایا حافظ محمد ابراہیم صاحب رحمانی گورنر نے مولانا بابا اور دادا میاں کی وضاحت کی پنڈت نہرو کو وہ بشارت یاد آگئی اس بشارت کو مذکورہ بالا طور دوہرا کر کہا کہ میں تو اس دعائے وزارت اور وسعت دعا سے سرفراز ہوں اور ہمارا رہنا اجیرن کرنیوالوں کا رہنا اجیرن بھی دیکھ چکا لیکن میری اولاد کی وزارت کا حصۂ دعا باقی ہے دیکھے کب وقت آتا ہے پھر شری اوما شنکر جی دیکچیت ایم۔ پی ۶ ماہ فروری میں ۱۹۶۹ء آستانہ گنج مراد آباد آئے اور یہ تذکرہ دوہراتے ہوئے کہا کہ وہ باقی دعا اندرا گاندھی کی وزارت سے کرامت در کرامت ہو گئی۔

گورنر حافظ محمد ابراہیم صاحب

(۳۲۱) حافظ محمد ابراہیم صاحب گورنر بھارت حکومت نے بیان کیا کہ میرے والد صاحب مولانا شاہ قبلہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ سے مرید تھے ان کے وصال کے بعد جب وہ حاضر آستانہ ہوئے تو مجھکو بھی ہمراہ لائے حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ سے مجھکو مرید کرانیکے بعد عرض کیا کہ محمد ابراہیم سلمہٗ کو حفظ کرانے کے لئے بٹھالا ہے دعا فرمائیں کہ خدا حافظ کرے دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک حفظ کلام ربانی ہی نہیں بلکہ

حفظ نظام دنیاوی میں بھی ترقی دیکر خدا گزری دیگا موصوف کی دعا سے مجھے
بلا محنت حفظ ہو گیا لیکن دعا کے دوسرے حصہ کا انتظار رہا یہاں تک کہ موصوف
کی دعا سے گورنر بھی ہوا اوس وقت سب پر آپ کی بلندی مراتب و قوت کشف
ظاہر ہوئی۔

آپکی یاد ہی سے مطلب حاصل

(۳۲۲) مہاراجہ سر کشن پرشاد کسی وجہ سے
نظام دکن کے عتاب میں آگئے مختلف تدابیر سے بھی کچھ نہ ہوا نواب صدر یار جنگ
مولانا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی رحمانی نے بتایا کہ آپ قیوم دوراں مولانا
شاہ احمد میاں صاحب کے پاس دعا کے لئے جائیے وہ دادا میاں کو یاد کرتے گنج مراد آباد
روانہ ہوئے یہاں آستانہ پر علامہ شیخ احمد مکی سے دادا میاں نے فرمایا کہ کشن پرشاد
حیدر آبادی سے تو تمھاری ملاقات ہوگی ہم نے ان کے لئے دعا کردی خدا نے
ان کا کام بنا دیا تم ان سے ملکر بتاؤ کہ یہاں اب آنے کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی جلد
حیدر آباد واپس پہنچ سکیں ان کے لئے اسمیں بہتری ہے احمد مکی عرب یہ وقت نوٹ
کرلیا۔ ادھر حیدر آباد سے مہاراجہ کی روانگی کے کچھ دیر بعد نظام دکن ان سے خوش
ہو گئے قاصد بلانے کو بھیجا پتہ چلا کہ سوا گھنٹہ ہوا کہ وہ گنج مراد آباد گئے نظام دکن نے
کہا ایک خاص آدمی تیزی سے جائے جہاں بھی مہاراجہ ملیں ساتھ واپس لیکر آئے
چنانچہ دوسرے گھنٹہ میں قاصد خاص روانہ ہوا یہ وقت ۹ بجے دن کا تھا اور اسیوقت
احمد مکی عرب سے دادا میاں نے آستانہ پر یہ فرمایا تھا۔ مہاراجہ لکھنؤ ہو کر گنج مراد آباد آئے
اور قاصد کانپور سے سیدھا گنج مراد آباد آیا اس لئے مہاراجہ کو تلاش کر رہا تھا کہ
مہاراجہ آگئے قاصد نے نظام دکن کا پیام سنایا مہاراجہ دادا میاں سے ملاقات
کرنا چاہتے تھے کہ عرب صاحب احمد مکی نے دادا میاں کی ہدایت بتائی مہاراجہ قاصد
کے ہمراہ حیدر آباد پہونچے تو نظام دکن نے ان کو پہلے سے زائد نوازا۔

مرید کی منتقلی سے اپنی تنزلی

حیدر علی قنوجی تحصیل صفی

چپراسی تھے ان کو افسروں سے اجازت ملتی جب بھی نہ اجازت ملتی تب بھی وہ گنج مراد آباد
شریف نماز جمعہ دادا میاں صاحب کی اقتدا میں آیا کرتے دادا میاں صاحب نے حیدر علی کو
بتادیا تھا کہ بستی کے کونہ پر جو باغ ہے اس سے پگڈنڈی کی راہ پیدل شکل میں آیا
جایا کریں حیدر علی رحمانی کا پندرہ میل فاصلہ تحصیل نصف گھنٹہ میں آنے پر نصف گھنٹہ
جانے میں طے ہو جایا کرتا تا ایک نئے تحصیلدار آئے دفعۃً چپراسیوں نے ان کو حیدر علی کی
یہ بات بتائی تو تحصیلدار حیدر علی پر بہت بگڑے حیدر علی نے کہا بھی کہ میں صرف جمعہ
کی نماز اپنے پیر کے پیچھے پڑھنے جاتا ہوں اور اسکا بدلہ اتوار کو کام کرکے پورا
کردیتا ہوں اسیوجہ سے افسران مجھکو نہیں روکتے تحصیلدار نے کہا کہ یہ ہم کچھ
نہیں جانتے اگر ایسا آئندہ کیا تو جمعداری سے اتار کر اٹاوہ تبادلہ کردوں گا۔ آئندہ
جمعہ کو حیدر علی پھر بلا بتائے گنج مراد آباد جمعہ پڑھنے آئے بوقت رخصت دادا
میاں نے فرمایا کہ تم گھبراتے کیوں ہو جو تم سے عناد رکھیگا بھاؤ بھگتے گا حیدر علی
جیسے ہی تحصیل آئے فوراً دوسرا چپراسی آیا کہ تحصیلدار نے بلایا ہے یہ گئے تو
تحصیلدار نے کہا کہ کل تحصیل کھلتے ہی دس بجے چارج دے کر عدالت بند ہونے سے
پہلے اوناؤ ضلع میں حاضری لکھا کر حکم تبادلہ و تنزلی جمعداری کے منتظر رہو۔
دوسرے روز سنیچر کو ناشتہ سے فارغ ہو کر حیدر علی کے خلاف کاغذات مرتب
کر کے جیسے ہی وہ تحصیل میں آئے ضلع اوناؤ کا چپراسی حکمنامہ لیکر آیا کہ تم
اپنی سابقہ نائب تحصیلداری پر واپس کئے جاتے ہو چونکہ کل اتوار کی تعطیل ہے
اس لئے پیر کو تحصیل کھلنے پر چارج دے کر دفتر ضلع حاضری دو اور اٹاوہ تبادلہ کا
حکم نامہ حاصل کرو۔ تحصیلدار بہت پریشان ہوئے لوگوں نے کہا یہ حکم ملتوی ہونیکی
کوئی تدبیر اب نہیں رہی کچھ دیر بعد کسی نے کہا کہ اگر حیدر علی جمعدار اپنے
... سے دعا کرا دیں تو سب ممکن ہے۔ تحصیلدار نے حیدر علی کو بلا کر بہ نرمی
... ادلہ کرانا ہے نہ درجہ کم کرنا ہے یہ تو سب کے سامنے قانونی پابندی

رکھنے کیلئے کہا تھا تم شوق سے اپنے پیر صاحب کے وہاں جمعہ پڑھنے جایا کرو مگر اتنا کام ہمارا بھی کردو کہ ہمارے لئے اپنے پیر صاحب سے دعا کرادو۔ حیدر علی نے کہا دیکھ لیجئے مجھکو بخار ہے کل اتوار ہی کو صبح روانہ ہوکر دعا کرا لاؤں گا سینچر کو ۳ بجے دن پھر ضلع سے خاص چپراسی حکم لیکر آیا کہ فی الحال وہیں تحصیلداری پر کام کرو۔ اس واقعہ کے بعد سے کوئی افسر حیدر علی کو کہیں آنے جانے پر نہ روکتا۔

عبدالغنی صاحب (۳۲۴) عبدالغنی صاحب رحمانی ڈسٹرکٹ جج (جو مسٹر غلام حسن بٹ جسٹس چیف کورٹ لکھنؤ کے خسر ہیں) اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میرے سامنے چار ملزمان قتل کا مقدمہ پیش ہوا حالات ان کے بہت خلاف تھے مجھکو ایک ملزم بہت سیدھا معلوم ہوا برابر نظر جھکائے خاموش کھڑا رہا کرتا بحث کے خاتمہ پر شب میں دونوں طرف کے لکھائے ہوئے پوائنٹ پر غور کر رہا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا کاغذات رکھکر سو گیا تھوڑی دیر بعد خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک خوشنما قطعہ ہے پہلے کچھ لوگ آئے انھوں نے فرش بچھایا داہنے اور بائیں دو اور بیچ میں ذرا اونچے پر ایک مسند لگائی اتنے میں لوگ آکر بیٹھنے لگے ان کے بعد دو تین بزرگ آکر بائیں جانب مسند پر بیٹھے کچھ وقفہ سے دو تین بزرگ داہنی جانب تشریف فرما ہوئے مختصر وقفہ میں ایک بزرگ گول چہرہ گول ڈاڑھی سفید انگرکھا پاجامہ پہنے عمامہ باندھے دو چار حضرات کے ساتھ آکر بیچ والی مسند پر بیٹھ گئے حاضرین سب کھڑے استقبال میں ہوئے وہ ساتھ والے بھی اپنی اپنی نشستوں پر جا بیٹھے کچھ خدام کچھ لوگوں کو لاتے جاتے اور ان کے معاملات فیصل ہوتے جاتے کچھ قتل اور ڈکیتی کے ملزمان بھی لائے گئے کسی کو سزا کسی کو رہائی ہوئی پھر یہ چار ملزمان مذکور لائے گئے جن کو میں نے پہچان لیا اس ملزم سے جو میرے سامنے خاموش نظر نیچے کئے رہتا تھا صدر نشین بزرگ نے خفگی سے فرمایا تو نے اپنا جرم ان تینوں آدمیوں پر کیوں ڈھال دیا وہ مجرم بولا کہ میرے پاس پیروی کو پیسہ نہ تھا

کہا کہ ہمارے دشمنوں کو اگر پھنسا کر الزام قتل ان پر رکھو تو ہم اپنے خرچہ سے مدد دے کر تم کو چھڑا لیں گے اور بیوی بچوں کا خرچہ بھی مقدمہ بھر اٹھا لیں گے صدر نشین بزرگ نے اس کو سزائے موت سنا کر باقی تینوں کو بری کر دیا میری آنکھ کھلی تو یہ واقعہ محفوظ اور دل میں اس کا خوف کہ ظاہری حالات سے غلط فیصلہ ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ صبح سب سے پہلے تجویز لکھنے بیٹھا اور خود بخود اس مجرم کیلئے سزا کے دلائل لکھتا گیا عدالت آکر اس مجرم پر نظر ڈالی تو اس کو نظر میں چڑھتے پایا اور بقیہ تین افراد کو پر سکون دیکھا خواب کی صداقت اور پختہ ہوئی اس مجرم کو سزائے موت بقیہ تینوں افراد کو رہائی کا حکم دے کر اردلی سے میں نے کہا کہ تینوں بری شدہ لوگوں کو بنگلہ پر لے کر آؤ۔ بنگلہ پر یہ لوگ ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں رہتے ہیں انھوں نے بتایا کہ ہم لوگ مولانا فضل رحمن صاحب کے صاحبزادے مولانا احمد میاں صاحب گنج مراد آبادی سے مرید ہیں اعظم گڈھ ہی میں رہتے ہیں مجھے ایسی کشش ہوئی کہ میں لکھنؤ آیا وہاں سے گنج مراد آباد آیا دیدار ہوتے ہی صدر نشین بزرگ والی صورت میرے سامنے تھی بے اختیار قدمبوس ہوکر مرید ہو گیا۔

صحیح فرماں روائی (۳۲۵) گورنر یوپی سر ہارکورٹ بٹلر دادا میاں صاحب کی خدمت میں فائز ہوئے بتایا کہ شاہ برطانیہ نے مجھکو پابند کیا ہے کہ آپ سے خصوصی دعا کی التجا کروں بڑی سخت لڑائی درپیش ہے تاکہ آپکی دعا سے فتحمندی ہو دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم تم لوگوں کی فتح مندی کے لئے دعا کرتے ہیں تم برابر وَافْتَحْ لَنَا فَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ پڑھتے رہنا ۱۹۱۴ء میں جب لارڈ بٹلر جنگ عظیم میں فتح یاب ہو کر آئے تو چودھری محمد عظیم صاحب رحمانی تعلقدار سندیلہ سے اہمیت جنگ بتائے ہوئے کہا کہ خدا نے صحیح فرمانروائی [illegible] احمد میاں صاحب قبلہ کو عطا کی ہے ہم لوگوں کو فرماں روا بنا کر بھی [illegible] کا فرماں بردار رکھا ہے حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق

ہم کو مثالی فتح حاصل ہوئی ہے اب آپ خود بھی میرے ایڈوائزر کے ساتھ جاکر میرا عریضہ ادب تاج برطانیہ کی طرف سے شکریہ میں پیش کریں نیز یہ کہ وہ دعا ہم اب بھی برابر پڑھتے ہیں ریٹائر ہونے پر بھی لندن سے تا حیات تحریری سلسلہ رکھا

ڈوبتی کشتی (۳۲۶) ایک روز دادامیاں علیہ الرحمہ حجامت بنوا رہے تھے اکدم آپنے حجام کو روکا اور حجرہ میں تشریف لے گئے حجام سمجھا کہ آپ کسی چیز کو لینے گئے ہیں پانچ چھ منٹ بعد حجرہ سے باہر تشریف لاکر حجامت بنوانے لگے حجام نے سر مبارک پر خون کا جما ہوا دھبہ دیکھ کر سوچا کہ ہم سے تو استرہ یا قینچی کہیں لگی نہیں آخر کو پوچھا کہ حضور عالی آپ کے یہ کچھ لگ گیا ہے آپنے فرمایا تم صرف پوچھ دو اور اپنا کام کرتے رہو اسی دن دو بجے ظہر کو کچھ مرید قنوج کے آئے بتایا کہ کشتی پر مسافر زائد سوار تھے کچھ دنوں سے کچھ سوراخ ڈھیلے ہونے سے پانی بھرا کشتی بیٹھنے لگی ملاح ناکام رہا ہم لوگوں نے دادامیاں کو پکارا یکایک دیکھا کہ آپ پانی پر تشریف لائے اور کاندھا لگاکر کشتی کو ڈھکیلا کشتی ایک جھٹکے سے ابھر کر گھٹنوں تک پانی میں آگئی ان شکستہ تختوں سے آپ کے ایک کیل لگ گئی۔ اسیطرح کا واقعہ ہے کہ سمندر سے ایک ڈوبتا جہاز مولانا بابا علیہ الرحمہ نے نکالا تھا۔

کوئی کچھ نہ کرسکے گا (۳۲۷) منشی سید انعام حسین صاحب رحمانی ڈپٹی کلکٹر کی بابت کلکٹر ایٹہ مسٹر جوالا پرشاد نے بداعمالی و تنزلی کی رپورٹ کردی کمشنر نے بھی اس سے اتفاق کیا دادامیاں صاحب جب بھیکم پور نواب حبیب الرحمٰن خانصاحب رحمانی شروانی کے وہاں سے ایٹہ تشریف لائے تو انعام حسین صاحب نے یہ ماجرا عرض کیا دادامیاں نے فرمایا کہ میرے انعام کا کوئی کچھ نہ کرسکے گا میں انعام کو اپنے پاس بلا لوں گا چنانچہ یہی ہوا کہ انعام حسین صاحب ایٹہ سے بدل کر اناؤ ضلع میں حاکم تحصیل صفی پور ہوگئے اور شکایتی رپورٹ لاپتہ ہوگئی۔

ایک ابدال وقت کی گواہی (۳۲۸) قاضی فدا حسین صاحب رحمانی ایٹہ

کیا کہ ایک ابدال وقت بزرگ نے ہم سے حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ کے بہت اوصاف و مدارج خصوصی بیان کئے حقیر نے پوچھا کہ جو مرتبہ حضرت مولانا بابا کا ہے وہ ان کے بعد کسی اور کو بھی خدا سے مرحمت ہوا ابدال وقت نے فرمایا کہ خود مولانا بابا کی چونکہ دعا تھی اس لئے مولانا احمد میاں صاحب کو یہ درجہ مرحمت ہوا ورنہ ان کو بھی نہ ملتا۔

میرے پیر ابھی مرے نہیں جاتے (۳۲۹) پیرا رام چندر تحصیل اترولہ کے کچھ مریدین آستانہ آنے لگے حاجی شرافت اللہ خاں رحمانی کی والدہ بھی یہ سنکر آمادہ ہوئیں مگر وقت مقررہ پر وہ روانہ نہ ہوسکیں ہمراہیوں کو بھی ٹھہرنا پڑا جب دوسرے دن بھی روانگی نہ ہوئی تو ہمراہیوں نے شکوہ کیا والدہ حاجی جی نے کہا کہ کوئی میرے پیر ابھی مرے نہیں جاتے جو ہرج ہو جائے گا تیسرے دن وہ سب روانہ ہوکر آستانہ پہنچے دادامیاں نے حاجی جی کی والدہ سے فرمایا ابھی کیوں آئی ہو سب کو روکے رکھا ہوتا تمھارے پیر ابھی کوئی مرے نہیں جاتے۔ وہ بہت نادم ہوئیں۔

مردم خور گھوڑا (۳۳۰) نواب مظفر علی صاحب گنجر اوآبادی کا راسی گھوڑا بدمعاش ہوکر دو تین آدمیوں کی کھوپڑی چبا چکا تھا اتفاق سے گھوڑے نے بستی کے نیاز علی کی کھوپڑی پھر منہ سے پکڑلی اور لیکر بھاگا ادھر حویلی سے دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ مسجد تشریف لارہے تھے یہ منظر سامنے آیا آپنے گھوڑے سے فرمایا یہ کیا کرتا ہے چھوڑ دے گھوڑے نے فوراً اس کو چھوڑ دیا آپنے اس کو بلاکر دیکھا جہاں دانت لگے تھے اپنا لعاب دھن لگا دیا فوراً خون بند ہوگیا اور وہ شخص جلد اچھا ہوگیا ساتھ ہی گھوڑا بھی اسیوقت سے ایسا سیدھا ہوگیا کہ بکری کی طرح [illegible] لئے پھرا کرتے۔

[illegible] پیام سے فرار (۳۳۱) فرید احمد خاں فیض آبادی نے کہا کہ

میرے گھر میں جنّاتوں نے ایسا ستایا کہ نہ جانور زندہ بچے نہ اولاد بچی جب سات نفر مر گئے تو صرف ایک لڑکا اور بیوی رہ گئے میں نے مولانا شاہ نیاز احمد رحمانی سے کہا انھوں نے فرمایا سوائے مولانا احمد میاں صاحب کے کوئی فتح نہ پا سکے گا میں نے گنج مراد آباد شریف حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم یہاں سے جا کر اتنا کہہ دینا کہ سیدھی طرح بھاگتے ہو تو بھاگ جاؤ ورنہ ہم کو آنا پڑا تو کیا رہ جائے گی میں نے یہی پیام کہا سب طرح امن ہو گیا پھر تین برس کے بعد پانچ اولادیں بھی آپ کی دعا سے خدا نے دیں اور جانور بھی خوب بڑھے پلے۔

پالکی پر سفر دریا (۳۳۲) حکیم عبد الغفّار صاحب رحمانی گنج مراد آبادی نے کہا کہ ایک بار دادا میاں صاحب نے اکدم طیاری سفر فرما دی حکم دیا کہ جلد کہاروں کو لاؤ ہم سندیلہ جائیں گے چودھری فتح علی کی طبیعت بہت خراب ہے میں اور دو خادم ساتھ ہوئے غوث گنج ندی میں برساتی پانی کی زیادتی سے پار جانا مشکل تھا نا وقت آمد سے ملّاح وغیرہ بھی نہ تھے میں نے صورت حال عرض کی دادا میاں نے فرمایا تم بھی کس بکھیڑے میں پڑے ہو میرا ناخدا میرے پاس ہے اور بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا فرما کر کہاروں کو حکم دیا کہ پالکی لے چلو ہمراہیوں سے فرمایا پالکی تھامے چلے آؤ ایک فٹ سے زائد پانی ندی بھر میں کہیں نہ پڑا کہار اور ہمراہی معمولی پانی کی طرح پار ہو گئے پالکی کے بھی پائے نہ بھیگے۔

واقعہ امام علی رحمانی (۳۳۳) دادا میاں علیہ الرحمہ کے وصال شریف کے بعد امام علی رحمانی جو مولانا بابا کے بچپن سے خادم تھے ایک شب اپنے گھر سے مسجد کو پچھلے حصہ شب میں آ رہے تھے اتفاق سے مٹھائی کی دوکان کے پاس ان کو دو سفید پوش شخص ملے ان کے پاس شیرینی بھرا ایک ٹوکرا رکھا ... ان حضرات میں سے ایک نے امام علی سے کہا کہ یہ ٹوکرا اٹھا لو ...

مزدوری پہنچا دو گے امام علی نے ٹوکرا سر پر رکھا اور ہمراہ چل دیئے باغ پنچکی کے اندرون باغ جا کر ایک سفید پوش نے ٹوکرا اتار کر رکھوایا اور امام علی کو چار روپے دے کر واپس کرنا چاہا امام علی نے کہا کہ نہ میں نہ روپیہ لوں گا نہ یہ ساتھ چھوڑوں گا تا وقتیکہ جہاں شیرینی تقسیم ہوگی وہاں مجھکو بھی نہ لے چلیں ہر چند ان سفید پوشوں نے سمجھایا لیکن امام علی نہ مانے تو ایک سفید پوش نے فرمایا بھائی یہ حضرت مولانا کے خادم ہیں اس لئے آپ جا کر اطلاع کریں میں ان کے پاس کھڑا ہوں دوسرے سفید پوش اندرون باغ گئے اور یہ ماجرا وہاں بتایا ان کو اجازت ملی کہ امام علی کو ساتھ لیتے آؤ امام علی پھر ٹوکرا اٹھا کر باغ کے گنج شہیداں پر آ گئے جہاں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے خلیفہ صاحب کا مزار شریف ہے امام علی نے دیکھا کہ زمین پر فرش بچھے ہیں جا بجا گاؤ تکیہ لگے ہیں متعدد بزرگان گاؤ تکیوں سے لگے بیٹھے ہیں یکایک ان کی نظر دادا میاں اور مولانا بابا صاحبان پر پڑی تو امام علی چلا پڑے کہ ہائے مولانا بابا ہائے دادا میاں تم سب کو چھوڑ کر یہاں آ گئے ہم سب تمھارے فراق میں مرے جلتے ہیں اتنے میں ایک سفید پوش بڑھے اور امام علی کو قریب لیجا کر بٹھا دیا تھوڑی دیر تک وہاں جو گفتگو مجلس میں ہوئی وہ امام علی کی سمجھ میں نہ آئی پھر سبکو شیرینی تقسیم ہوئی امام علی کو جب شیرینی ملی تو یہ اس کو لیکر اور رونے لگے کہ ہم تو آپ دونوں کو بلا ساتھ لے گھر نہ جائیں گے نہیں تو جان دیدینگے اتنے میں دادا میاں نے فرمایا امام علی ایسی باتیں نہ کرو ہم اور بابا تمھارے ساتھ چلتے ہیں امام علی بھی مولانا بابا اور دادا میاں کے ساتھ چلے دیکھا کہ مسجد میں امام علی کھڑے اور مولانا بابا و دادا میاں اپنی اپنی نشست گاہوں پر بیٹھے ہیں امام علی خوش ہو کر زور زور سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو ہمارے مولانا بابا اور دادا میاں زندہ سلامت موجود ہیں کون کہتا ہے کہ پردہ کر گئے امام علی کی طرف جب حاضرین مسجد مخاطب ہوئے ... نظر دکھائی دیا نہ امام علی کو اب یہ منظر دکھائی دیا۔ امام علی نے رونا شروع کر دیا

اور ایسی حالت بیخودی طاری رہی کہ اس واقعہ کے تیسرے روز ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو امام علی کا انتقال ہو گیا۔

نظر سے صحت کوڑھ (۳۳۴) احسان علی ساکن سرائے میراں (قنوج) حاضر خدمت ہوئے سلطان علی رحمانی لکھنوی باربر نے بیان کیا کہ میں دادا میاں کی حجامت بنا رہا تھا کہ اطلاع ہوئی کہ ایک شخص احسان علی کوڑھ میں مبتلا آئے ہیں ہاتھ اور پیر کی انگلیاں گر چکی ہیں گندہ پانی ٹپکا کرتا ہے دادا میاں نے فرمایا کہ خانقاہ کے کونہ میں ٹھہرا دو بعد مغرب ان کو کھانا بھیجا پھر عشا پڑھ کر دادا میاں احسان علی کے پاس گئے ان کو غور سے دیکھا فرمایا چادر اوڑھ کر سو جاؤ کسی سے بات نہ کرنا تقریبا چار بجے شب سے پہلے احسان علی کی آنکھ کھلی تو ہاتھوں اور پیروں کی سب بھلے چنگے طور پر انگلیاں موجود ہیں کچھ دیر احسان علی ساکت رہے پھر سجدۂ شکر میں گر پڑے جب دادا میاں مسجد تشریف لائے تو احسان علی قدموں پر گر پڑے مرید ہوئے دادا میاں نے فرمایا نماز کی پابندی اور شکر خدا کبھی نہ بھولنا۔

پیدائشی نامردی کی مردمی (۳۳۵) سلطان علی رحمانی مذکور جو دادا میاں کی خدمت خصوصی میں رہا کرتے تھے یہ بھی بیان کیا کہ میری برادری کے لوگوں سے واجد علی ساکن ردولی آستانہ آئے مجھ سے ملے کہا کہ پینتیس ۳۵ برس ہو چکے پیدائشی نامرد ہوں علاج سے عاجز جینے سے تنگ ہوں آخری امید پر آیا ہوں میں نے ان کو تسلی دی جب میں دادا میاں کے سر پر تیل لگانے لگا تو عرض کیا کہ برادری والوں میں میرا منہ سامنے نہیں ہوتا وہ چوٹ کرتے ہیں کہ خدمت میں رہ کر بھی اتنا نہ کر سکے دادا میاں نے ایک پان منگا کر اول کچھ چبایا پھر واجد علی سے فرمایا کہ اس کو کھا جاؤ۔ واجد علی گھر روانہ ہوئے گھر پہنچنے سے پہلے ہی صحیح قوت مردانہ پائی ٹھیک نویں ماہ لڑکا پیدا ہوا اوس کو لے کر حاضر خدمت ہوئے عقیقہ کیا اسیطرح تین اولادیں ان کے اور ہوئیں سب کے عقیقہ آستانہ پر کئے گئے

مردہ کی زندگی (۳۳۶) غالب علی رحمانی ساکن پیلی بھیت نے دادا میاں صاحب کی خبر آمد پائی تو محمد ابراہیم صاحب رحمانی جیلر کے مکان پر ملنے آگئے تھوڑی دیر بعد ان کے قریبی مکان سے رونے کی آواز آئی حاضرین متعجب ہوئے کہ ایک شخص روتا آیا اور غالب علی سے کہا کہ تمھارا سولہ سالہ لڑکا کوٹھے سے گرا کچھ دیر بعد مر گیا غالب علی کو سنتے ہی غش آ گیا بڑی دیر بعد ان کو ہوش آسکا تو دادا میاں کے قدم پکڑ لئے کہا کہ میرا لڑکا خدا سے دلائیے دادا میاں غالب علی کے گھر لڑکا دیکھنے گئے جس کو ایک چادر اڑھا دی گئی تھی دادا میاں نے چادر ہٹا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ہاتھ پھیرا تو لڑکے نے آنکھ کھول دی کچھ دیر دیکھا کیا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہانتک کہ اس کی شادی ہوئی صاحب اولاد ہو کر انتقال ہوا۔

نابینا کی بینائی (۳۳۷) خورشید علی رحمانی ساکن تھلینڈی کے حاضر خدمت ہوئے عرض کیا آنکھ کے ڈاکٹر نے بھی جواب دیا ہے تین برس سے بینائی جاتی رہی دادا میاں نے فرمایا کہ ڈاکٹروں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے خدا جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے بعد عشا آپ نے خورشید علی کو بلایا شہد میں سلائی ڈبو کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و کحی عیسیٰ روح اللہ پڑھ کر سلائی پر دم فرمایا اور ان کی آنکھوں میں لگوا دی پھر ایک پٹی باندھ کر سو جانے کا حکم دیا صبح جب خورشید علی اٹھے تو پہلے سے قوی بینائی موجود تھی بڑی خوشی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے دادا میاں نے فرمایا شہد آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دوا ہے۔

مال مسروقہ کی واپسی (۳۳۸) امداد علی رحمانی ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی اپنی بیوی اور ہمشیر کو دادا میاں سے بیعت کرانے روانہ ہوئے بیوی نے کہا اتنا بڑا گھر یہ سامان ایک ملازم پر چھوڑنا مناسب نہیں امداد علی نے کہا اول تو ایک شب کی ... پھر تک دوسرے روز آجائیں گے باقی ہم جب پیر کے پاس جارہے ہیں

وہ خود اس کی نگرانی رکھیں گے یہ لوگ آستانہ آئے دادا میاں نے امداد علی کی ہمشیر
و بیوی کو مرید کیا لیکن فجر میں اول وقت واپسی کا حکم دیدیا مجبوراً امداد علی تڑکے
روانہ ہوئے گھر جو آئے نوکر بہت بدحواس ملا کہا کہ زیور و نقدی چوری ہوا کچھ
امداد علی بھی پریشان ہوئے ایک رشتہ دار نے چوٹ کی کہ بیوی اسی لئے منع کرتی
تھی مگر تم نے نہ مانا۔ رات کو جب سوئے تو امداد علی نے خواب میں دیکھا کہ ایک چور
نقدی و زیورات قریبی باغ میں ایک بیری کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر دبا
رہا ہے اور دادا میاں علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں تم کو اسی لئے جلد واپس کر دیا تھا اپنا مسروقہ
مال اٹھا لیجاؤ۔ امداد علی جلدی سے اٹھے اور بتائی ہوئی جگہ سے کھود کر اپنا مال مسروقہ
گھر لائے جس طرح پہلے رکھا رہتا تھا اسطرح نقد و زیورات رکھکر باہر آکر سو رہے
عورتیں بیدار ہوئیں تو کوٹھری کچھ نکالنے گئیں دیکھا کہ زیور و نقدی سب موجود ہے
امداد علی کو بلا کر ماجرا بتایا وہ بولے کہ ہم نہ کہتے تھے کہ پیر صاحب خود نگرانی کریں گے.

چور کا خود مال واپس کرنا (۳۳۹) کرم علی خاں رحمانی قائم گنج نے کہا کہ دادا میاں صاحب
قبلہ فرخ آباد تشریف لائے میں بھی مع اہلیہ و دختران مرید ہونے حاضر ہوا۔
مرید ہونے کے بعد دادا میاں نے فرمایا کہ کرم علی ہمارے پاس لیٹنا میں اس شرف پر
بہت خوش ہوا بعد عشاء پیر دبا کر سو گیا نصف رات بعد آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو
مکان مسکونہ کے عقبی حصہ پر پایا اس عالم حیرت میں جیسے موڑ پر پہنچا مکان کے
پیچھے حصہ میں نقب کا گھیرا دیکھ کر اور بدحواس ہو گیا اتنے میں چور کو نقب سے
نکلنے کی آہٹ پاکر دبک کر کھڑا ہو گیا کچھ منٹ بعد چور نکلا اور مجھکو مسروقہ پلندہ
دے کر کہا کہ تم ادھر سے بھاگو میں ادھر سے بھاگتا بڑے باغ پہنچتا ہوں وہاں حصہ
تقسیم کریں گے میں مال لیکر گھر میں آیا سب کو جگا کر حال پوچھا ہر طرح خیریت
بتائی گئی کرم علی نے وہ نقدی و زیورات مسروقہ سب کے سامنے ڈال
کہا کہ تم لوگوں نے ہم کو تباہ کرا دیا تھا مگر پیر و مرشد نے بچا لیا۔ نقب بند

مع فرخ آباد حاضر خدمت ہو کر ماجرا بتایا

چور مع مال مقید (۳۴۰) انیس احمد رحمانی ساکن بہانی ضلع ہردوئی کچھ افراد خاندان
کے ساتھ آستانہ دادا میاں سے مرید ہونے آئے اور دو یوم کا حفاظتی بندوبست کر دیا
دادا میاں نے شب آمد میں مرید فرما کر صبح ۹ بجے دن سبکو رخصت کر دیا تاکید کی کہ راستہ
میں کہیں نہ ٹھہریں یہ لوگ یہاں سے روانہ ہو کر بیلوں کو آرام دینے کچھ ملاواں ٹھہرے مگر
بلگرام پہنچکر رشتہ داروں کے اصرار پر اور لوگ ٹھہر گئے مگر انیس احمد کسی طرح نہ ٹھہرے تقریباً
گیارہ بجے شب کے بعد اپنے گھر آئے ان کے مکان میں ایک چور یہ سمجھکر کہ آج شب واپسی
نہ ہوگی چوری کو گھسا کوٹھری میں زیور و نقدی باندھکر رکھے تھے کہ اکدم کوٹھری کا دروازہ
بند ہو گیا چور بہت پریشان ہوا کہ خود بخود قید ہو گیا اتفاق سے انیس احمد اپنا اسلحہ
رکھنے کوٹھری میں آئے کنڈی لگی دیکھ کر گھبرائے کوٹھری کا دروازہ کھول کر جیسے
اندر گھسے فوراً چور نے قدم پکڑ کر کہا کہ پہلے میری بات سن لیجئے پھر جو جی چاہے کرنا میں
واقعی چوری کے ارادے سے آیا یہ مال باندھا اتنے میں ایک بزرگ آئے فرمایا کہ مال
واپس رکھدے تو رہائی پائیگا ورنہ یہیں بند رہیگا یہ فرماتے ہی دروازہ باہر سے
بند ہو گیا اب میں انھیں بزرگ کی قسم کھاتا ہوں کبھی چوری نہ کروں گا چھوڑنا نہ چھوڑنا
آپ کا کام ہے انیس احمد نے کہا وہ میرے پیر ہیں میں بھی تم کو چھوڑے دیتا ہوں

شرکت ابدالان شام (۳۴۱) منشی امتیاز علی صاحب رحمانی کاکوروی وزیر بھوپال
ریاست تھے نواب بھوپال کے ساتھ مصر و شام کی سیر کو گئے ہوئے تھے اتفاق سے
شام کے شہر باہر کچھ مقامات دیکھنے گئے نماز مغرب کا وقت ہونے لگا تو منشی جی پانی
کی تلاش میں چل پڑے کہ وضو کر کے پھر ساتھیوں سے مل جاؤں گا تلاش
پانی میں نصف میل نکل گئے مگر پانی نہ ملا منشی جی واپس ہونے والے تھے کہ دیکھا کہ
بزرگ صورت حضرات اکدم نمودار ہوئے ریت کے ایک تودے پر سے
ریت سرکائی کہ پانی کا فوارہ چلنے لگا وہ دونو حضرات وضو کرنے لگے

یہ دیکھ کر منشی جی بڑھے کہ میں بھی وضو کرلوں پاس آکر سلام کرکے کہا میں بھی پانی کی تلاش میں سرگرداں تھا اجازت ہو تو پانی پی کر وضو کرلوں ایک بزرگ بولے کہ تم کہاں سے آ ٹپکے ہم کو یوں ہی دیر ہو گئی ہے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کا گنج مرادآباد میں قبل مغرب ابھی وصال ہو گیا ہے ہمکو جلد پہنچنا ہے لو جلد وضو کرلو اگر تم بھی چلنا چاہو تو ہم ساتھ لئے چلیں۔ منشی جی نے عرض کیا کہ میں حضور کے ساتھ تو نہ جا سکوں گا کیونکہ دوسری پابندی میں آیا ہوں بس وضو کئے لیتا ہوں منشی جی نے جیسے ہی وضو ختم کیا ایک بزرگ نے دوبارہ اس پانی پر ریت ڈالی وہ بند ہو گیا اور وہ دونو حضرات اکدم غائب ہوگئے۔ منشی جی نے کہا کہ میں نے یہ تاریخ اور وقت خیمہ پر آکر نوٹ کرلیا اور پیر و مرشد کے وصال کو سنکر دعا کرتا رہا کہ جلد خدا واپسی کرادے اتفاق سے دوسرے روز ہی نواب صاحب بھوپال واپس بھوپال ہو گئے میں بھوپال سے رخصت لیکر آستانہ شریف چلا اور وصال کے دسویں روز پہنچا تو آستانہ پر فاتحہ دسواں میں شریک ہوا پھر دادامیاں سے تصدیق وقت کی تو وہی بائیس ربیع الاول سنہ ۱۳۱۳ھ قبل مغرب کا وقت تھا۔

مرید کی قوت نسبت (۳۴۲) نبی داد خاں صاحب رحمانی فرخ آبادی نے بیان کیا کہ مجھے شکار کا بہت شوق تھا خصوصاً پرندوں کے گوشت کے بغیر پیٹ نہ بھرتا امیر علی خاں رحمانی رئیس گڑھی کمنہ فرخ آباد کے ساتھ بھی اور کبھی ان کی بندوق لے کر پرند مار لایا کرتا اتفاق سے ایک دن میں امیر علی خاں رحمانی کی بندوق لیکر ہریل مارنے گیا ایک پیڑ پر دو ہریل دیکھے میں نے فائر کیا ایک وہیں گرا جسکو ذبح کرلیا دوسرا اڑ کر ایک پیڑ پر پھر بیٹھ رہا میں یہ سمجھکر کہ اسکے کچھ بچھڑے لگے ہیں دوبارہ اسکو مارنے پہنچا فائر کیا وہ گرا ذبح کرکے لایا دونوں کو پکوا کر کھانے بیٹھا پہلا لقمہ کھایا تو معلوم ہوا کہ آنتیں الٹی نکلی پڑتی ہیں وہ گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاق سے بلی نکلی میں نے دو تین بوٹیاں اسکے آگے ڈال دیں۔ بلی نے جیسے ہی

کھایا لوٹنے پوٹنے لگی آخرش بلی نے بوٹی اگل دی تو کچھ دیر میں ٹھیک ہو کر بھاگ گئی یہ ماجرا دیکھ کر میں نے وہ گوشت ایک کونہ میں پھینک دیا سو رہا خواب میں دیکھا ایک بزرگ آئے فرمایا کہ جب تم نے ایک ہریل مار لیا تھا تو دوسرا وہاں سے اڑکر ہماری پناہ میں آگیا تھا تم نے کیوں مارا مجبور ہیں کہ تمھاری نسبت مریدی بہت قوی ہے ورنہ یہی حال تمھارا ہوا ہوتا میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور شکار سے ہمیشہ کی توبہ کرلی۔ دوسرے روز آستانہ حاضر آیا تو مولانا بابا نے فرمایا مثنوی مولانا روم سے دل بہلایا کرو اس روز سے میں نے مثنوی کا شوق کرلیا (۳۴۳) ریاض احمد صاحب رحمانی فیض آبادی ڈسٹرکٹ جج تھے بیان کیا کہ مجھے شکار کا بے حد خبط تھا دورے پر میں قریب مغرب چہل قدمی کر رہا تھا کہ کچھ طاؤس دکھائی دیئے میں جلدی بندوق لیکر پہنچا اور فائر کردیا۔ ایک خوشنما مور گرا جلد پہنچکر اس کو اٹھایا ٹیلے پر سے جیسے نیچے اترا میرے ہاتھ سے مور غائب سامنے ایک شخص زخمی ٹانگ پر پٹی باندھے لیٹا تھا۔ میں بہت ڈر گیا یا فضل رحمٰن المدد پڑھنے لگا کچھ دیر بعد وہ منظر غائب ہوا نہ وہ زخمی شخص تھے نہ خوف باقی تھا سامنے خیمہ نظر آیا جلد وہاں پہنچا اور اسی وقت شہر کی طرف صبح آنے کا وعدہ کرکے چلا آیا رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ وہی زخمی شخص آئے فرمایا کہ تمھاری مریدی کی نسبت فضل رحمانی کی قوت سے مجبور ہیں ورنہ تمھاری بھی ٹانگ توڑ دیتے۔ میں نے اسیوقت شکار سے عمر بھر کی توبہ کرلی۔ (۳۴۴) مرغوب عالم صاحب رحمانی ڈپٹی کلکٹر بلند شہر والے اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھکو بچپنے سے شکار کا سودا تھا تقریباً پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد اور والدہ کیساتھ آستانہ فضل رحمانی آکر حضور اعلیٰ مولانا صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ سے مرید ہوا حضور اعلیٰ نے بیعت کرنے کے بعد فرمایا اتوار کے دن اور جمعہ کو قبل جمعہ شکار نہ کھیلنا چاہئے۔ حتی الامکان میں اسکا اتفاق سے میرے ایک دوست فضل الرحمٰن خاں ڈپٹی کلکٹر شاہجہانپوری

جن کا نام محرومی اولاد سے حضور اعلیٰ کی دعائے ولادت سے آپکے نام نامی پر رکھا تھا آگئے اور شکار کا پروگرام بنا دیا میں نے بتایا کہ مجھکو یہ ہدایت مرشدی ہے شاہجہانپوری صاحب نے کہا کہ اتفاقاً ایسا کرلینے سے کیا حرج ہوجائے گا مجبور ہوکر شکار کو گئے پیلی بھیت کا علاقہ شیر پور جیسی مشہور شکارگاہ میں صبح سے عصر تک پرند بھی نہ ملا عصر کی نماز و ناشتہ سے فارغ ہوکر پھر شکار کو چلے تھوڑی دور پر چیتل کا ایک غول ملا جھاگ جھانٹ کر انہوں نے فائر کیا دوسرے پر میں نے فائر کیا دونوں چیتل گرے ایک حافظ بھی ساتھ تھے وہ بڑھے جیسے ہی ذبح کرنے کو جھکے نہ جانے کیسے اسطرح جیسے کسی نے اوپر سے پھینک دیا ہو شاہجہانپوری صاحب کی پہلے نظر پڑی ہنستے ہوئے بولے کہ وہ دیکھئے چیتل نے دولتی ماری حافظ عبدالکریم خود چیتل بنے پڑے ہیں اب وہ خود بڑھے میں بھی چلا وہاں پہونچا تو دیکھا کہ دو شخص کفن پہنے لیٹے ہیں اور دونوں کی ٹانگوں پر زخم ہے خون لگا ہے حافظ جی بے ہوش پڑے ہیں سخت سراسیمہ ہوئے واپسی کو جیسے قدم اٹھایا وہ لاش سامنے آگئی اور دوسری شاہجہانپوری صاحب کے سامنے آئی جسطرف ارادہ روانگی کرتے ادھر لاش حائل ہوجاتی میں نے حضور اعلیٰ کو یاد کرنا شروع کیا دیکھا تو شاہجہانپوری صاحب بھی مدہوش گرے پڑے تھے۔ میں نے ملازم کو آواز دی وہ اور ڈرائیور آئے اب جو دیکھا تو حضور اعلیٰ کو پکارتے ہی نہ وہاں کفنائی دونوں لاشیں تھیں نہ دونوں چیتل تھے حافظ جی اور خانصاحب کو اٹھا کر موٹر میں لادا جائے قیام آنے پر ان کو ہوش آیا تو وہ لاش وہ کردہ بدحال ہوجاتے بہ مشکل کپڑے بدلا کر میں ان دونوں کے ساتھ گنجرادآباد شریف روانہ ہوا اپنے ساتھیوں کو افاقہ دیکھا مگر کم سم حال باقی تھا آستانہ پہونچا حضور اعلیٰ سے بیٹھتے ہوتے ہی آپنے فرمایا یہاں کیوں آئے اتفاقاً ایسا کرلینے سے کیا حرج ہوجائے گا۔ میں

معذرت کی سب لوگ ٹھیک حالت میں ہوئے واپسی پر رات کو میں نے اور خانصاحب نے ایک ہی خواب دیکھا کہ ہم دونوں اسی جنگل میں ہیں وہ دونوں لاشیں پڑی ہیں اور حضور اعلیٰ قدس سرہٗ زخموں پر پٹی باندھ رہے ہیں اس کے بعد آپ روانہ ہوئے ایک لاش نے فرمایا اپنی فضل رحمانی نسبت سے آج تو بچ گئے مگر اب شکار ان دنوں میں نہ کھیلنا ہم لوگوں نے ان سے عہد کرلیا۔ آنکھ کھلی تو اپنا اپنا خواب ایک پایا پھر سخت پابندی رکھی۔

دسواں باب

مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب

کوڑھ سے شفائے کامل (۳۴۳) محمد شیر خاں رحمانی کے بھائی جنگی خاں رحمانی بھیکم پورہ فرخ آباد کوڑھ میں مبتلا ہوکر بری حالت میں آگئے ہاتھوں پیر کی انگلیاں غائب بدبودار مادہ بہتا رہتا اتفاق سے چھوٹے بابا صاحب ہدایت میر خاں رحمانی کے وہاں تشریف لائے مگر جنگی خاں کی بابتہ کہنے کی ہمت نہ ہوسکی ہدایت میر خاں نے جنگی خاں کو یہ ترکیب بتائی کہ جب چھوٹے بابا صاحب جمعہ پڑھا کر باہر نکلیں تم سلام کرلینا چنانچہ جب چھوٹے بابا صاحب جمعہ پڑھا کر باہر آئے جنگی خاں نے سلام کیا آپ فوراً ٹھہر گئے اور ہدایت میر خاں سے فرمایا تم نے ہمارے ساتھ بہت برا کیا پھر کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا جنگی خاں سے پوچھو اچھے ہونے پر نماز کی پابندی رکھے گے جنگی خاں نے وعدہ کیا آپنے فرمایا جاؤ خدا جو کرے گا وہ دیکھ لو گے مولوی عبدالغفار عرف بکو خاں رحمانی ٹڈا خیل نے کہا کہ ایک ہفتہ پورا نہ ہو پایا کہ جنگی خاں بالکل اچھے ہوگئے ہاتھوں [illegible]ـنگلیاں تندرستوں کی مانند موجود تھیں کچھ عرصہ تو جنگی خاں نے نماز کی

پابندی رکھی لیکن پھر چھوڑ دی تو وہ کوڑھ اس بری طرح شروع ہوا کہ دونو ہاتھ کلائی سے دونوں پیر ٹخنوں سے ٹپک گئے بالآخر مر گئے۔

اجابت دعائے فریقین (۳۴۴) چودھری محمد سلیم اللہ صاحب رئیس بلاسپور ھیا گھاٹ دادا میاں علیہ الرحمہ سے مرید ہیں اسوجہ سے چھوٹے بابا صاحب قدس سرہٗ ان کا بہت خیال رکھتے تھے ایک بلاسپوری شخص سے ایک غیر مقامی کا مقدمہ تھا چودھری صاحب نے اس بلاسپوری کے لئے سفارش کی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا جاؤ خدا تم کو کامیاب کرے ہم نے دعا کر دی بلاسپور سے جب چھوٹے بابا صاحب دربھنگہ کے اطراف میں گئے دوسرا فریق مقدمہ کامرانی مقدمہ کے لئے خواہش مند ہوا حضرت نے فرمایا خدا کامیاب کرے مقدمہ میں یہ فریق عدالت اول سے کامیاب ہوا بلاسپوری ہار گئے چودھری صاحب نے عرض کیا کہ ہم نے تو ان کے لئے دعا چاہی تھی یہ ہار گئے چھوٹے بابا صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ فلاں جگہ ایک شخص طالب دعا ہوا تھا مگر یہ راز نہ بتایا تھا اگر چھوٹی عدالت سے وہ جیتا ہے تو اب بڑی عدالت سے بلاسپوری جیت جائیں گے چنانچہ یہ ایسے جیتے کہ پھر اپیل ان کے خلاف نہ ہو سکی۔

حضرت مخدوم دانیال ستاری (۳۴۵) ڈاکٹر سید محمد رضوان رحمانی کے عقد میں ان کے والد مولوی عبدالرحمن رحمانی درگاہ بیلا نے چھوٹے بابا صاحب کو مدعو کیا وقت مقررہ حضرت تشریف لائے جبکہ وکیل اور شاہد آچکے تھے اور ان سے تصدیق ہو چکی تھی اک دم چھوٹے بابا صاحب برآمدہ سے اتر کر حضرت مخدوم دانیال ستاری علیہ الرحمہ کے مزار شریف کی جانب کچھ قدم بڑھکر چند منٹ خاموش کھڑے رہ کر پھر واپس آئے اور خطبہ دیکر ایجاب وقبول کرایا بعد نکاح پوچھا کہ حضرت یہ کیا اسرار تھا چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ مخدوم دانیال ستاری قدس سرہٗ کی اولاد سے ہو وہ فقیر کے پاس ملاقات کو آئے تو میں استقبال کو بڑھا۔ کچھ حاضر

کرادہ۔ یہ وجہ تھی جو باوجود دن ہونے کے ہم لوگوں نے بھی ایک سلائٹ جیسی چمک دیکھی تھی۔

خلاف ہوتا مقدمہ موافق ہوگیا (۳۴۶) ڈاکٹر سید محمد جمیل صاحب رحمانی بلاسپوری نے چھوٹے بابا صاحب سے عرض کیا کہ ہمارے ایک دوست کی کل تاریخ فیصلہ ہے پیشکار سے خفیہ علم ہوا کہ مقدمہ کا فیصلہ خلاف ہو رہا ہے بابا لاج رکھیے یہ سنکر کچھ دیر چھوٹے بابا نے سکوت کیا کیفیت میں جھومتے رہے پھر فرمایا کہ جاؤ کل فضل رحمانی دیکھ لینا اور فیصلہ فتح کیا اطلاع تار سے دینا ہم نے خدا کی عدالت میں تمہاری اپیل کر دی ہے جب صبح ہوئی ایک دوسرے شخص سے فرمایا کہ تم پوسٹ آفس جاؤ فتح کا تار آرہا ہے میرے پاس لیکر آؤ چنانچہ موافق فرمودۂ حضرت تار آیا کہ مقدمہ بھی فتح ہوا اور ڈگری بھی ملی حضرت نے فرمایا میرے معبود تیرا شکر ہے کہ فقیر کی لاج رکھ لی حاضرین اس کرامت پر دنگ رہ گئے۔

سرکش جنات جوتا دیکھکر فرار (۳۴۷) حضرت امام الکلام عارف باللہ مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ سب سے اول بار جب بلاسپور ھیا گھاٹ تشریف لائے تو وقت مقررہ کی ٹرین چھوٹ جانے سے مکتوبہ وقت نہ پہنچنے سے مخلصین دوسری اطلاع کے انتظار میں اسٹیشن آپ کو لینے نہ گئے آپ دوسری ٹرین کر آگئے ڈاکٹر سید جمیل صاحب جو اس وقت کمسن تھے آپ کو تشریف لاتے دیکھکر بڑھے ادب سے سلام کیا آپ نے پوچھا چودھری کلیم اللہ صاحب رحمانی کا مکان کدھر ہے ڈاکٹر جمیل صاحب نے کہا تشریف لے چلئے میں پہنچا دوں جیسے ہی حضرت مسجد کے پاس پہونچے مریدین دوڑ پڑے آپنے اول نماز پڑھائی پھر کلیمی منزل مقیم ہوئے شام کو ماسٹر عبد اللطیف صاحب رحمانی جو دادا میاں قبلہ سے مرید تھے نے عرض کیا کہ فلاں کی لڑکی پر ایک سرکش جنات قبضہ کئے سبکو ستا رہا ہے بھگائے کسی کے [illegible] چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا ہمارے یہاں آنے کے بعد بھی اس کمبخت کی

یہ جرأت کہ خود نہیں بھاگا اچھا یہ ہمارا جوتہ لیجا کر اس کو دکھا دو جیسے جوتا لے کر اس
لڑکی کو دکھایا وہ لڑکی چیخی کہ میری خبر حضرت صاحب کو کیوں کر دی اچھا اب
میں ہمیشہ کے لئے جارہا ہوں مگر تم لوگ حضرت صاحب سے میرا باادب سلام کہکر
مجھکو معافی دلادو جنات ہمیشہ کے لئے اس گھر سے چلا گیا اور قریب دو دور اس
کرامت کا شہرہ ہوگیا۔

دعائے قحط بارش (۳۴۸) قاضی محی الدین صاحب رحمانی رودہولی قاضی
نے بیان کیا کہ میرے علاقہ میں بارش نہ ہونے سے سخت خشک سالی کے اثرات تھے
اتفاق سے میرے وہاں چھوٹے بابا صاحب تشریف لے آئے میں نے یہ کیفیت
عرض کی آپ نے آسمان کی طرف دست دعا اٹھائے چند منٹ نہ گزرے تھے کہ سیاہ
بادل اٹھا اور تیز بارش مسلسل چھ گھنٹہ ایسی ہوئی کہ ندی نالے بہہ نکلے آپ سے
پھر عرض کیا کہ حضور بارش کھلنے کی دعا کریں حضرت نے پھر دعا کو ہاتھ اٹھائے
چند منٹ میں بارش رک کر دھوپ نمودار ہوگئی۔

شیخ دیوبند کا بیان (۳۴۹) چھوٹے بابا صاحب بلاسپور تشریف
لایا کرتے ہی تھے ادھر کانگریسی زور ہوا تو شیخ
دیوبند جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کا بھی ادھر دورہ ہونے لگا۔ سعدی
صاحب درگاہ بیلا عاقل صاحب و عتیق اللہ صاحب بلاسپوری انکے ہمخیال
ہوگئے چونکہ چھوٹے بابا صاحب مولود شریف قیام و سلام و فاتحہ کے مبلغ تھے
اس بنا پر اشخاص مذکور نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا سید اسکندر صاحب
درگاہ بیلا برادر مولوی محمد سلیمان صاحب رحمانی نے شیخ دیوبند کو لکھا کہ مذکورہ
اشخاص نے مولود شریف و قیام سلام و فاتحہ جائز ماننے کی بنا پر مولانا شاہ
محمد نعمت اللہ میاں صاحب قبلہ کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے امر واقعی کیا
ہے؟ شیخ دیوبند نے جواباً تحریر کیا کہ "حضرت مولانا شاہ محمد نعمت اللہ

(زید معصوم) شہزادے ہیں موصوف کے پیچھے تو میری نماز جائز ہے یہ لوگ کیوں نہیں
پڑھتے چنانچہ پھر اشخاص مذکورہ بھی پڑھنے لگے۔" یہ تحریری جواب اہلیہ بابو
مختار صاحب رحمانی مسمی بی بی عارفہ رحمانی چمپا باغ دربھنگہ کے پاس محفوظ ہے

حبیب اللہ صاحب اور دو روپیہ (۳۵۰) مولوی محمد حبیب اللہ صاحب
رحمانی ٹانڈوی حضور اعلیٰ مولانا بابا قدس سرہ کے بڑے صادق و عاشق زار
مریدین سے تھے۔ شیخ دیوبند نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ میرے
والد مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رحمانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں قصبہ بانگرمئو کے
اسکول میں معلم تھا بانگرمئو آستانہ رحمانیہ سے پانچ میل ہے برابر اپنے پیر و مرشد
مولانا بابا قدس سرہ کی خدمت میں حاضری و ٹھہرنے کی سہولت رہتی ایک روز
مولوی حبیب اللہ صاحب آئے تو مولانا بابا نے فرمایا کہو سب خیریت ہے
مولوی حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا اور تو سب خیریت حضور کی دعا سے ہے
لیکن پورے ماہ خرچ کی مشکل رہا کرتی ہے مولانا بابا قدس سرہ نے
مولوی حبیب اللہ صاحب نے دو روپیہ مرحمت کرتے ہوئے فرمایا یہ لو
اللہ تعالیٰ برکت دے۔ شیخ دیوبند وضاحت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب
فرمایا کرتے تھے کہ مولانا بابا کے اس دو روپیہ مرحمت فرمانے کی یہ کرامت جاری رہی
کہ والد صاحب جس قدر بھی خرچ کیا کرتے سب جیب سے خرچہ نکلتا آتا اور وہ دونو
روپے ان کے پاس ہمیشہ رہے۔

ڈیڑھ لاکھ سے زائد قرض ادا علاقہ رہا (۳۵۱) نواب معید مرزا صاحب
تعلقدار اورنگ آباد نے کہا کہ میں کمسنی میں جب سوا مادری سایہ کے پدری
و مادری سایہ سے محروم ہوگیا تو خواجہ شفیق الرحمن خانصاحب رحمانی ایڈوکیٹ
چیف کورٹ لکھنؤ کے زیر تربیت تعلیم حاصل کر کے چھوٹے بابا صاحب قبلہ سے
عرض کی کہ علاقہ بیشتر سے گروی ہے ڈیڑھ لاکھ سے زائد قرضہ

سابقہ ہے حضرت نے فرمایا تم بے خوف اورنگ آباد اپنی قدیمی جگہ پر رہو میں
تم کو فضل رحمانی کے حوالے کرتا ہوں بفضل رحمانی تم سارا قرضہ بآسانی ادا کرو گے
اور علاقہ بھی چھوٹ جائے گا چنانچہ یہی ہوا کہ میری سب جائداد خلاف امید
بہ آسانی چھوٹ کر میرے قبضہ میں آگئی اور مذکورہ قرضہ جس فیض مرشدی سے
ادا ہو کر مجھے بچ رہا بیان سے باہر ہے۔

دشمنوں کا ہتھیار چھوٹ جانا

(۳۷۴) سعید مرزا صاحب رحمانی
بیان کرتے ہیں کہ چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ میری بلا اطلاع بچا صدیق
مرزا صاحب رحمانی سابق تعلقدار اورنگ آباد کے وہاں تشریف لائے مجھکو
خود اطلاع کرائی میں حاضر آیا تو حضرت نے مجھکو دیکھکر فرمایا بیٹا سعید مرزا
سب خیریت ہے میں نے عرض کیا کہ دشمنی کا یہ عالم ہے کہ آتے جاتے وقت
اسلحہ لئے دشمن حملہ کی تاک میں لگے رہتے ہیں میں تنہا ہوں چھوٹے بابا صاحب نے
فرمایا کہ ان دشمنوں کے ساتھ دولت ہے تمہارے ساتھ فضل رحمانی نصرت ہے
بفضل رحمانی تمہاری شان تعلقداری اسی شان سے رہیگی۔ پس یہی ہوا کہ ہر قدم
پر تائید فضل رحمانی میری دستگیر رہی دشمن بھری بندوق لئے تاک میں
بیٹھے جب میں ادھر سے گذرتا تو اسلحہ کام نہ کرتا ہاتھ سے گر جاتا چند بار
اسیطرح ناکام ہو کر وہ دشمن مجھ سے ملے اور بتایا کہ جب ہم حملہ کا ارادہ کرتے ایک بزرگ
مکلف لباس پہنے نہ جانے کدھر سے آکر ڈانٹ دیتے تو بدن تھرتھرا کر اسلحہ نہ چلتا ہاتھ
سے چھوٹ جایا کرتا۔

کرامت دیگر

(۳۷۵) قاضی فرید احمد صاحب رحمانی ایڈ پیشکار عدالت تھے
اس میں ایک ملازم پولیس اس جرم میں ماخوذ ہو کر آیا کہ اس نے اپنے محکمہ سے سرکاری
اوور کوٹ غائب کر کے ایک خیاط سے اپنے بچوں کے کوٹ بنوالئے اور وہ موقع پر
پکڑا گیا دوران سماعت مقدمہ چھوٹے بابا صاحب ایٹہ تشریف

اس ملازم پولیس نے مجھے گھیرا میں نے حضرت ممدوح کی خدمت میں اسکو پیش کر کے
سفارش کی حضرت نے اس کو ہدایت کی کہ ہر وقت تا فیصلہ یہ شعر پڑھتا رہے ؎
اَللّٰہُ رَبُّنَا یَا کُلَّ عَبْدٍ سَابِقٍ ۔ سُلْطَانُ کُلِّ الْاَوْلِیَا یَا شَیْخ
عَبْدَ الْقَادِرِ ۔ چنانچہ اہل اثر نے دیکھا کہ وجود ثبوت کافی حاکم عدالت کا سزا کی جانب
قلم نہ چلتا تھا اور کئی بار تجویز ترمیم ہو کر بالآخر حاکم کو بری کرنا پڑا ایسے واضح ثبوت
کے بعد بھی بریت سے ایٹہ میں عقیدت کے ڈنکے بج گئے۔

پیشین گوئی وصال

(۳۷۶) حاجی محمود عالم صاحب علوی رحمانی کہ میرے لڑکے
زبیر عالم کی بات پختہ جس دن ہوئی اسی روز چھوٹے بابا صاحب مفتی بھولے میاں صاحب
کو ساتھ لئے فیض آباد آگئے مجھکو بڑی مسرت ہوئی عرض کیا کہ میری خواہش ہے
کہ آپ کو عقد پڑھنا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ خدا مبارک کرے عقد تو آپ کے مفتی
بھولے میاں پڑھیں گے ہم ساتھ رہیں گے اتفاقات ایسے ہوئے کہ حضرت کے
پردہ فرمانے کے تیسرے سال عقد ہو سکا اس وقت ساتھ رہیں گے کا مفہوم
سب پر واضح ہو سکا کہ خبر جدائی پہلے ہی کر دی (۳۷۷) سعید مرزا صاحب رحمانی نے
بیان کیا کہ ایک بار سیتاپور میں چھوٹے بابا صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا
تو میں نے اپنی والدہ کی سے قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی آپ نے فرمایا تم آج روانہ
ہو جاؤ مفتی بھولے میاں سلمہٗ کا انتظار ہے وہ آجائیں تو ہم دوسرے دن پہنچیں گے
چنانچہ دوسرے دن آپ مع مخدوم زادہ صاحب تشریف لائے مجھے میری تنہائی
اور بے وجہ دشمنی پر والدہ نے عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ جسطرح تم میری عزت
کرتی ہو اس لئے میں اس ہستی کو تم سے ملانے لایا ہوں جس کی میں عزت کرتا ہوں
ام السعید مرزا سلمہٗ کا ہاتھ نور چشم بھولے میاں سلمہٗ کے ہاتھ میں آج سے دیتے ہیں
اب سعید مرزا تنہا نہیں میری والدہ کہ محویت سے مفتی شاہ بھولے میاں صاحب سے

ملیں پھر عرض کیا اپنے معید کے گھر بسانے کی فکر تو کیجئے حضرت نے فرمایا ابھی اسمیں کچھ دیر ہے لیکن یہ سب کام نور چشم بھولے میاں سلمہٗ انجام دینگے ٹھاٹھ سے لنگر تقسیم کریں گے صرف ہم موجود نہ ہونگے۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر والدہ صاحبہ نے میری شادی کے لئے لکھا تو یہی مذکورہ جواب تین برس قبل وصال تحریر فرمایا۔

(۳۵۶) بارہ نومبر ۱۹۵۵ء کو جب چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ علاج کو لکھنؤ جانے لگے تو حضرت نے اپنے والد ماجد اور دادا صاحبان کے مزارات کی طرف سلام کرتے ہوئے الوداع اب ان آنکھوں سے یہ سب دیکھنا نصیب نہ ہوگا چنانچہ لکھنؤ میں وصال ہوگیا۔ (۳۵۷) بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے نو ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ کو خواب دیکھا کہ حضرت غوث دوراں مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رح کا وصال ہوگیا ہے تجہیز و تکفین ہو رہی ہے چنانچہ شب دس ربیع الآخر آپ کا وصال اسکی تعبیر ہوئی۔ (۳۵۸) سید محمد صالح صاحب رحمانی ساکن ایرایاں خدمت معالجہ میں تھے ۱۵ کی فجر میں دوا پیش کی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا کہ تم کو دوا کی پڑی ہے یہاں حیات و موت میں جھگڑی ہے اچھا ہم سب سے رخصت ہوتے ہیں ہمارا سلام آخری ہے اسی شب کی فجر دس ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ چار بجے صبح بیدار ہوئے استنجے سے فراغت کے بعد کچھ باتیں کرتے رہے پھر بوقت فجر نماز ادا کی سلام پھیر کر پھر سر بہ سجدہ ہوئے اور اسی نیاز حق میں یوم جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء سر بہ سجود راہی دار بقا ہوئے نیز وصال سے ایک ہفتہ قبل فرمایا کہ ہم کو دس بزرگ لینے آئے ہیں ہم چلے جسکو میں نے یوں نظم کیا ہے۔

تو شہید وصل ہستی من شہید جستجو — تو بہ باطن دیدہ ای من آنچہ جویم کو بہ کو
من چہ گویم چیست لذت در فغان و آرزو — لذۃ للشاربین یا ہم مئے اللہ ھو
تو بہ وصلے داری ز من دیگر حیات و امتیاز — من گرفتارم بہ دنیا۔ تو ز دنیا بے نیاز

شرکت ارواح مقدسہ | (۳۵۹) گھر سے غسل دیکر جسوقت آپکا

نماز کو لایا جانے لگا تو کافی تعداد میں سفید بے داغ کبوتر مسجد کے پھاٹک پر آکر بیٹھ گئے اور جبتک جنازہ قبر میں نہ رکھ گیا وہ کبوتر موجود رہے جیسے ہی صندوق قبر پر تختہ رکھا گیا تمام ہندو مسلم حاضرین نے ان کو پرواز کرتے دیکھا کچھ کبوتر آگے بیٹھے اڑ گئے بعد از نماز :: کیا کہیں شرکت کو آئے کون تارے نور کے

(۳۶۰) نہلانے اور منہ دیکھنے پر اکثر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت کی دونوں آنکھیں کبھی کھلی کبھی بند ہوتی تھیں میں نے ایک بار بہ نظر اخفا آنکھوں کو ہاتھ سے بند بھی کر دیا پھر بھی لوگوں نے یہ منظر دیکھا۔ تمام ہندو مسلم حاضرین مشاہدہ کرتے رہے ہیں کہ وصال کے وقت سے دفن تک حنا جیسی خوشبو مہکتی رہی بعد دفن قبر کی مٹی سے گلاب تازہ جیسی خوشبو چند روز تک رہی۔

رحمت حق کی نوازشیں | (۳۶۱) نعش مبارک پر دہ نورانی عالم کہ خواب استراحت نظر آتا بدن اسقدر ملائم کہ جدھر چاہو گھما پھرالو۔ گردن اسقدر بلند کہ دور حیات میں کبھی نہ تھی اور سطح جسم سے ایک بالشت اونچی رہتی جو کہ سنی کی شہید علامت ہے شب تاریک میں اندرون قبر گیس جیسی روشنی کہ قبر کا ریزہ ریزہ نظر آتا حنا و گلاب کے عطر چھڑک دینے سے جیسی خوشبو پھوٹی پڑتی تھی ؎

مست و بیخود عطر بیزی سے تھے سارے زائرین
قبر میں رکھے گئے جب یہ دلارے نور کے
نعش تربت میں اترتے ہی ہوا محسوس یہ
فرش پر گویا اتر آئے ستارے نور کے

(۳۶۲) شب دفن کو میں اشکباری کی حالت میں سو گیا خواب دیکھا کہ چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمۃ ایک پھول دار خوشنما جبہ جسکے گلے و آستین پر مخمل لگے پہنے ہوئے انگور نوش فرما رہے ہیں داہنے حضرت مولانا بابا۔ بائیں حضرت دادا میاں صاحبان ہیں (۳۶۳) فنائے عشق پندرہ جنوری ۱۹۵۶ء کو

میں کراچی آیا منشی اکبر علی خانصاحب رحمانی مجھ سے ملنے آئے یہ بیان کیا کہ مجھے یہ رنج دامنگیر ہوا کہ بہت جلد حضرت عالی کا وصال ہوگیا رات کو خواب دیکھا کہ حضرت عالی تشریف لائے فرمایا کون کہتا ہے کہ ہم مر گئے بفضل خدائی ہم یہاں دنیاوی سے بہتر حیات میں ہیں ؎

مونے کہ ز عشق است نہ موت است حیات است

من مات من العشق فقد مات شهیدا،

(۳۸۶) جس شب حضرت سپرد خاک ہوئے اس رات میں عام طور سے سب نے دیکھا کہ آسمان سے کافی ستارے بار بار ٹوٹ رہے ہیں

حسن معاشرت ومساوات | (۳۸۷) مال و دولت حضرت عالی کی نظر میں بے حقیقت اور نگاہ توکل خداوندی پر رہا کرتی ساری آمدنی ضرورتمندوں کی امداد پر صرف کر دینے سے برابر مقروض رہتے شادی یا غمی کی مجلسوں میں جب بھی شرکت کرتے بلا کچھ دیئے خالی نہ لوٹتے آپ کی اس شان سخا سے لوگ جاویے جا فائدہ اٹھاتے مگر آپ مسکرا دیتے اکثر ایسا ہوا کہ سائل کو اپنا لباس اتار کر دیدیا خود صرف رومال باندھ لیا نیز خود بھوکے اٹھ گئے اور اپنا کھانا تک سائل کو دیدیا (۳۸۸) ایک ہندو حجام کو پرانے مخالفوں نے مدعی بنا کر فرضی مقدمہ دائر کرادیا حکم ریت کے دن مدعی کو چپ کھڑا دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے وہ بولا کہ کرایہ تک مقدمہ میں نہ بچا۔ آپ نے دس روپیہ مدعی کو دیدیئے آٹھ ہمراہیوں کے کرایہ لاری میں کمی پڑتی وہ گھر آکر ادا کی ایک جوگن دوا لے رہی تھی دوا فروش پورے دام لینے پر اڑا تھا آپ نے پوری قیمت دے کر پانچ روپیہ اور دیکر فرمایا کہ اسکا دودھ وغیرہ پلانا (۳۸۹) حسن عبادت وعلمیت کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ سفر و حضر اور بیماری میں بھی تین بجے سے شب بیداری و تہجد و ذکر و شغل و نعت رسالت ناغہ نہ ہوسکی۔ نماز اول وقت ادا کرتے اہتمام نماز خود

کرتے اور حاضرین کو بھی اسکی تلقین آداب مسجد و عبادت آیات قرآنی کے مطالب و نکات کی تعلیم فرماتے قدرت نے جامہ زیبی ایسی بخشی تھی کہ اپنی مثال تھی مگر امامت نماز کے وقت آپ پر تکلف لباس پہنتے فرماتے کہ بڑے بے نیاز کی حاضری ہے جو اس نے عطا کیا اسکے اثر نعمت کا شکر "اظہار لازمی ہے ہر کس و ناکس کے سلام میں سبقت کرتے ماموں چچا بھائی کہہ کر مخاطب کرتے عشق خدا و رسول کی مستی و سرور عام طور سے آپ میں نمایاں ملتی مسئلہ تصوف ہے کہ اللہ تعالی کی ذات سرور خالص ہے اسی واسطے عارف حق اپنے اندر ایسا سرور محسوس کرتا ہے کہ غم دنیا اسکو متاثر نہیں کر سکتے بلکہ عارف تو فانی بہ خویش باقی بہ حق ہو کر عطائے الہی سے ہوا کرتا ہے (۳۹۰) اردو فارسی میاں جی برکت اللہ اور عربی علوم ملا سید اولاد حسین ملانوی سے بقیہ تکمیل اپنے والد ماجد سے کی کتب بینی کا از حد شوق تھا اسی کا یہ رنگ مہارت تھا کہ عام بول چال بھی آپ کی بلیغ ہوتی آپ کی تحریر و تقریر و حسن خطابت مخصوص عطیہ الٰہی تھیں آواز اتنی دلکش تھی کہ سننے والے پر کیف چھا جاتا اذکار رسالت اسرار طریقت لطیف پیرایہ میں بیان کرنا آپ کا خاص حصہ تھیں

آہ وہ شیریں دھن شیریں سخن شیریں زباں ؛ آہ وہ پر جوش و مستانہ ترا طرز بیاں

بہہ رہا ہو معرفت کا جیسے بحر بے کراں ؛ لاکھ دریائے تصوف جسکی تہہ میں تھے نہاں

جسکی سوچوں میں نہاں تھا نغمۂ وحدت کا راز ؛ مست لے سے جسکی نکح اٹھتا تھا خود الفت کا ساز

(۳۹۱) مولانا بابا علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ میں چار ربیع الاول ۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے دس ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء یوم جمعہ بوقت فجر فریضۂ فجر میں سر بہ سجدہ واصل بحق ہوئے۔ عمر ستر سال ہوئے مولانا بابا نے آپ کا نام محمد نعمت اللہ رکھا۔ آٹھ برس مولانا بابا کی اور تیس برس اپنے والد ماجد کی صحبت میں رہے آپ کی امامت میں بائیس برس آپ کے والد ماجد نے نماز پڑھیں

[illegible] درجات ۳۹۲ ننھا خاں رحمانی ولد نعمت خاں رحمانی فتحپور

حمزہ نے خواب میں چھوٹے بابا کا مقام رفیع الشان دیکھا کہ مکلف لباس پہنے
پرتکلف شامیانے میں تشریف فرما ہیں تو وہ حیرت زدہ ہوئے اس پر چھوٹے بابا
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم کو اس فضل رحمانی پر حیرت کیوں ہے ہمارے گھرانے
کی زندگی میں درجات نہیں کھلتے بلکہ پردہ کے بعد نمایاں ہوتے ہیں ذرا اپنے بڑے
بابا کو زمین میں آنے دو پھر بلندی درجات وفیض عام کی بارش دیکھنا محمد نظیر خان
رحمانی فتحپور خالصہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا کافی تصدیقات ہیں اتنا ہی کافی ہے

گیارھواں باب مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب

پیدائش و تعلیم (۳۹۳) آپ کا نام مبارک محمد رحمت اللہ مولانا بابا نے رکھا اردو
فارسی میاں جی برکت اللہ سے اور علوم ملا سید اولاد حسین صاحب ملانوی سے پڑھے
مشکوٰۃ و ترمذی و موطا امام محمد مولانا بابا سے باقی احادیث و تفسیر اپنے والد ماجد
سے پڑھیں۔ آپ کی یہ واحد خوبی تھی کہ آپ کی تحریر مختصر و سادہ ہوتے ہوئے
بڑی جامع و عمیق اور موثر ہوا کرتی۔ اکثر اہم باتوں اور نکات کا جواب مثنوی و
کلام جامی و حافظ شیرازی و شیخ سعدی قدس سرہم کے اشعار سے دیدیا کرتے۔
فارسی نعتیہ اشعار کے ساتھ تلسی داس کبیر داس کا ہندی کلام گیان دھیان آپکی
عام بول چال تھی۔ دادا میاں صاحب نے جب آپ کو امامت سپرد کی تو چند سال
ہی میں بڑے بابا کو لقوہ کا حملہ ہوگیا تو آپ نے چھوٹے بابا صاحب کو امامت سپرد
کردی انتہائی پرہیز و احتیاط سے آپ کا لقوہ دور ہو چکا تھا آخری سالوں میں
بڑے بابا صاحب مریدین کو عرس میں خطاب بھی کرنے لگے تھے آپ کی ایسی تقاریر
مختصر ہی کیا تھیں بڑی ٹھوس اور نکات شرعیہ کا حل لئے ہوتے اہتمام طہارت آداب
عبادت احترام مسجد و مزار خود بھی پوری طرح رکھتے اور عوام و خواص پر بھی گرفت رکھتے
خلاف سنت وضع ننگے سر والوں سے مسجد کے کنوئیں پر بے احتیاطی کی

ہونے اپنی خاندانی روایات امتیازی کو آپ نے حیات تازہ بخشدی تھی۔ اتباع
سنت کا نمونہ عمل و قول سے درخشاں رہتا اول وقت ادائیگی فرائض اور عشاء
اول وقت ادا کر کے لیٹ جاتے امراض شدیدہ کے باوجود تین بجے شب بیدار ہو کر
بعد فراغت مصروف مراقبہ و اذکار رہتے امراض کی تکلیف کا اثر گو چہرے سے ظاہر
ہوتا مگر زبان سے اظہار نہ ہونے دیتے توکل الٰہی و مستقل مزاجی اتنی پختہ تھی کہ
اہم معاملات کا بھی احساس نہ کرتے بلکہ خود سب کو تسلی دیا کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ
بہترین مدبر لاجواب ہیرا چھوٹے مفکر پابند اصول تھے ہیبت حق کا یہ عالم تھا کہ برابر کے
لوگ بھی بات کرنے کی ہمت نہ پاتے آپ کے رنگ فقر میں دبدبہ سلطانی کا سماں رہتا
(۳۹۴) چہرہ مبارک گول کشادہ پیشانی نکھرتا رنگ پرکشش رخ زیبا ہوتے ہوئے
بھی بے حد بادبدبہ تھا کرتہ تہ زیب فراخ گھا عام لباس تھا کبھی گول ٹوپی کبھی
دوپلی بسا اوقات عمامہ پہنتے مرض گٹھیا سے روئی کی صدری روئی کا لبادہ آخر تک
مستعمل رہا قلبی شکایت کی وجہ سے ترکاریاں مرغوب تھیں کھانا طرح طرح سے
پکانے کا شوق تھا لیکن پکانے کے بعد تھوڑا کھا کر سب دوسروں کو یہ کہہ کر کھلا
دیتے کہ یہ تم لوگوں کیلئے پکایا ہے (۳۹۵) بسا اوقات لوگ توجہ میں بٹھانے کیلئے
اصرار کرتے مگر آپ عمدگی سے ٹال جاتے لیکن مخصوص مریدین اس راز سے واقف
تھے کہ بڑے بابا صاحب سے کچھ طلب کرنے کا وقت تہجد سے اشراق تک ہے
ایک بار سید عبدالجبار صاحب ایڈووکیٹ و قدیر الحسن صاحب ایڈووکیٹ خواجہ مدحت نور
صاحب ایڈووکیٹ و پرنسپل خواجہ سید ابوالقاسم و ماسٹر سید غلام مصطفےٰ و سید حسن مرتضیٰ
اور مولوی بابو و عبدالفتاح حکیم صاحبان مریدین وغیرہ صلاح کر کے توجہ کے لئے
بیٹھ گئے حکیم صاحب نے کہا کہ ہم سب میں کوئی ایسا نہ تھا جو یہ تھوڑی توجہ برداشت
کر سکا ہو اور دو تین یوم بخار سی کیفیت میں نہ رہا ہو (۳۹۶) آپکی شان نظم و اصلاح
[illegible] اگرچہ مربیانہ نظر کڑی ہوتی مگر عفو و درگذر بھی فوری ہو جاتی لیکن یہ کڑک

اس لئے ہوتی کہ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو بہت محبوب رکھتے ہیں اتر لانے نہ لگے آواز قدرتاً بڑی
زعبدار بھی ایسے دشمن جانی جنھوں نے الزام بلوہ وقتل تک لگائے جھوٹی شہادتیں دیں یا
ان کو بھی آپ نے بے تکلف معاف کر دیا مظلوموں کی حکام سے سفارش کرتے فرضی سائلوں
سے ناراض رہتے مستحقین کو بلا بلا کر یوں مدد کرتے کہ یہ لو اور گھر کا انتظام کرکے میرے کام
سے جانے پر طیار ہو رہو۔ پانے والے بروقت نہ جان پاتے مجبوروں کی خفیہ امداد جاری
رکھتے سیکڑوں کی خانہ آبادیاں مکمل سامان سے اپنی طرف سے کر دیتے مگر نام اسی کا
ظاہر کرتے (۲۹۷) درس مثالی موجودہ دور میں پیری و مریدی میں جو اعتراضی
شکل پیدا کر دی گئی ہے بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے لئے ایسا اصلاحی قدم
فرمایا کہ قول و عمل دونوں سے ثابت کر دکھایا کہ مرشدی کیا ہے جسنے پیروں کیلئے بھی ایک
درس مثالی قائم کر کے اعتراضی طریقہ کو تحسینی و اعترافی لباس اپنے چھیالیس سالہ دور سجادگی
میں پہنا دیا اہل مشاہدہ ہی اسکا لطف و امتیاز جانتے ہیں نیز ۱۸۹۵ء کے مقدمات
بلوہ و الزام قتل بھی رہے اہم تعمیرات بھی ہوئیں تبلیغ و اشاعت کتب بھی
ہوئی مگر فضل رحمانی آستانہ کو خدا نے یہ امتیاز بخشا کہ آستانہ سائل نہ ہوگا بلکہ آستانہ
کے سب سائل رہے۔

واقعات پُرملال | (۲۹۸) ۱۹۶۰ء سے بڑے بابا صاحب پر مختلف امراض
کے حملے رہنے لگے ناجائز فائدہ کے متمنی مختلف اسکیم سے چندہ بازی کو نکل کھڑے ہوئے
آپ کو علم ہوا تو صاف صاف مریدین سے تحریراً و تقریراً اعلان کر دیا کہ اگر میری اولاد بھی
کوئی اسکیم امداد یا چندہ لے کر آئے کھانا تک اسکو نہ دیجئے اس طرح واپس کرو کہ یہ دروازہ
ہمیشہ بند رہے بس جسکو سعادت خدمت خدا دے براہ راست آستانہ بھیجنے کے سوا ہرگز
کسی کو نہ دے جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری علیہ الرحمۃ تین سو روپیہ ہر سال
عرس شریف میں دوسرے کے ہاتھوں روانہ کرتے تھے کافی سال وہ غائب رہا مگر بڑے
بابا صاحب نے کبھی پرواہ نہ کی مولانا مونگیری کے خط سے یہ راز کھلا جبکہ آ...

پریل ۱۹۶۲ء میں جب کانپور کے علاج سے افاقہ نہ ہوا تو آپ الحاج کرنل عبدالحفیظ احسان
احب رحمانی کی کوٹھی واقع امانی گنج لکھنؤ میں مقیم ہوئے کرنل صاحب کو چھٹی نہ
ل سکنے پر انھوں نے اپنے چچا و چچی و اہلیہ کو تیمارداری پر مامور کیا اور الحاج راجہ
شفیق الرحمان خاں رحمانی ایڈوکیٹ چیف کورٹ لکھنؤ خبر گیری پر وقف ہوئے
ڈاکٹر حاجی عبدالجلیل فریدی رحمانی نے بکمال خلوص علاج ہی نہیں کیا بلکہ دوا خانہ
قف علاج کر دیا۔ جب بھی کوئی اہم معاملہ آ پڑتا بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ بس یہ فرما دیتے
ناب توکل کا خدا خود میر سامان ہے یا کارساز ما بفکر کار ما. کہہ دیتے اور ہر منزل
ار ہو جاتی لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ کہنا جتنا آسان ہے اس سے زائد آسان نبھا
ر آپ نے دکھا دیا۔ وصال سے دس یوم قبل آپ کو دواؤں سے نفرت ہو گئی۔
استغراق رہنے لگا لیکن اوقات نماز و عبادت اسی طرح جاری رکھے اور مریدین
بھی ہدایت نماز فرماتے رہے آپ کیفیت میں جھوم رہے ہیں کہ اکدم فرمانے لگے
ے آئیے ادھر بیٹھیے پھر آنکھ کھول دی کچھ بات کر لی چند بار بڑے بابا نے مصافحہ
نے کے بطور دونوں ہاتھ بڑھائے لوگ اسکا دوسرا مطلب سمجھے وہ جھپٹے تو آنکھ
ول کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اتفاق سے ہاتھ کی رگ میں انجکشن ضروری ہوا آپ آمادہ
ہوتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ دوا خواہ نہ پیجئے مگر یہ انجکشن لگوا لیجئے بڑے
بانے فرمایا تم بھی پڑھے لکھے ہو کر نادانی کرتے ہو اسکے بعد ہم سے دوا کیلئے ہرگز نہ کہنا
ب دوا غذا دونوں ختم ہے پھر انجکشن لگوایا. بعد ظہر فرمایا بھولے میاں تمھارے
ڈاکٹر فریدی نے گھی کھانا روک دیا جس سے خشکی بڑھ رہی ہے میں نے کہا ابھی ان کے
آنے پر پوچھ لیں گے آپ نے کہا سب بیکار ہے تم گھر روانہ ہو کر ہمارا انتظام کرو
ای وقت کی ریل سے چلے جاؤ۔ پھر فرمایا شفیق الرحمن نہ آئے ہوں تو بلاؤ اتفاق
ے راجہ شفیق الرحمن صاحب آ گئے آپ نے فرمایا ادھر بیٹھو کچھ وصیت کرنا ہے
لگے پھر آنکھ بند کر کے خاموش رہے چار مئی چہار شنبہ کو میں گھر پہونچا کہ شام

کو آدمی آیا کہ بابا صاحب جمعہ چھ مئی کو آ رہے ہیں ان کا انتظام رکھئے میں سوچنے
لگا کہ سب کچھ گھر پر ٹھیک ہے مگر بعد میں سمجھے پانچ مئی جمعرات کو محمد عمر رحمانی
سے بڑے بابا نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو۔ منشی عبدالبر خاں صاحب کو
ابھی لیکر جاؤ اور ٹیکسی کرایہ پر طے کر کے خبر دو ہم کو امانت سپرد کرنا ہے۔ ٹیکسی کا
انتظام شام کو ہوا پایا فرمایا فجر پڑھ کر چلیں گے۔ جمعہ چھ مئی کو دس بجے دن آپ
آستانہ آ گئے جو دیکھتا شاش پاتا لوگ خوش کہ آپ کو صحت ہو گئی تھوڑی دیر
بعد فرمایا بھولے میاں ہم مونگ کی کھچڑی کھائیں گے مولوی محمد میاں کھچڑی لائے
ہیں چار چمچہ کھلا سکا فرمایا بس الحمدللہ سنت مرشدی پر دنیا چھٹی۔ حاضرین سے
ان کی خیریت پوچھ کر فرمایا جمعہ کی طیاری کرو (۳۹۹) گیارہ بجے پیر پھیلائے میں بڑھا کر
لٹا دوں آپ نے کمر کی طرف اشارہ کیا میں نے پشت پر آ کر جیسے دونوں مونڈھے
دابنے کو تھامے بڑے بابا نے اس طرح ٹیک لگائی کہ میرے سینہ سے پیٹ تک آپ کی
پشت آ گئی دفعتاً یہ معلوم ہوا کہ میں دبا جا رہا ہوں سوچتا ہوں کہ اتنا وزن بابا میں کب
سے آ گیا اتنے میں ایک ٹھنڈی لہر کرنٹ کی طرح میرے جسم میں سرایت کر گئی جس سے
مجھے اپنا سنبھالنا مشکل ہو گیا جیسے ہی میرا ذہن اس حوالۂ امانت کے مقصد
پر پہونچا آپ خود اٹھ پڑے فرمایا کہ ہمارے کپڑے بدلواؤ ہم مسجد میں جمعہ جماعت کر
پڑھیں گے میں اٹھا مگر عجیب کیفیت میں بے قابو رہا۔ عبدالمجید خاں گنج مرادآبادی
آ گئے مسرت سے بولے کہ بفضلہ بابا اچھے ہو گئے میں نے کہا کہ کاش ایسا ہو سکتا آپ
اسکو محسوس بھی نہیں کر سکتے جو ہم سمجھ رہے ہیں جدائی سر پر ہے۔ وہ بولے ہم کو
بھی دنیا کا تجربہ ہے میں نے کہا دنیا کا تجربہ اور ہے مگر بابا کا تجربہ اور ہے اتنے
میں بڑے بابا نے پوچھا کیا بات ہے مولوی محمد میاں نے کہا کہ عبدالمجید خاں اور
بھائی جان میں کچھ جھنجھٹ ہو رہی ہے آپ نے سب کو مسجد جانے کو کہہ کر
مجھے بلا کر رازداری سے فرمایا کہ تمھیں تو بہت باتوں میں صبر کرنا ہے ابھی

سے جی ہارتے ہو پھر بات بدل کر فرمایا ہم کو مسجد لے چلو میں نے کہا آواز امام یہاں
تک بخوبی آتی ہے نقاہت کے سبب بیٹھ کر یہیں گدی پر پڑھ لیجئے بڑے
بابا نے فرمایا کہیں تو فتویٰ لگانے سے باز آ جایا کرو چلو خطبہ پڑھو (۴۰۰)
بعد جمعہ نصف گھنٹہ لیٹے رہے فرمایا تم حقہ پی آؤ۔ چلنے کو چل دیا مگر جی نہ لگا
دس منٹ ہی میں واپس آیا تو آپ کے تنفس میں لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ صاف معلوم ہوتا تھا کبھی زبان سے سلام قولاً من رب رحیم
کہتے کچھ دیر بعد دونوں ہاتھ مزار شریف کی طرف اٹھائے لوگ سمجھے استنجے کو اٹھنا
چاہتے تو ایسے ہی اشارہ کرتے اٹھا کر چوکی پر بٹھانے لگے آپ نے بیٹھانا چاہا پھر
دونوں ہاتھ مزار شریف کی طرف اٹھائے اب میں نے سب کو روک کر دونوں ہاتھ
بغل میں دے کر جیسے سادھا تو آپ نے سارا بوجھ میرے اوپر ڈال دیا یکدم اس وزن
کے آنے سے میں نے اپنا توازن سنبھال کر جو دیکھا تو آپ بڑے غور سے مجھ کو دیکھ کر بولے
ہم سب دیکھتے رہیں گے خدا حافظ اتنے میں مولوی محمد میاں نے دوا زکال کر لٹانے
کو کہا جیسے لٹا دیا ربِّ رحیم سنائی دیا انا للہ وانا الیہ راجعون میں اس نصیحت
میں ایسا کھویا کہ اب تک کھویا ہوا ہوں ؎

ہے مری کوتہ نظر کو آج اسکی جستجو ٭ تھیں نگاہیں جس کی مرشد میں اللہ ہو
تھا رواں حسنین کا جسکی رگوں میں کچھ لہو ٭ نیک سیرت نیک صورت نیک طینت نیک خو
جس کا دل تھا پہ سکوں لا تقنطوا کی یاد سے ٭ مطمئن تھا آیت لا یخلف المیعاد سے

(۴۰۱) پس از پردہ بدن بے حد ملائم چہرہ حیات سے زائد نورانی ایک لطیف عالم خواب
روز روشن کے باوجود قبر کی نورانیت محسوس ہوئی لوسی کی دھوپ چاندنی معلوم ہوتی ہر ہندو
مسلم کی زبان پر جاری کہ آپ نہیں گئے ہم سب کو مردہ کر گئے چونکہ آپ خود بڑے صاحب
ضبط تھے اسلئے کیفیات عشق و مستی ظاہر نہ ہونے پاتی تھیں آپ عموماً جھومنے لگے
کبھی واہ یار رے ضبط نہ رہنے پر نکل جاتا جن لوگوں کے دل میں خطرات

ہوتے سنائی واقعات سے ان کا جواب پہلے ہی دیدیتے حاضرین کو حدیث سالک
حقیقت محمدیت بڑے سہل انداز میں سمجھا کر اسکا گرویدہ بناتے ۔

اسقدر تھے آپ پیارے رضائے مصطفیٰ ؛ ہر ادا تھی آپ کی محو ادائے مصطفیٰ
فضل رحمٰن سے رہی وقف ولائے مصطفیٰ ؛ وقف ساری زندگانی تھی برائے مصطفیٰ
ان کو عشق خاص نے پہنچا دیا دربار تک ؛ خود بخود سب اٹھ گئے پردے حریم یار تک

مختصر کرامات

(۴۰۲) آستانہ پر مبیوں کا فاتحہ ختم ہو کر مریدین رخصت ہو چکے تھے دو چار رہ گئے تھے کہ سخت بارش ہونے لگی ایک گھنٹہ بعد رکی تو مجھ کو نیز ماسٹر احمد علی رحمانی و ماسٹر عماد الحسن رحمانی کو کانوں میں بابا کی آواز محسوس ہوئی بیٹھے کیا کرتے ہو قبر میں پانی آتا بند نہیں کرتے دونوں صاحبان نے ہم سے کہا پھر ہم سب نے جاکر دیکھا تو قبر کے پیتانے سے پانی گیا تھا قبر شریف پر پردہ تان کر اس کی درستی کرائی خوشبو سے دماغ اڑا جا رہا تھا پانی داہنے پاؤں تک رہا کفن خشک اور پہلے سے شفاف تھا آپ کا مزار حاجی چیمہ صاحب رحمانی گیانے بنوایا (۴۰۳) طاعونی گلٹی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب قدس سرہما نے فرمایا کہ اگر طاعونی گلٹی نکل آئے تو کڑوے تیل اور گلٹی پر سورۂ لایلاف دم کر کے ملتا رہے چند بار یہ عمل کرے بفضلہ گلٹی غائب ہو جائے گی (۴۰۴) بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ سب سے بڑا ولی کون ہے تو مولانا احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ جس کو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنا زائد عشق ہے اتنا ہی بڑا وہ ولی ہے (۴۰۵) راز شیطانی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ ایک بزرگ کی شیطان سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ وہ کون بات ہے جس سے تم شیطان بنے شیطان نے حیرت سے کہا آپ کو اس راز سے کیا مطلب ہے بزرگ نے کہا کہ بجائے اسکے کہ تم مجھ سے بہت سے گناہ کراؤ جس سے تم شیطان بنے وہی کام کر کے اکدم تم جیسا شیطان بن جاؤں شیطان

ایک تو ہمیشہ خدا کی جھوٹی قسم کھانے سے دوسرے نہ خود اطاعت خدا کی نہ دوسروں کو کرنے دینے سے شیطان بنا ہوں نسخہ سہل ہے ان بزرگ نے کہا کہ خدائے پاک کی قسم ہے کہ یہ دونوں کام ساری عمر نہ کروں گا شیطان بولا کہ آپ سے مجھے خود بھاگنا چاہیے کہ مجھے دھوکا دے کر راز شیطانی معلوم کر لیا (۴۰۶) گیروا لباس: حافظ عنایت حسین رحمانی سعادت گنج لکھنؤ نے تحریری سوال کیا بڑے بابا صاحب نے جواب لکھا کہ فاروق اعظم کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر اور حضرت طلحہ کے صاحبزادے عبداللہ بن طلحہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے گیروے رنگ کی تفصیل مؤطا امام مالک میں مرقوم ہے صوفیائے گیروے اور زرد لباس اسی سند سے معمول بنائے ہیں شاہ محمد رحمت اللہ میاں ۱۴ جون ۱۹۵۵ء (۴۰۷) اس سوال پر کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو پلی ٹوپی استعمال فرمائی ہے بڑے بابا صاحب نے تحریر فرمایا کہ نفحات العنبریہ صفحہ ۵۰ پر مرقوم ہے کہ لباس اولکا رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو پلی ٹوپی پہنی ہے سفید قمیص آپ کا محبوب لباس تھا یہ دونوں فتوے حافظ صاحب کے وہاں محفوظ ہیں (۴۰۸) طریق اولیا پر نکتہ چینی :- بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ نور الحسن خاں رحمانی پھرپالی وغیرہ حاضر تھے کسی نے مجاہدات اولیا پر اعتراض کیا حضرت مولانا بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری جب احترام حدیث رسول پر ہر حدیث لکھنے پر غسل کرسکتے دوگانہ پڑھ سکتے ہیں لیکن اس کی سند حدیث سے کہیں تم پیش نہیں کرسکتے۔ پھر طریق اذکار اولیا سے تمہارا اعتراض ظاہر ہے (۴۰۹) جنات سے کہنا چھڑی لے کر آئیں گے :- محمد عمر رحمانی یار ریکھڑی کے بہنوئی دمشیرہ کو جنات نے بہت پریشان کیا یہ عرض حال کو آئے بڑے بابا صاحب نے فرمایا جاکر کہنا کہ شرافت سے چلے جاؤ تو اچھا ہے ورنہ کھجور کی کانٹے دار چھڑی لے کر آئے تو کھال بھی نہ رہے گی ان لوگوں نے واپس آکر یہی دہرایا کہ اتنا کہتے ہی وہ جنات ہمیشہ کو بھاگ گیا (۴۱۰) مولوی خادم حسین رحمانی

کوٹھی ضلع گیا نے شکایت جنات کی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ آئندہ اب آئے تو
بتانا اس دن سے وہ کبھی نہ آیا (۱۱۱) ریاست بھرواڑہ ضلع لکھیم پور کھیری میں مہاراج
فضل الرحمن خاں صاحب رحمانی نے بتایا کہ ایک سردار جنات اور اسکے چند ساتھیوں کو
بڑے بابا صاحب ہی ایسے تھے جو جلا سکے ورنہ یہ سب کے بس کی بات نہ تھی اسی طرح
ضلع گیا میں ایک شاہ اجنہ آپ بھگا چکے تھے (۱۱۲) مرید فضل رحمانی اور جنات
عبدالغنی صاحب رئیس اسلام پور ضلع گیا بڑے بابا صاحب سے مرید تھے ان کے پڑوس
میں ایک غیر مسلم حلوائی کو جنات ہلکان کئے تھا عبدالغنی صاحب ادھر سے گذر رہے
جنات نے فوراً کہا پیر بھائی السلام علیکم خاں صاحب کو بڑی حیرت ہوئی پوچھا کہ
پیر بھائی کیسے ہوئے جنات بولا کہ آپ جس دن مولانا شاہ رحمت اللہ میاں سے
مرید ہوئے اسکے بعد میں بھی بڑے بابا سے مرید ہوا میری بیوی مرید ہوئی میرے ماں
باپ دادا میاں سے مرید تھے خاں صاحب نے کہا سبحان اللہ جب آپ پیر بھائی ہیں
تو اس حلوائی کو چھوڑ دیں جنات نے کہا کہ حلوائی نے ہماری فہمائش نہ مانی بلکہ ہمارے
بھگانے کو لوگوں کو بلا لایا مگر وہ کیا بھگاتے خود بھاگ پڑے اب آپ کے لحاظ سے
چھوڑتا ہوں مگر میری قیام گاہ میں صفائی رکھے (۱۱۳) پیر مرید کے سر بالیں:
عبدالرحیم خاں رحمانی قائم گنج کا وقت انتقال آیا کہا کہ مجھے بٹھاؤ خوشبو لگاؤ
میرے پیر بڑے بابا اور دادا میاں آئے ہیں پھر وضو کیا لیٹے اور چل بسے (۱۱۴) مصافحہ
دم واپسیں۔ خواجہ حکیم جان صاحب رحمانی نور منزل گیا نے بڑے بابا سے عرض کیا کہ
وقت آخر ہے تمنا یہ ہے کہ دم آخر میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہو آپ خاموش رہے
انیس جنوری ۱۹۶۲ء کو حاضرین نے دیکھا کہ خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھ مصافحہ کے
طور پر بڑھا کر کہا الحمد للہ بڑے بابا سے مصافحہ ہو گیا پھر انتقال ہوا۔ بڑے بابا صاحب
اسی وقت تک باحیات تھے (۱۱۵) بڑے بابا اور کرسی حجی۔ رسیا بازار ضلع بہرائچ
کے مریدین بلوہ ولوٹ مار میں ماخوذ ہوئے سشن میں بحث کے دن ڈسٹرکٹ

خلاف رہا ماخوذین گھبرا کر رو پڑے بڑے بابا کو یاد کرنے لگے جو اسوقت بقید حیات
تھے جبکہ پنج میں تھا ان لوگوں نے دیکھا کہ بڑے بابا کرسی حجی پر بیٹھے ہیں۔ معمول سے
تاخیر بعد جج آیا اور سب کو بری کر دیا (۱۱۶) علی مدد رحمانی بہرائچی نے کہا کہ میں نے جو
قطعہ خریدا بموجب کاغذات سرکاری بیع غلط ہوتی تھی حاضر ہو کر عرض کی بڑے بابا نے
فرمایا ہم نے دعا کر دی۔ اول عدالت سے علی مدد ہار گئے پھر عرض ماجرا کیا بڑے بابا نے کہا ہار
نہیں ہارے گئے اپیل کرو علی مدد اپیل میں ایسے جیتے کہ مخالف کی اپیل نہ ہو سکی (۱۱۷) جو فرمایا
حاکم نے وہی کیا۔ علی حیدر صاحب وارثی ساکن گیا نے اپنے ماموں حسین امام صاحب مرار
پور کا مکان حکومت سے دس ہزار میں خریدا تھا میونسپلٹی نے اس کی قیمت بارہ ہزار اور
محکمہ کسٹوڈین نے پچپن ہزار قیمت رکھ کر مکان اپنے قبضہ میں لے لیا پٹنہ کی عدالتوں سے
علی حیدر صاحب کے خلاف فیصلہ ہوتا رہا جب وارثی صاحب نے دہلی اپیل کی وہاں
سے مقدمہ نظر ثانی کیلئے واپس ہو کر مسٹر مینن کلکٹر گیا کو فیصلہ کو بھیجا گیا وارثی
صاحب نے خواجہ مدحت نور رحمانی ایڈوکیٹ وغیرہ کی سفارشات میں بڑے بابا سے
رجوع کیا آپ نے فرمایا افضل رحمانی دس ہزار ہی میں نفع سے تمہیں کو مکان ملے گا۔
عبدالجبار صاحب رحمانی ایڈوکیٹ نے پیروی کی کلکٹر مینن نے دس ہزار بحال رکھ کر
سرکاری طور سے جو کرایہ اب تک وصول ہوا تھا وہ سب واپس دلایا (۱۱۸) اولاد پر اولاد
افضل حسین رحمانی ساکن گردائی تربیج فضل الٰہی صاحب فضلی فرخ آبادی کو سفارش
کے لئے لیکر حاضر آئے فضل الٰہی صاحب نے موقع مناسب پر بڑے بابا سے سفارش کی کہ
افضل حسین کی پچاس برس عمر ہوئی فقط ایک لڑکا آپ کے والد صاحب کی دعا سے
پیدا ہوا تھا وہ بھی بائیس برس کا ہو کر بے اولاد ہے بڑے بابا نے فرمایا کہ خدا سے
کچھ آخرت کیلئے افضل حسین مانگا کرو ہر وقت اولاد اولاد لگائے رہتے ہو۔ گھر آنے پر
اسی سال افضل حسین کے دو جڑواں لڑکے اور ان کے لڑکے رحمت حسین کے بھی دو جڑواں
[illegible] ہوئے دوسرے سال پھر رحمت حسین کے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے افضل حسین

نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ایسی دعا تو ہم نے نہ چاہی تھی پھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔
(۴۱۹) شیخ فضل الٰہی صاحب فرخ آبادی نے بتایا کہ مجھ کو پشت میں درد شدید لاحق ہو گیا حاضر آیا تو ہمت گزارش اسلئے نہ ہو سکی کہ بڑے بابا درد گھٹیا میں صاحبِ فراش تھے بس آپ کے کرتے کا دامن چھو کر مل لیا چند منٹ میں درد ایسا دور ہوا کہ کبھی پھر نہ ہوا اب یہ خطرہ ہوا کہ خود بابا اس مرض کا شکار ہیں حالانکہ فیض کا یہ عالم ہے اتنے میں آپ جھوم کر پڑھنے لگے نزد عاشق درد و غم حلوا بود (۴۲۰) سید مسعود حسن صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہردوئی نے بڑی خدمت انجام دی تھیں قرب پنشن پر کلکٹر صاحب حاضر آئے سلطان عالم بیرسٹر ہردوئی نے کہا کہ منشی امتیاز علی صاحب کاکوروی کو دادا احمد میاں صاحب نے خدمت آستانہ پر خوش ہو کر ایسی دعا دی کہ وزیر بھوپال بنا دیا کلکٹر صاحب کی پنشن قریب ہے کسی اچھے عہدے کی کسی ریاست میں دعا کر دیجئے بڑے بابا صاحب نے فرمایا بزرگان کرام کی خدمت کا صلہ خدا جلد دیدیتا ہے۔ بفضل رحمٰن تم جہاں چاہتے ہو وزیر ہو جاؤ گے چنانچہ وہ وزیر رام پور ہوئے (۴۲۱)
نواب رامپور:۔ نواب رامپور جناب حامد علی خاں صاحب رحمانی نے اپنے عزیز کو بھیجا کہ بڑے بابا کو رامپور افراد خاندان نوابی مرید کرنے کو لائے آپ نے کچھ دن بعد وقت آمد دے کر وقت مقررہ گئے نواب صاحب اسٹیشن سے محل لے گئے واپسی پر نواب صاحب نے اصرار کیا کہ میرے لئے اسپیشل کی بوگی سے آپکی واپسی ہو گی بڑے بابا نے فرمایا بھائی حامد علی فقیر کو تو سب اسپیشل ہے اگر آخرت کا اسپیشل مل جائے۔ نواب صاحب نے اتنا اثر لیا کہ پھر مسلم اسپیشل سے جانا ترک کر دیا اور حاضرین سے کہا کہ آج میں بے حد مسرور ہوں اور نفس سرکش مطیع ہوا کہ مجھے حامد علی کہہ کر نصیحت کرنے والا بھی کوئی ہے (۴۲۲) نواب بھوپال ـــ
حضرت چھوٹے بابا علیہ الرحمہ بھوپال تشریف لائے نواب حی محمد خاں رحمانی نواب سعید محمد خاں سدا میاں رحمانی جو دادا میاں سے مرید تھے نے دعوت کی جرنیل عبید اللہ خاں صاحب نواب بھوپال علیل تھے خواہش کی کہ حضرت کو مجھے دکھا دو آپ تشریف لائے تو مولانا

...چادر مبارک جرنیل صاحب کو دیکر کہا کہ اول عطر لگا کر سرہانے رکھ کر سو رہیں خود ...کھل جائیگا جرنیل صاحب نے بھی کیا خواب دیکھا کہ حضور اعلیٰ مولانا بابا آکر برابر ...مسہری پر بیٹھے پھر فرمایا آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ جرنیل صاحب نے عرض کیا کہ گستاخی ...سکوں گا مولانا بابا نے فرمایا ہم کہتے ہیں پھر کیا ہے جرنیل صاحب نے کہا کہ یہ ذرہ ...ہے مگر میرا ادب روکے ہے مولانا نے فرمایا یہ تمہاری خوشی جرنیل صاحب نے خواہش ...کی آپ نے مرید کیا ان کی آنکھ کھلی نواب سلطان جہاں بیگم کو بلا کر کہا اس ...چادر مبارک میں مجھے کفن دینا اور جسطرح ہو چادر کی اجازت لے لینا سلطنت بھوپال ...کے سامنے بے حقیقت ہے دوسرے دن جرنیل صاحب کا انتقال ہو گیا۔ سلطان جہاں بیگم نے فاتحہ میں مدعو کیا پھر نواب حمید اللہ خاں کے والی بھوپال ہونے کی دعا چاہی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا میاں حمید اللہ کو بھی خدا نواب بنائے اور ان کی لڑکی عابدہ سلطان کو بھی نوابی دے فقیر کی دعا ختم ہوئی چنانچہ نواب عابدہ بیگم کے وقت ...گذرا تھا کہ راج ختم ہو گئے یہ مطلب دعا ختم ہوئی کا اسوقت سمجھا گیا (۴۲۳)
گورنر یوپی:۔ سر مالکم ہیلی کی بیوی کے ولادت سے کچھ قبل بچہ بے حرکت ہو گیا دوائیں رائیگاں۔ آخری نتیجہ آپریشن پر ہوا اگر خود معالج خوفزدہ تھا ...زچہ کے بچنے کی امید آپریشن بعد کم تھی مسٹر ہیلی لیڈی ہیلی بھی ڈرتے تھے ان کا ایک مسلمان خانساماں بڑے بابا سے مرید تھا۔ وہ بولا کہ میرے گرو کو بلایئے تو سب ...ہے کل ہی وہ خان بہادر احمد حسین (ولدار حسین) تمباکو والے کے وہاں آئے ہیں گورنر نے خان بہادر سے فون پر بات کی اور خود موٹر لے کر لینے آگئے بڑے بابا تشریف لے گئے پانی پڑھ کر دیا ساتویں منٹ بچہ بآسانی پیدا ہو گیا گورنر نے ...شکوری کے بعد کہا کہ آئندہ ایسا ہو تو آپ کہاں مل سکیں گے آپ نے کہا کہ اپنی دعا کافی ہے چنانچہ دو اولادیں بآسانی ہوئیں گورنر نے ہر دو ولادت پر ...خط لکھا۔ (۴۲۴) راجہ گکرا عبد الرحمٰن خاں صاحب رحمانی اپنے گھر سے

لکھنؤ آرہے تھے سیتاپور سے چھوٹے بابا بھی سوار ہوئے راجہ صاحب لکھنؤ آپ کو لے آئے دو گھنٹہ بعد گورنر یوپی سر مارس ہیلٹ نے سکریٹری بھیجکر بلایا راجہ صاحب آپ سے اجازت لے کر گئے گورنر نے کہا کہ یوپی سے مجھے دوسرے صوبے کا حکم ملا ہے اس انتشاری حالات میں یا میں یہیں رہوں یا لندن جانے کے سوا دوسری بات پسند نہیں کرتا راجہ صاحب نے چھوٹے بابا اور ان کے بزرگوں کا ذکر سنا کر دعا کا خیرہ دیا مسٹر ہیلٹ نے کہا کہ میں نے لندن میں پیر یادری کا ذکر سنا ہے پھر اپنے ایڈوائزر مسٹر ٹی بی ڈبلو بشپ کو اپنا خط دے کر چائے پر مدعو کیا آپ کے آنے پر گورنر و لیڈی دونوں استقبال کر کے لائے بعد چائے یہ بات بتائی چھوٹے بابا نے کہا راجہ صاحب بہت اچھی چائے پلائی خیر ہم بھی اپنے شہنشاہ سے عرض کئے دیتے ہیں کون پھر ہٹا سکتا ہے اسی شب سات بجے وائسرائے کا حکم آیا کہ وہ اسکیم بدل گئی مستقل یوپی میں رہو۔ راجہ صاحب سے فون کے ذریعہ گورنر صاحب نے شکریہ ادا کرنے کو تاکید کی اور کہا جب آپ نے بتایا تھا اس سے زائد ہم نے دیکھ لیا (۴۲۵) مستجاب الدعواتی ۔ حاجی مشتاق احمد صاحب رحمانی ممبر حینٹ کانپور نے بتایا کہ حاجی محمد ہمراز صاحب رحمانی حاضر ہوئے بڑے بابا سے کہا کہ محکمہ فارسٹ سی پی والا ٹھیکہ منسوخ کر رہا ہے یہ ٹھیکہ نہیں رہتا تو میں کہیں کا نہیں رہتا بڑے بابا نے دادا میاں سے عرض کیا آپ نے فرمایا اپنے ہمراز کے ہم ہمراز ہیں خود دیکھ لوگے۔ چنانچہ محکمہ اول عدالت سے ہارا پھر اپیل سے ہارا ہر جگہ تک عدالت نے دلا دیا۔ اسوقت سے اب تک ان کی اولاد سی پی کی ٹھیکیدار ہے (۴۲۶) مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب رحمانی قاضی شہر کانپور نے نقل کیا کہ مولانا مسیح الزماں خاں صاحب رحمانی ناظم ندوہ کہتے تھے کہ میں مولانا غلام محی الدین خانصاحب کے ساتھ حاضر ہوا خاں صاحب نے مولانا بابا سے مرید ہو کر اپنی مصیبت بتائی آپ نے فرمایا بعد عشا اکتالیس بار یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِرْحَمْنَا اول آخر پانچ بار درود کیساتھ پڑھتے رہو۔ شب میں خ[illegible]

خدمات چاہی میں (ناظم ندوہ) نے کہا گھر پہنچ کر تشریح کرنا۔ تیسرے روز گھر گئے معلوم ہوا کہ وہ حصہ تحویل سرکاری سے دوسرا وارث [illegible] کر دیا گیا۔ پھر بھائی مسیح صاحب نے کہا کہ مولانا بابا لوگوں کی عادت ڈالنے کو پڑھنے کے لئے بتا کر اس پردے میں اپنے کو چھپا لیتے تھے ورنہ عنایات خدائی سے ایسے مستجاب الدعوات تھے کہ ذرا سے ہی مقصد حاصل سائل کا ہو جاتا یہی کیفیت مولانا احمد میاں صاحب تبلی کی تھی (۴۲۷) ارشادات مشائخ ۔ مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب مذکور نے بیان کیا کہ مولانا بابا کے وصال کے بعد فاتحہ سیوم سے قبل مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے حقیقت مرشدی کے بیان سے حاضرین کو اشکبار کر دیا بعد ختم مولانا ظہور الاسلام صاحب رحمانی فتحپوری نے مولانا مونگیری سے کہا جو آتش فراق ہر دل کا رکھی ہے اسکو ٹھنڈا بھی تو کچھ سنا کر دو مولانا مونگیری نے کہا کہ مریدوں کی زبانی اپنے پیر کی کیا سنو گے پیر کے پیر و مرشد کی زبانی سنئے مولانا سید ابو سعید صاحب رحمانی ایلیاں سے بھی حکیم محمود احمد خاں صاحب رحمانی دہلوی نے بیان کیا اور مجھ سے بھی کہا کہ جب دوسری بار مولانا بابا مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہم کی خدمت میں گئے تو ایک دن قبلہ مرشد دہلوی قدس سرہ نے مولانا بابا کو امام بنا کر ان کے پیچھے نماز پڑھی اور بعد نماز خلفاء سے فرمایا کہ یہاں سے عرب تک ہم نے بہتیرے مشائخ کے پیچھے نماز پڑھی مگر جو لطف و کیف اپنے بیٹے مولوی فضل رحمٰن کے پیچھے نماز پڑھنے میں ملا وہ کہیں نہ ملا جب اس کم عمری میں یہ کمال ہے تو شباب کس اوج پر ہوگا۔ اتنے میں کسی خلیفہ نے عرض کیا کہ حضور کی عنایات جس پر بھی ہو جائیں قبلہ مرشد دہلوی نے فرمایا کہ یہ تمہارے حضور کی عنایات سے کب ہے یہ تو فضل رحمٰن کو خدا کے خود چاہنے سے ہے حاضرین وقت کے ملول چہرے کھل پڑے پھر مولانا ظہیر احسن شوق نیموی فضل رحمانی نے مولانا مسیح الزماں خاں ناظم ندوہ سے اصرار کیا کہ آپ بھی کچھ بیان کریں۔ بھائی مسیح صاحب نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مجلس میں

مولانا نے محبوب الٰہی قدس سرہم کے فضائل بیان کرتے فرمایا کہ اگر بارہ شرابیوں
پہ محبوب الٰہی نظر ڈالدیں فوراً وہ ابدال ہوجائیں چنانچہ اُسی شب کو میں (ناظم ندوہ)
نے خواب میں حضرت محبوب الٰہی کو دیکھا مسکرا کر فرمایا مولوی فضل رحمٰن کو تم نے سمجھا کیا
وہ اگر ایک درجن سیاہ کاروں پر نظر ڈال دیں وہیں ابدال دوراں وہ سب ہو
جائیں (۴۲۸) دیوبندی صاحب کا بیان: مولانا عبدالرزاق صاحب مذکور نے
کہا کہ مجھ کو سکوت میں دیکھ کر مولانا محمد محسن صاحب دیوبندی نے جو مولانا بابا سے مرید
ہوکر بڑے حاضر باش آستانہ ہوگئے تھے سبب پوچھا میں نے کہا بعض معترض ہیں کہ
مولانا بابا مریدوں کو تعلیم نہیں دیتے مولانا دیوبندی نے کہا کہ یہ معترض جھک مارتے
ہیں ورنہ مولانا بابا کی تعلیم موافق حدیث تھی آپ جہاں نماز پڑھتے بعد نماز وہیں
مراقب ہوکر بیٹھ جاتے جو مرید آپ کے پیچھے بیٹھ جاتے ان کا کام بنتا اس تعلیمی طریقہ
کے بعد دوسرا طریقہ آپ کا یہ تھا جو آپ کی بڑی خصوصیت تھی کہ کسی کو ہم جلیس ہونے
سے کسی کو گفتگو سے کسی کو خیال کر لینے ہی سے کسی کو نظر ملتے ہی سے آپ توجہ حسب
ظرف دے دیا کرتے علاوہ ازیں مولانا بابا کی مریدی میں ہم نے یہ امتیاز دیکھا کہ عام
افراد کے مرید ہوتے ہی مقصد مریدی اور خواص کے مرید ہوتے ہی لطائف جاری
ہوجاتے حاجت تعلیم رہی تو کہاں یقینی آپ کا یہ شوق اتباع سنت ہی تھا کہ بخاری
کتاب الصلوٰۃ عبداللہ بن یوسف تنیسی کی حدیث کے بموجب مولانا بابا مریدین
کو سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ کبھی قل ہو اللہ پڑھنے کی عموماً ہدایت فرماتے رہتے تھے
(۴۲۹) مولانا شاہ وزیر علی صاحب لکھنوی (مولانا شاہ عین القضاۃ صاحب کے
والد ماجد) کہتے تھے کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب جیسا کامل اور متبع سنت ہم نے
نہیں دیکھا منشی احتشام علی صاحب رحمانی کاکوروی نے یہ نقل روایت کی نیز یہ
بھی کہا کہ میرے والد صاحب (منشی امتیاز علی رحمانی وزیر بھوپال) یہ بھی
کہتے تھے کہ مولانا سید نور عالم صاحب مارہروی بے حد فضائل مولانا بابا کے

رہتے یہ بھی بتاتے کہ مولانا اور مولانا سید آل رسول صاحب مارہروی کا باہم
قریبی رشتہ بھی تھا اور دور طالب علمی بھی ایک تھا اگرچہ مولانا بابا کے ہم سبق مولانا
مارہروی نہ ہوسکے (۴۳۰) وزیر بھوپال مذکور نے یہ بھی کہا کہ حضرت محمد شیر میاں صاحب
پیلی بھیتی اکثر فرماتے کہ مولانا شاہ فضل رحمٰن شیر ہیں (۴۳۱) فیض قبر: عبدالکریم
رحمانی اعظم گڑھ عرس شریف میں آئے بتایا کہ دادا میاں سے ۱۹۱۱ء کو بیعت ہوکر
اب ۱۹۴۳ء میں حاضر ہوسکا میرا تمام بدن برص سے سفید ہے کرتہ اٹھاکر دکھایا بڑے
بابا صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا دھرا ہے شمس الدین ان کو تنہا مزار میں لے جاکر
بند کراؤ نصف گھنٹہ بعد عبدالکریم نے دروازہ کھلوا کر باہر سب کو اپنا بدن دکھایا جلد
صاف داغوں سے پاک سارا جسم تھا (۴۳۲) تشریف آوری رسالت مآب:
خواجہ آفتاب نور رحمانی نیز وکیلی قدیر الحسن رحمانی گیا نے کہا کہ ایک بار بڑے بابا
جلدی سے سجادہ پر سے ہٹ کر مؤدب ہوگئے مشکبار خوشبو پھیل گئی تھوڑے
وقفہ سے ماسٹر محمد عمر خاں رحمانی بھد یہ آگئے کچھ مہک باقی تھی پوچھا بابا کیا بات ہے
آپ نے فرمایا کہاں مرور رہے تھے رحمت دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے
تھے تم محروم ہی رہ گئے (۴۳۳) مانگ کے بموجب ملنا: حکیم عبدالحئی صاحب رحمانی
رائے بریلوی ناظم ندوہ نے کہا کہ میں نے حاضر ہوکر مرید مولانا بابا سے ہونے کے
بعد پڑھنے کو پوچھا آپ نے حزب البحر بلا کسی شرط پڑھنے کی اجازت دے دی
واقعتاً میری خواہش یہی تھی مانگ کے بموجب آپ سے مل جانا بڑی خصوصیت
آستانہ ہے۔
حافظ محمد حلیم صاحب (۴۳۵) سرہند پنجاب سے آکر کانپور میں مقیم ہوئے کانپور میں
حضرت مولانا بابا علیہ الرحمۃ کا شہرہ سنکر اپنے جگری دوست سید نذیر الحسن عرف
رُعاب صاحب ساکن ایرایاں کیساتھ گنج مرادآباد حاضر ہوئے عرض کیا کہ جس
[illegible] میں میری بھلائی ہو اسکی دعا و اجازت ہو مولانا بابا نے فرمایا تم نے جو

سوچا ہی جھگڑے کا کاروبار کرو ہم نے بہت دور تک دعا کر دی مگر غریبوں کا
لحاظ نہ بھولنا یہ بھی حافظ صاحب کے لئے وہ دعائے جاریہ کہ حلیم ڈاک کے نام سے
خصوصی جہاز آتے فروغ و تجارت مشرق سے مغرب تک پھیل کر عزت و سخاوت
بے مثال رہی (۱۳۴۶ھ) دوسری حاضری میں حافظ صاحب نے دعائے امداد چاہی تھی
مگر بوقت عرض زیارت حرمین کی خواہش لب پر آگئی مولانا بابا نے فرمایا انشاء اللہ ایک نہیں
دو حج بھی کر لو گے جس بات کو کہہ نہ سکے وہ بخوبی پوری ہو گی جاؤ کم بشیر و نذیر پڑھتے
رہنا۔ حافظ صاحب دنگ رہ گئے کہ کشف جلی کی حد ہی نہ تھی سید رعاب صاحب نے
حافظ صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آیت مبارک میں جو دو نام آئے بزبان
حضرت قبلہ دو لڑکوں کے تجویز ہوئے مگر مجھے ایک اشارہ اور معلوم ہوتا ہے کہ آیت
میں بشیر نام اول ہے یقینی اس نام کا فرزند بہت کچھ ہو گا حافظ صاحب نے اپنے
دو لڑکوں کے نام محمد نذیر و محمد بشیر اسی پر رکھے بقیہ اولاد کے نام اپنی پسند سے رکھے
آخرش واقعات نے ثابت کر دیا کہ آیت میں جو بشیر نام اول ذکر ہوا اس نام سے
موسوم محمد بشیر (بیرسٹر) ہر شعبہ میں اول مولانا بابا کے اس ارشاد سے رو کر حافظ صاحب
کو ادراک اور ہر دل میں گھر کر گئے (۱۳۴۷ھ) ایک بار سید رعاب صاحب نے کہا کہ مولانا
بابا کی جب ایسی نظر عنایت آپ پر ہے تو مریدی میں کیا دیر ہے حافظ صاحب نے
کہا بھائی رعاب یہی بے تابی مجھے بھی ہے مگر یہ مولانا فضل رحیم صاحب کی ہدی
ہے میں اپنے کو اسی کیلئے طیار کر رہا ہوں۔ حافظ صاحب جرمنی تجارتی معاملات میں
گئے ہوئے جب واپس آئے تو وصال مولانا بابا کی خبر سن کر گم سم رہ گئے اتفاق سے
سید رعاب صاحب ملنے آئے اپنی بیقراری بتا کر منشی کریم بخش و محبت اللہ و نتھو
جمعدار و سید رعاب صاحب کے ساتھ حلیم کالج سول لائن سے آستانہ پہنچے اور قیوم
دوراں مولانا احمد میاں صاحب سے مرید ہوئے حافظ صاحب نے کہا کہ میری خواہش
تھی کہ حزب البحر کی اجازت ہو دوسری مجلس میں دادا میاں نے حزب البحر کی

اجازت از خود دیدی۔ حافظ صاحب نے اسکا اتنا احترام کیا کہ صغیر و اصغر و کبیرہ
…گناہ احرام باندھ کر روزے رکھ کر نان جویں سے افطار کر کے پوری کر لیں حافظ
…صاحب کی خواہش تھی کہ آستانہ ہی پر یہ چلہ پورا کریں کہ دادا میاں نے فرمایا یہاں
…زائرین سے سہولت نہ ہو گی کانپور میں آسانی رہے گی ہم خادم ابوالحسن کو تمہارے
…کرتے ہیں بتاتے رہیں گے سید رعاب صاحب نے عرض کیا کہ دعا ہو کہ میں اور
…حافظ صاحب ساتھ حج کریں منشی کریم بخش و محبت اللہ و نتھو نے بھی سید رعاب صاحب
…دعا کرنے کا اشارہ کیا تھا ہی کہ دادا میاں نے فرمایا جاؤ خدا باعزت طور پر سب کا
…حج پورا کرے چنانچہ مئی ۱۹۲۸ء میں ان سب مذکورین نے ایک ساتھ حج کیا۔ بعد
…ان کو جرمنی سے حافظ صاحب کو تار ملا کہ اول ہفتہ جولائی میں ضروری پہونچیں
…بعد حج حافظ صاحب ادھر چلے گئے اور کافی فائدہ تجارت سے واپس ہوئے (۱۳۴۸ھ)
…ایس ایم بشیر بیرسٹر پہلی بار دادا میاں کی خدمت میں پہنچے اسوقت کاروباری
…بعض بیرونی ممالک کی درپیش تھی دادا میاں نے فرمایا تمہارے والد کیلئے ہمارے
…والد صاحب نے بڑی دور تک خود دعا کر دی ہے تم بھی اس میں شامل ہو خدا بناتا ہے
…بگاڑتا نہیں چنانچہ سوئٹزرلینڈ و لندن سے مزید دو ڈھائی لاکھ کا نفع ہوا دوسری حاضری
…میاں بشیر صاحب کو تمنائے اولاد نے اکسایا کہ خود دادا میاں نے فرمایا کہ مسعود اولاد
…نہیں تو بشیر معاً محمود ہے فضل رحمانی فقیر کا شاہد ہے کہ ایسی ہی اولاد ہو گی
…بشیر صاحب مولوی ابوالحسن سے کہنے لگے جو کچھ سنتے تھے اس سے کہیں زائد
…کشف طلب سے پہلے سوال پورا ہوتا دیکھ لیا ابوالحسن صاحب نے کہا اسپر بھی غور کیا کہ اس
…دعا میں خصوصاً چار نام چار فرزندوں کی بشارت ہیں چنانچہ بشیر صاحب نے فضل حلیم و
…نام حلیم و محمود حلیم و مسعود حلیم ترتیب وار نام لڑکوں کے رکھے نیز یہ سب اولاد حضرت کی
…ائے خاندانی روایات و خدمات کی علمبردار ہیں (۱۳۴۹ھ) کانپور مالک مطبع مجیدی کے
… تشریف لائے ایس ایم بشیر صاحب ملنے آئے دیگر گفتگو کے بعد دادا میاں نے

فرمایا نماز کی پابندی حاضری مزار معمول رکھی تو آغاز بھی عمدہ انجام اس سے بھی اعلیٰ خدا کرے گا۔ واقعی باوجود امراض شدید فرائض و تہجد نفلی عبادات ناغہ نہ ہونے دیں ایکبار لندن کی فٹ پاتھ پر رومال بچھا کر نماز پڑھتے تھے نواب بھوپال حمید اللہ خاں ادھر سے نکلے یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ پابندی اسے کہتے ہیں بعد نماز ملے تو بچے دوست بن گئے آستانہ مجددیہ اور آستانہ فضل رحمانی کی خصوصی حاضری رکھی باوجود گھٹنے کے درد کے دو گھنٹے کھڑے دست بستہ پڑھتے رہے ایک بار درد ٹانگ کی جگہ ہاتھوں سے چند بار مل دیا بشیر صاحب کہتے رہے کہ آپ یہ کیا کر کے مجھے کہیں کا نہیں رہنے دیتے میں نے کہا یہیں کے آپ رہیں گے یہ ہاتھ لگے تو خدا اس کی لاج رکھے گا۔ چنانچہ لندن کے علاج سے ٹھیک ہو گئے یہی پختہ عقیدت باپ کی آپ کی اولاد کے حصہ میں ہے

عزیز الٰہی صاحب کے مشاہدات

(۱۰۴۰) فضل الٰہی صاحب فضلی فرح آباد کا کے دوسرے فرزند عزیز الٰہی صاحب فضلی (لوہے والے) نے بیان کیا کہ ۱۹۶۲ء میں ایسی علالت بڑھی کہ مایوسی حیات ہو گئی مزار مبارک پہ حاضر ہو کر عرض کیا اگر وقت آ گیا ہے بخیر انجام سے بلا لیں اگر ابھی خدمت لینا ہے تو بلا دور ہو میں (عزیز الٰہی) نے دیکھا کہ مزار شریف سے مولانا بابا باہر آئے میری پیشانی چوم کر دعا دی تو اسکے فیض کیا کہوں" عزیز صاحب کو مولانا بابا سے ایسا عشق ہے کہ ہر وقت بابا کا نام لبوں رہا کرتا ہے خود بابا بھی عزیز صاحب کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ ادھر عزیز صاحب نے مخاطب کیا ادھر کام ہوا۔ راتوں میں بابا خود مل جاتے ہیں یہ سب اسکا انعام ہے کہ کوئی کام بابا کو یاد کئے بغیر عزیز صاحب کرتے نہیں ہر ایک یہ کب کر پاتا ہے ان کا ددھیال نانھیال بھر رحمانی قدیم سے ہے (۱۰۴۱) عزیز الٰہی گورکھپور کی طرف چند احباب کے ساتھ کار سے جا رہا تھا پچھلی نشست والے بھی سو گئے مجھے جھونکا آیا تو ہاں کار دور کیا اب دیکھا کہ ڈرائیور سو چکا کار سڑک سے ہٹتی کنارے بڑھ رہی ہے کہ اگلا پہیہ پتھر پر چڑھ گیا فوراً بابا مدد میری زبان سے نکلا اسی کے

ہوا کہ جیسے کسی نے میرا ہاتھ اسٹیرنگ پر کر دیا میں نے اسٹیرنگ کاٹی گاڑی ٹھہرے گذر کر جو چلی تو سامنے چند گز پر بھاری درخت سے سامنا تھا پھر میری چیخ نکلی بابا مدد ساتھ ہی اسٹیرنگ میں نے اپنی طرف موڑی تو ڈرائیور نے غنودگی ہی میں اپنی طرف موڑنا چاہی اسی حال میں دیکھتا ہوں کہ جیسے کسی نے گاڑی جام کر دی ایک فٹ درخت دکھائی تھی۔ اہل بستی دوڑے آ رہے تھے کہ کوئی بچا نہ ہوگا مگر سب کو زندہ دیکھ کر حیرت میں کہہ رہے تھے آپ لوگ بچے کیسے ڈرائیور کا پاؤں بدستور ایکسیلیٹر پر تھا ہم سب حیران تھے کہ گاڑی خود سے کیسے رکی (۱۰۴۲) گن میکرڈی میں (عزیز الٰہی) میں مال خریدا کرتا تھا ایک بار مجھے پکڑ لیا گیا کہ یہ پاکستانی جاسوس ہے میں لاکھ کہتا ہوں کہ وہی عزیز الٰہی ہوں مگر کوئی سنتا نہ تھا سمجھا کر تھک گیا تو مولانا بابا کو یاد کیا ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جنرل منیجر خلاف وقت آ گیا کار سے اتر کر مجھے دیکھتا آفس گیا پوچھا تو پاکستانی جاسوس والی بات بتائی گئی جنرل منیجر اسٹاف پر بگڑا کہا ہم ان کو جانتے ہیں شریف و باعزت ہمارا مال خریدنے والے ایماندار آدمی ہیں پھر گرمجوشی سے ملکر مجھے رخصت کیا (۱۰۴۳) ایک بار بڑے بابا صاحب تشریف لائے والدہ عزیز الٰہی صاحب کھانے کا انتظام کرنے لگیں روٹی کے بعد بریانی و قورمہ کا سامان چڑھایا۔ پانچ سات منٹ بعد فرمایا بیٹے عزیز ہمارے کھانے کا وقت نکلا جا رہا ہے عرض کیا ابھی تو لانے چڑھایا ہے تھوڑی دیر ہے پانچ منٹ گزرے تھے کہ فرمایا میاں عزیز تم ہانڈی میرے پاس لے آؤ دیکھ لگی ہے میں نے گھر میں جا کر ہانڈیاں کھولیں تو میں اور تو ا حیرت میں تھے کہ یہ پکی کیسے رکھی تھیں میں وہ سب چار اشخاص کے حساب کا سامان لے آیا بڑے بابا نے سارے حاضرین کو بٹھا کر کھانے کا آغاز کیا جملہ اننی نفر شکم سیر ہوئے اور بچ گیا رہا (۱۰۴۴) وزیر علی صاحب فضلی (فضل الٰہی صاحب کے والد) کہتے تھے کہ مولانا [illegible] بابا کو خدا نے مقبولیت کچھ ایسی عطا کی تھی کہ شہروں میں ایک ایک

ہزار لوگ مرید ایک وقت میں ہوا کرتے قصبات میں یہ عالم ہوتا کہ مردوں کے ساتھ عورتیں اور لڑکے تک مرید ہوجاتے خدا کا شکر کہ ہمارے مرشد زادے میں بھی یہ ہی صفت خدا نے دی (۵۴۴) عبدالمجید فضلی کہتے تھے کہ میرے والد مرحوم بڑے بابا فضلی فرخ آبادی بتلایا کرتے کہ حضرت مولانا بابا کی مریدی کا یہ پہلو خاص تھا کہ جو خواص خدا طلبی چاہتے کمال حاصل کرتے جو عوام نیک عملی کو مرید ہوتے فیض پاتے مگر وہ جن کا رواں رواں ذاکر ہوتا خلافت یا دنیا طلبی کے چکر مقصد ہوتے مرید ہو کر بھی پھر رہ جاتے. نواب نورالحسن رحمانی بھوپالی اور وصی الزماں صاحب رحمانی تعلقدار آسیون نے صرف کافی سے مریدوں کے نام دیتے پانچ برس جمع کرکے جب ختم کرنا پڑا تو خطوط آتے کہ فلاں مقام میں ابھی اتنے اور ہیں غرضکہ اسکو ترک کرنا پڑا لیکن اس پر سب متفق ہو رہے کہ جہاں سے مولانا بابا کے مریدین کی تعداد چار پانچ ملتی وہاں سے بارہ تیرہ دادا میاں کی تعداد میں مریدین ہوتی تھی مولانا بابا کی وہ خصوصی عظمت وحقیقت جو واقفوں ہی میں معروف تھی دنیا اسی وقت جان سکی جب خدا نے دادا میاں کی ذات سے ہمہ گیر بنا دی (۵۴۶) فضل الٰہی صاحب فرخ آبادی نے بتایا کہ میں نے نواب نورالحسن خاں رحمانی بھوپالی سے کہا کہ آپ بھی خلیفہ ہیں فرخ آباد چلیے نواب صاحب نے کہا کہ مجھے آپ کی مریدی کا لحاظ ہے ورنہ مجھ سے برا کوئی آپ کے حق میں نہ ہوتا یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ کا نام لوگوں کو بتلانے کی اجازت ملی ہے مگر یہ ترقی باطنی حاصل کرنے کو ہے نہ کہ پیری مریدی چلا لوگنے کو ہے خلیفہ آڑ نے بھی لگے اور صاحب سجادہ یہ نہ کر سکے جب بھی خلیفہ ٹہنی اس درخت کی ہے اور صاحب سجادہ اس پیڑ کی جڑ ہے جس طرح جڑ سے پتی پتی غذا لیتی ہے خلیفہ غیر خلیفہ صاحب سجادہ کے ماتحت ہی رہیں گے

★

بارہواں باب اعلان حقیقت

نقیر شاہ محمد رحمت اللہ میاں فضلی گنج مرادآبادی مخلصین آستاں کیلئے دعائے صلاح وفلاح دارین کے بعد راقم ہے کہ پیمانہ بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے بنا بریں چند اہم امور اتمام حجت کے بطور اپنے قلم سے پیش کرتا ہوں۔ تجمل حسین اور دادا میاں صاحب:۔

مولانا حافظ سید ابوسعید صاحب فضل رحمانی ارایاں جن کو مولانا بابا نے تحریری خلافت نامہ بطریق صوفیا رجبہ ودستار بہا کرم رحمت کیا تھا ان کے جمع کردہ ملفوظات سے نقل کرتا ہوں (۵۴۴) مولانا مذکور راقم کہ:۔ میں مولانا ظہور الاسلام و مولانا نورمحمد فتحپوری و مولانا ابوالحسن لکھنوی و حکیم اللہ دیا دہلوی و شیخ وحید احمد ردولوی و مولوی حکیم عبدالنفار گنج مرادآبادی ڈاکٹر عبدالقادر خاں نیز مجھ اور اہل بستی ۱۳۱۷ھ کے اہتمام عرس میں تھے اتفاق سے بیس ربیع الاول کو مولوی تجمل حسین بہاری آگئے اپنی مرتب کردہ کمالات رحمانی مطبوعہ محرم ۱۳۱۵ھ رحمانیہ پریس مخصوص پورہ مونگیر نیز کتاب فضل رحمانی انوار احمدی پریس لکھنو ۱۳۱۷ھ کی جلدیں بھی ساتھ لائے بہاری صاحب نے حاضر ہو کر فضل رحمانی پیش کی تو دادا میاں نے سب کو طلب کیا فرمایا کہ بھائی ابوسعید ذرا اس تردید کو لکھتے اور سب لوگ سنتے رہیں۔ پھر فرمایا میاں تجمل حسین تم نے ہمارے بابا کے بلا تحقیق حالات لکھ کر اپنی ذات کو بھی مجروح کر لیا دوسری طرف یہ لکھ کر کہ: کمالات رحمانی صفحہ آٹھ اور بروایت احمد میاں صاحب سجادہ نشین ۱۳۱۳ھ مقام ملانواں میں پیدا ہوئے" اپنے فریب کا اقرار خود کر لیا۔ تم ہی بتاؤ کہ وہ کون مقام اور وقت رہا جب تم تصدیق روایات ہم سے کرتے اور کوئی نہ ہوتا تھا یا اور بھی ہوا کرتے تھے کبھی مسودہ بھی دکھایا ہو اس پاک مقام پر اسی کو بتا دو اگر تمہیں خدا نے توفیق دی ہوتی تو فضل رحمن کے عدد نکال لیتے ۱۲۰۸ھ نکل آتا [illegible] صفحہ انیس کمالات رحمانی پر لکھا ان مخدوم مصباح العاشقین صاحب [illegible] کے وصال کو پانچ سو برس کے قریب ہوئے، حالانکہ یہاں

اور ملانواں والے سب جانتے ہیں ۹۳۹ھ غرہ رجب کو حضرت مخدوم کا وصال
ہوا بارہ سو آٹھ سے نو سو انتالیس گھٹانے سے دو سو انہتر سال کا فرق
نکل آتا ہے (۴۷ہ) صفحہ انیس کمالات رحمانی نانہال آپ کا سندیلہ میں ہے
اور اس بستی میں حضرت شیخ حیدر علی شاہ صاحب خلیفہ اعظم حضرت شاہ محمد آفاق
علیہ الرحمہ کے تھے" کیسا سراپا جھوٹ ہے بلکہ شاہ صاحب کا وطن ملانواں ہے
یہیں پیدا ہوئے یہیں وصال ہوا (۴۸ہ) صفحہ بائیس کمالات رحمانی صحن مسجد میں جو
کنواں تھا بہت کھارا تھا چنانچہ خدا نے آپ کے قدم آنے سے میٹھا کر دیا مگر بعد
وصال آپ کے پھر کھارا کر دیا" دادا میاں نے فرمایا کہ حاضرین ہی اس جھوٹ کا
جواب دیں یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کنوئیں میں مولانا بابا کے دو دانہ تسبیح ڈالدینے
سے اولا اسکو میٹھا کر دیا دوسرے اس کا پانی کم نہیں ہوتا تیسرے صرف اس پانی پینے ہی
سے مختلف امراض دور ہونے کا شرف دیدیا۔ چوتھے البا دزنی و شیریں وہاضم قریب و دور
نہیں۔ اب اگر تم میں ذرا صداقت ہے اسی وقت پانی دکھاؤ کہ حضرت کے وصال
کے بعد کھارا ہوا کہ بدستور میٹھا اور تم کو جھوٹا کئے ہے (۴۹ہ) تعزیہ جلانے کا بہتان
صفحہ بائیس کمالات رحمانی۔ مسجد کی بغل میں تعزیہ بھی رکھا تھا آپنے اپنے جوش
شریعت میں آگ لگادی" یہ پوری بستی و مریدین موجود ہیں کسی ایک ہی سے تعزیہ جلانے
کی گپ صحیح کرادو۔ دوسرا صفحہ انتیس ۲۹ فضل رحمانی پڑھو تو مسجد میں ایک طرف
تعزیہ رکھا تھا آپ نے تعزیئے کو جدا کرنا چاہا" خدا نے تمھاری تحریر سے تم کو جھوٹا
کر دیا (۵۰ہ) صفحہ انتیس پر یہ بھی لکھا کہ آپ اس روز ملانواں تشریف لے گئے
وہاں دوڑ تلنگوں کی پہنچی اور دشمنوں نے وہاں تلنگوں کو پہونچوا دیا پھر تلنگوں
نے گرفتار کیا اور ملیح آباد تک چھاؤنی میں فوج کے ساتھ لے آئے۔ پھر لکھا کہ
آپ ملیح آباد تک پہونچے بیڑی پائے مبارک سے کاٹی گئی" واقعہ اصلی یہ ہے کہ جب
مولانا بابا گنج مرادآباد آکر مسجد آئے مسجد کے گنبدوں میں تعزیے رکھے تھے اسکے
بعد کہ حصے میں نماز ہوتی تھی تو مولانا بابا نے یہاں کے معزز

...مسجد عبادت کیلئے ہے اب تعزیئے اندر جب تم نماز پڑھوگے تو سامنے
...تعزیے پڑیں گے ہٹادو ان لوگوں نے مسجد سے اٹھا کر مقبرے میں تعزیے منتقل
...کر دیئے کسی بدخواہ نے نواب سعادت علی خاں شاہ لکھنؤ سے بے حرمتی تعزیہ کی
...شکایت کر دی ایک اہل کار مقرر ہوا کہ خود بھی تحقیق کرتا مولانا بابا کو حقیقت
...بتانے کے لئے لیکر آئے اہل کار آیا تو فرضی بے حرمتی کا وجود نہ پایا مولانا بابا نے
...مقبرے میں رکھے تعزیے دکھا دیے اس نے کہا کہ لکھنؤ تک آپ کو زحمت کرنا ہوگی
...چنانچہ آپ بیل گاڑی منگا کر بالا مئو وہاں سے ریل پر لکھنؤ پہونچے بادشاہ لکھنؤ کے پیر
...شیخ جو سندیلہ برادری سے آپ کے رشتہ دار تھے وہ مولانا بابا کے فضائل بتا رہے تھے
...آپ تشریف لے آئے بادشاہ نے بڑا احترام کیا اہل کار نے بتایا کہ تعزیے بدستور
...موجود مسجد کے بجائے مقبرے میں رکھے ہیں بادشاہ نے عذر خواہی کے بعد دو ہزار روپیہ
...نذرانہ پیش کیا اسکو درباریوں میں اسی وقت مولانا بابا نے تقسیم کر دیا اور گھر واپس
...آئے اس سے اور بھی لوگ معتقد ہوئے" حکیم عظمت حسین رحمانی مولی تاری نے
...اس بیان کے بعد کہا کہ میں بھی بہاری اور گنج مرادآبادی ہوں تم میرے گھر لانے
...سے یہاں سے وہاں تک ثبوت اپنی صدق بیانی کا دیدیا بیڑی پڑنے ملیح آباد
...تک لے جاؤ جانے کو ثابت کردو۔ دادا میاں نے فرمایا کمالات رحمانی صفحہ بائیس
...لکھا نوبت چھپنے کی نہ آئی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا" اگر یہ بیان گنج مرادآباد
...والا ہے تو ملانواں والی بات غلط اگر وہ مانو تو اس تحریر سے جھوٹے ہوئے (۵۱ہ)
...پھر دادا میاں نے فرمایا صفحہ گیارہ کمالات رحمانی مگر آخر زمانے میں جب آپ کو زخم
...ہوا تو حجرے میں نماز پڑھتے تھے" لیکن صفحہ تیرہ کمالات رحمانی پر یوں لکھا
...آپ جب سے زخم میں مبتلا ہوئے تب سے مسجد چھوٹ گئی۔ خود دیکھو آکا روایت
...آخری کی تردید کرتی ہے حکیم عظمت حسین صاحب نے اجازت لے کر کہا کہ ۱۳۰۵ھ
...میں نچلے حصے تھیلی کے نیچے زخم ہو کر تکلیف نصف محرم سے بڑھتی رہی مگر آپ
... ۱۳۰۶ھ میں زخم بڑھنے صفائی کی دشواری سے عقد سویم فرمایا۔

۱۳۱۱ھ بعد ختم رمضان حجرہ مسجد کے بجائے ملحقہ حصے میں شب گزارنے لگے۔
مولانا حکیم عبدالغفار گنج مرادآبادی نے بعد اجازت کہا سات ربیع الاول ۱۳۱۳ھ
کو مولانا بابا نے مسلم شریف کا تیرہ ورق مجھ کو درس دیا یہی آخری درس تھا اٹھارہ
ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے مسجد چھوٹی بوجہ علالت مکان پر ہم حاضرین کے ساتھ
باجماعت نماز ادا کرتے رہے (۵۲ھ) کمالات رحمانی صفحہ بیالیس ایک بار جو
جو ہم نے حضرت قبلہ سے دریافت کیا کہ مولانا محمد علی صاحب آپکے خلیفہ ہیں فرمایا کہ ہم
اس قابل نہیں کہ ان کو اپنا خلیفہ کہیں وہ بڑے شخص ہیں اور یہ جملہ مولوی عبدالکریم
اور صاحبزادے مولانا احمد میاں صاحب کے سامنے فرمایا کہ یہ باہر حجرہ مسجد کے بہ غرض
سننے اس تقریر کے کھڑے تھے یہ لوگ اس تقریر کو سن کر شرمندہ ہوئے اس لئے کہ یہ
لوگ کہتے تھے کہ مولانا نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو ان دونوں صاحبوں نے مجھ کو
دریافت کرنے کو کہا تھا اور بہ غرض سننے کے کھڑے رہے پھر دادا میاں نے
بہاری صاحب سے فرمایا کہ جو بات ہم نے کہی تم نے اس میں بھی جھوٹ ملا کر میرے اوپر
بہتان بھی جڑ دیا۔ یہ مریدین شاہد ہیں اور میں پھر کہتا ہوں کہ تم لوگ جسے چاہتے
ہو خلیفہ کہہ مارتے ہو میرا اسی واسطے کہنا ہے کہ میرے بابا نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا
تم لوگ اجازت امر خیر دوام کو خلیفہ اعظم یا مجاز کامل کا جامہ پہنا دیتے ہو ورنہ
خلافت دینا خلیفہ بنانا موافق طریقہ صوفیا چیز دوسری ہے واقعہ تو یہ تھا کہ ہم
کو تمہارے خلیفہ ہونے سے انکار ہے ان عظیم مریدین میں جب نہ تمہارا کوئی شاہد
ہے نہ اجازت امر خیر دادم تک لکھا تمہارے پاس ہے پول ہی پول ہے ۔ بالاہی
خلافت کے پوچھنے کو ضرور چند دیگر لوگوں کی موجودگی میں کہا تھا لیکن جب جھوٹ
ہی گڑھنا فطرت ہو تو شرم کہاں کی اپنے بجائے بھائی محمد علی صاحب کی بات
نکال بیٹھے علاوہ ازیں تمہارے والد مولانا نور احمد صاحب رحمانی محدث ڈبائی
ضلع عظیم آباد کبھی اسکا خیال نہ لا سکے۔ حاضرین مریدین سے پوچھ لو کہ تحریری
اجازت واقعی کے بعد بھی یہ لوگ اپنے نام کے ساتھ خلیفہ [illegible]

پیری دخانقاہی چکر چلانے میں پڑے (۵۳ھ) عرس وفاتحہ کمالات رحمانی
صفحہ چھتیس جناب احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ قل وعرس تمام بزرگان کا
ہوتا ہے یہاں بھی ہونا چاہیئے آپنے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ ہرگز نہ ہو ہماری قبر پر کوئی
میلہ نہ کرے۔" تکر فضل رحمانی جلد اول صفحہ ۱۳۴ راقم نے عرض کیا کہ حضور کے انتقال
کے بعد ہم لوگوں کا اجتماع آپکے مزار پر عرس کے لئے ہو یا نہیں یا یہ بھی بدعت ہے آپنے
فرمایا کچھ ضرور نہیں ۔ ہماری قبر پر کوئی جمع نہ ہو" پہلی روایت دوسرے کی تردید
کرتی ہے ۔ پھر یہ سوال کہ یہ بھی بدعت ہے اور جواب کچھ ضرور نہیں بدعت نہ ہونے
کی روشن دلیل ہے ورنہ بدعت ہوتا تو جواب بھی بدعت ہونا ہوتا ۔ میرے بابا کا یہ کشف
دیکھیے کہ تمہارا نظریہ بھی دوسرا تھا یہ جواب اسکا تھا ہم بھی یہی جواب دیں گے ہاں یہ
تماشہ ایجاد کھایا کہ ہمارا سوال ہم کو یاد نہ ہو مگر تم کو سوال وجواب یاد رہے باقی
ایسے شاہد نہ ہوں فقط تم سنو ۔ مولانا ابوالحسن رحمانی لکھنوی نے اجازت لے کر
کہا کہ حاضرین بھی واقف ہیں اور بیرونی افراد بھی جانتے ہیں ذکر یہ تھا کہ خواجہ
بدیع الدین قطب مدار علیہ الرحمہ مکن پور کے عرس کو برائے نام رکھ کر موسیقی و
میلے کے جھمیلے بڑھا لئے ہیں اسی وقت تم نے عرس کا ضرور پوچھا اسکا جواب وہ نہ
تھا جو تم نے لکھا بلکہ یہ تھا ۔ مولانا بابا نے فرمایا ہمارے وہاں میلہ ہرگز نہ ہو کہ نام تو
عرس کا ہو مگر ہو وہ میلہ" یہ جواب بھی بدلا قبر کا بھی اضافہ جڑ دیا ۔ ہاں تم نے
یہ سوال ضرور کیا کہ بعد انتقال حضور کا عرس ہو یا نہ ہو ۔ مولانا بابا نے فرمایا جب کوئی سنے کہ
فضل رحمن کا انتقال ہو گیا تو چار قل پڑھ کر بخش دے اس سے زائد کچھ نہ کرے
کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ جا بجا اپنے پیر کا عرس کرنے لگتے ہیں اسپر مولانا احمد
میاں قبلہ نے فرمایا کہ اور بزرگوں کے عرس کی طرح یہاں بھی ہوگا اسکی وضاحت میں
مولانا بابا نے فرمایا جس میں لہو ولعب کا خطرہ ہو ایسا عرس وفاتحہ ہمارے وہاں ہرگز نہ
اس ارشاد میں مولانا بابا کی دور اندیشی واحتیاط واضح ہے کہ لوگ جا بجا مقصد [illegible]
[illegible] ہو سکیں (۵۴ھ) پھر تم نے یہ سوال کیا کہ حضور کے انتقال کے بعد چہلم و چہارم ہوگا

ہو گیا یا نہیں مولانا بابا نے فرمایا مقدرت نہ ہونے پر بھی کھانا کرنا یا قرض لیکر کرنا
بدعت ہے یہ فعل صحابہ نہ تھا کافی مریدین نے تصدیق کی کہ صحیح بات یہی تھی (۵۵)
اپنے پیر کا عرس نہیں کیا۔ دادا میاں نے فرمایا صفحہ ۱۳۴ افضل رحمانی راقم کہتا ہے کہ
حضرت قبلہ کو خیال سنت کا بہت تھا آپ نے اپنے پیر کا عرس نہیں کیا اور نہ ان کے
پیر نے اپنے پیر کا عرس کیا" آپ حاضرین کہئے چودھری حشمت علی سندیلوی و منشی
امتیاز علی کاکوروی مریدین نے عرض کیا کہ قبلہ مرشد دہلوی کے عرس کرنے کی یہاں
اجازت بخشئے، مولانا بابا نے فرمایا کہ قبلۂ عالم (خواجہ شاہ محمد زبیر) و خواجہ صاحب
(شاہ محمد ضیاء اللہ) کے سرہند میں عرس ہوا کرتے ہیں پھر دہلی میں علیحدہ عرس کیسے ہوتے
خواجہ صاحب (شاہ محمد ضیاء اللہ) اپنے مرشد کے عرس کے دن گھر پر فاتحہ کر لیتے یا سرہند
شرکت کرتے ہمارے مرشد اپنے مرشد کے عرس سرہند میں کبھی جاتے نہ جا سکتے پر
بروز عرس شیر برنج پر فاتحہ کر لیتے اگر سب اسی طرح عرس کرنے لگیں تو صاحب آستان
کے مقامی عرس کی افضلیت کیسے رہ سکے۔" یہ فرمان آپ لوگوں کو یاد ہے حاضرین نے
کہا حقیقتاً یہی ہدایت ہوئی (۵۶) شمس العلماء مولانا ابو سعید صاحب نے اجازت کے
بعد کہا ہماری صاحب کو مریدی کا اقرار تو ضرور ہے پیر کی اس ارشاد کی چار قل پڑھ کر
بخش دے بس اس سے زائد کچھ نہ کرے یہی اتباع ہماری صاحب کر سکے کہ خود خانقاہ
مونگیر قائم کی مولانا بابا و مولانا مونگیری کے سالانہ عرس کئے چندے جمع کئے جو ہدایات
پیر کا ایسا باغی ہو اسکی فریب بازی ظاہر ہے ورنہ آٹھ محرم کو دادا میاں برابر
شیر برنج پر فاتحہ ہی نہیں کرتے بلکہ ہر ماہ کی آٹھویں کو برابر فاتحہ کرتے حضور اعلیٰ
بھی نوش کرتے اور حاضرین بھی کھاتے (۵۷) سیوم بانگر مئو۔ دادا میاں نے
فرمایا کہ سیوم بانگر مئو کا واقعہ بیان کیجئے مولانا حکیم عبد الغفار گنج مراد آبادی نے کہا
شاہ وزیر علی صاحب بزرگ و بے حد متوکل تھے حالت تنگی رہا کرتی قبل وصال وصیت
کی مقدرت نہ ہو تو قرض لے کر سیوم چہلم نہ کرنا بس کلام پاک پڑھ کر بخش دینا
[illegible] گئے
چودھری حشمت علی تعلقدار سندیلہ ڈاکٹر عبد الغفار خاں وغیرہ نے

واپسی پر مولانا بابا نے پوچھا تعلقدار صاحب نے کہا شرکت سیوم کے خیال سے
ہم لوگ گئے ان کے فرزند نے یہ وصیت بتائی حضور اعلیٰ نے خوش ہو کر فرمایا
ان کو یہی چاہئے تھا قرض لے کر سیوم و چہلم کبھی نہ کرے دادا میاں نے فرمایا ہم
مقامی آدمی اور حضرت کی اولاد ہو کر اپنی معلومات کے باوجود تصدیق کر لیتے ہیں
تم بہاری صاحب تو ظہور ڈکیوں کرتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ چہلم و سیوم جو آج کل مسلمانوں
میں مروج ہے بدعت ہے یا نہیں فرمایا بے شک بدعت ہے" اتنا ہی کرو کہ ان
کے لازم مریدوں میں ایک ہی سے اسکی تائید کرا دو۔ تمام حاضرین نے تائید کی کہ کبھی سنا ہی
نہ جا سکا (۵۸) صفحہ ۱۲۳ کمالات رحمانی "آپ کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے
حضرت مولانا (محمد قاسم) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہو گئی اور مولانا
رشید احمد گنگوہی صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نور الٰہی ہے
جسکو ولایت کہتے ہیں" حضرت مولانا مونگیری نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے
پڑھ کر دادا میاں نے فرمایا بہاری صاحب یہ ارشاد رحمانی و افادات محمدی کا
پہلا ایڈیشن مولانا مونگیری کے ہاتھوں پیش کردہ محمد علی رحمانی عفی عنہ مونگیر۔ نوشتہ
موجود ہے سچے ہو تو دکھاؤ کہاں تصدیق مولانا مونگیری نے کی ہے۔ مولانا ظہور الاسلام
صاحب نے کہا اس رٹ کو بہاری صاحب کو اور رٹنے بجانے دیجئے برادرم مونگیری
صاحب نے کبھی ہم سے ذکر نہ کیا نہ میں نے نہ بھائی نور محمد نہ شمس العلماء مولانا ابو سعید
وغیرہ نے کبھی حضور اعلیٰ کی زبان مبارک سے ہر دو نام سنے تک نہیں مولانا ابو الحسن
لکھوی نے کہا کہ آج کے سوا کمالات رحمانی کے اندراج کے ہم نے اور مولوی عظمت
حسین موتی ہاری نے خلوت و جلوت کا حاضر باش ہونے کے باوجود کبھی سنا نہ اپنے
پیر بھائیوں کو اس ملفوظ سے واقف پا سکے خدا کیواسطے بہاری صاحب یہی بتا دیا
کرو کہ کون خلوت و جلوت ہوتی کس جگہ ہوتی جہاں صرف تم ہی سننے والے ہوتے
تھے ورنہ واقعہ خود کہتا ہے کہ بہاری صاحب اپنے پہلے پیر کو چھوڑنے کے بعد اتنا
وا[illegible] کے لئے نہ نکالتے تو کرتے کیا مولوی وحید احمد ردولوی نے صفحات

کمالات رحمانی سنایا کہ چھٹا (مسودہ) سابق تو نواب صاحب مرحوم کے پاس رہ گیا
جو کچھ مجھے یاد ہے درج کر دیا۔" پھر کہا یہ مسجد کا کنواں ۔ پیر کی سن پیدائش نہ تمام
ولادت جسے یاد نہ رہے پھر اسکی یاد خانماں برباد عقل فساد والی نہ ہوگی تو قابل اعتماد
کہاں سے ہو جائے گی بس یہی بہاری صاحب کے لئے مشکل ہے کہ یہ سب باتیں خواب
میں ہوئیں۔ تو سب رد اکر لیں (۹۵۸) خواتین کی یورش ۔ اتنے میں نواب مظفر علی خاں
نواب غلام قادر نواب عبدالحمید و نواب کرم شیر (شیر علی خاں کے والد) ڈاکٹر عبدالقادر
پٹھانان گنج مرادآباد حاضر آئے داد امیاں سے عرض کیا یہ کون بہاری ہیں
جنھوں نے ہم لوگوں کو رسوا کیا ۔ کمالات رحمانی صفحہ بائیس آپ نے جوش تعزیہ
میں آگ لگا دی یہاں کے سب پٹھان بگڑ گئے ایک خان جس کا نام یاد نہیں رہا
جو مسجد کے قریب رہتے تھے پوچھے وہ خان کہاں رہتے ہیں پھر صفحہ ۲۹
فضل رحمانی پر بہتان جڑا مسجد میں ایک طرف تعزیہ رکھا تھا آپ نے تعزیہ کو
جدا کرنا چاہا خواتین مرادآباد نے یورش کی چنانچہ ایک خاں صاحب نے جن کا نام
یاد نہیں رہا نواب وقت کے یہاں جا کر درخواست دی" ہمارے سامنے کہلایئے وہ کون
خاں صاحبان یورش کرنے والے ہیں مسجد کے چاروں جانب رہنے والے ہم لوگ خصوصاً
ہیں کیسے یہ ہم پر حملہ ہیں اگر کسی کے بتانے سے دگئے تو اسکا نام بتائیں کیا ہم جاں نثار
یہ اہل بستی فتحپور حمزہ و خالصہ و سلطان پور بعدانہ کہ حاضرین جھوٹے اور فقط بہاری
صاحب سچے ہیں پھر لکھا کہ راجہ گوالیار کے میر منشی میاں محمد جعفر خاں نے نواب
لکھنؤ کو سفارشی خط چھوڑ دینے کا لکھا بیڑی پائے مبارک سے کاٹی گئی بیڑی
کاٹنے والے کو آپ نے پانچ روپے انعام دیئے" خود حضور فرمائیں جو اس گرفت
کو پڑھیگا وہ ہمیر ہماری اولاد پر تھوکتا ہی رہے گا (۶۰۸) صفحہ اکیس کمالات رحمانی
آپ نے گنبد یعنی مقبرے میں آسائش کا قرار دیا اور بود و باش کیا پھر فضل
رحمانی صفحہ ۲۹ میں لسے ڈھرا کر یہ اور گڑھا کہ اس میں مدت گزار دروازہ کو
مسجد سے بند کر دیا" دیکھنے والے جانتے ہیں کہ وسط مقبرہ

کرم شیر علوی کی قبر ہے ادھر ادھر اگر تعزیہ رکھیں تو کھڑا ہونا مشکل پھر رہنا
نا ممکن ۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ نواب غوث محمد صاحب ہمارے مورث تشریف
لائے ہی سب سے پہلے مرید ہوئے مولانا بابا نے ایک چھپر اپنے صرفہ سے بنوا کر
مالکان قطعہ کی اجازت لیکر داہنی جانب مسجد ڈالا تو نواب غوث محمد نے
اپنا ایک قطعہ مکان مستورات کے لئے نذر کرنا چاہا مگر حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ
یہ داہنی جانب جو قطعہ پڑا ہے قیمت لے کر دیا جا سکتا ہے تو بہتر ہے نواب
غوث محمد رحمانی نے کہا آج سے آپ میرے فرزند ہو گئے میری اور میری اولاد کی جانب
سے یہ قطعہ قبول ہو چنانچہ اس حصہ میں مستورات کا چھپر پڑا پھر حضور اعلیٰ نے حجرہ
خام دو درجہ والا خود بنوا کر چھپر آگے کر لیا مگر غوث محمد صاحب نے احاطے میں دو
کوٹھریاں بنوا کر چھپر سے رسہ دری بنا کرا دیا ۔ فیصلہ فرمائیں کہ ہماری خدمات کی
اتہامات سے یہ گردن زدنی ہم کو کیسے با آبرو کر سکے گی اتنے میں ڈاکٹر عبدالقادر
خاں نے کہا دیکھئے صفحہ تیئیس" کمالات رحمانی آج جو عالی شان زنانہ
مکان ہے حضور نے اس احاطے میں پھوس کا چھپر ڈال کر بی بی صاحبہ کو لا کر
رکھا" خدا نے خود دکھا کر بہاری صاحب کو جھوٹا کر دیا ۔ نواب عبدالحمید صاحب نے
بگڑ کر کہا کہ تم بھی خوش ہو لو ورنہ صفحہ ۲۹ کمالات رحمانی پڑھ لو کہ ایک موذن
اذان دے کر چلا جاتا تھا نماز نہیں پڑھتا تھا: بولو کہ کون ایسا مسلمان ہے جو
مسجد میں اذان دے مگر نماز نہ پڑھے بہاری صاحب ایسا کرتے رہے بہار میں ہوں
ممکن ہے ورنہ اس مسجد کیلئے مشہور تھا کہ یہاں جن رہتے ہیں قبلہ مرشد دہلوی کے
خاندان کے ایک صاحب اذان دیتے اور ایک سوار لا معلوم جگہ سے آکر عشا پڑھاتے
باقی ظہر عصر مغرب فجر ہم لوگ پڑھتے عشا میں ڈر سے کوئی بستی والا ایک یا دو کے
سوا نہ آتا ایک عبادت بچی تھی اسکو بھی بہاری صاحب نے یوں اجاڑ کر دم لیا
[illegible] بہتان بازیوں کا بہاری صاحب سے بگڑ لے لئے ہیں نہ

ٹل سکتے ہیں ہماری بے ادبی معاف ہو۔ دادا میاں نے بڑی تدبیروں سے ٹھنڈا کر کے واپس کیا فرمایا جب ہم تمہاری طرف سے سب کر سکتے ہیں تو خود خاموش رہو ادھر یہ لوگ گئے ادھر بہاری صاحب ہمیشہ کو رُخ موڑ گئے مولوی عظمت حسین صاحب نے کہا کہ اس ترویہ کو عرس کے دن سنا کر مریدوں تک محدود رکھیے ورنہ اگر خاں صاحبان بستی کو جوش پر لے آئی تو کچھ بنائے نہ بنے گا" فقیر محمد رحمت اللہ کہتا ہے کہ یہی بہاری صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے تصدیق روایات مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین سے کی ہے ناظرین میرے والد ماجد کی بابت بہاری صاحب کی تصدیق روایت پر کھ چکے پھر فقیر کا استعمال کروانا تو اور آسان ان کو ہے ۱۳۱۷ھ سے وہ آستانہ ہی نہ آئے نتیجہ عیاں ہے سرورق کمالات رحمانی پر مولانا بابا کا نوشتہ۔ جب بہاری صاحب کا اصل مسودہ غائب ہو گیا تو نوشتہ حضرت کا بھی سوال نہ رہا کیونکہ وہ اس مسودہ کیلئے تھا یاد سے لکھے ہوئے کیلئے نہ تھا

تذکرہ نوشتہ ندوی صاحب (۴۶۱) ۲۵ رجون ۱۹۵۸ء میں بنام تذکرہ مولوی ابوالحسن صاحب ندوی نے ایک ترتیب دادہ مجموعہ شائع کیا لیکن اس کی مفروضہ روایات کی نقل نے جوابی تردید پر مجبور کیا اپریل ۱۹۵۹ء میں تذکرہ کی تردید میں تبصرہ نامی رسالہ شائع کرنا پڑا۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ جن سوانح نگاروں کو ندوی صاحب اپنا ممدوح ثابت کرتے ہیں ان کے پیش کردہ بعض نادر کوائف غائب کر جاتے ہیں، جیسے بہنوں کی رخصتی مولانا بابا سے منقول بہاری صاحب نیز گروہ مفضل رحمانی کی نجات کا مشاہدہ بقلم نواب نور الحسن صاحب رحمانی بھوپالی نیز روایت صفحہ ۶۲ مفضل رحمانی رمولانا سید محمد علی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مولانا مرشدنا ایک بار خیراتی کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ شہر بار ایک مولوی صاحب آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں یہ سنتے ہی حضرت کانپ گئے فرمایا ایسے لوگوں کا [illegible]

بکرو ایسے لوگ مسلمان نہیں"۔ پھر روایت مفضل رحمانی صفحہ سات ملفوظ سوم شاہ نور محمد صاحب سے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغنی صاحب بہاری محدث بخیال بیعت کرنے حضرت قبلہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت نے خلاف عادت درود تاج پڑھنے کو بتایا عبدالغنی صاحب کو اسی درود سے انکار تھا عرض کیا کہ اس درود میں دافع البلاء والوباء والمرض والقحط والالم سے بوئے شرک آتی ہے اس سے ہم کو وحشت ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس لفظ سے تم کو کیوں وحشت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے صفت دفع بلا وغیرہ آپ کو عنایت کی ہیں کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں" ناظرین انصاف کریں کہ یہ کوائف کیسے عقیدت کی جلالیانیت کی صیقل فرضی مفہومات کی اصلاح خصوصاً وہی پڑھنے کو بتانا جس میں وہ مشکوک ہوا اور اس کی صداقت منوا کر تبلیغ درود فرمانا عظمت مصطفائی کا احترام کرانے کا درس شالی ہیں وہ سب حضرت قبلہ حاجی سید وارث علی شاہ اور حضور اعلیٰ مولانا بابا قدس سرہم کی ننھیالی سلسلہ کی خونی قرابت پھر بزرگانہ ملاقاتیں اسی طرح حضرت مخدوم بہاری علیہ الرحمہ سے مولانا بابا کی قرابت وغیرہ نیز حضرت فاضل بریلوی الحاج مولانا حافظ احمد رضا خاں صاحب اور مولانا بابا کی محبت بھری ملاقات ولائق عمل بیانات کیسے عظیم اور سوانح کے اجزائے اہم ہیں قوم وملت کی کتنی گرانقدر امانت ہیں کہ ہر سوانح ذکر اسکے اندراج کے بغیر مجرمانہ خیانت سے اپنے کو بچا نہیں سکتا، نواب بھوپالی مولانا نوبگری و بہاری صاحب کی نقل سے یہاں بھاگا جاتا ہے تیسرے سب پر روشن ہے کہ حضرت مولانا بابا کے کیسے محبوب فرزند صاحب کمال مولانا احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ تھے دیگر مریدین کے لئے تو تعارفی نوٹ ندوی صاحب لکھنا فرض اولیں سمجھیں اور یہاں خاموشی وچشم پوشی کو واجب گردانیں تو ندوی صاحب کی نقاب عقیدت خود چاک ہو جاتی ہے چوتھے ندوی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں ان [illegible] بھوپالی کے کتب خانہ سے سب سے زیادہ مدد ملی صفحہ چودہ

تذکرہ صفحہ تیرہ پر جن کو امیر الملک والدجاہ نواب سید صدیق حسن خاں رئیس بھوپال بھی لکھیں۔ ان کی مولانا بابا کے دست حق پرست پر غیر مقلدیت سے توبہ کا اور مولانا سید محمد علی مونگیری کی تائید مغفرت صدیق حسن خاں صاحب ضمیمہ ارشاد رحمانی صفحہ پچپن۔ گول کر کے مولانا بابا کا یہ اصلاحی کارنامہ طالبان صلاح وفلاح سے چھپا رکھنا مولانا سوانح نویسی میں قریبانہ جرم ہے ظاہر ہے کہ ان سب کوائف سے گیتی درخشاں غیر مقلدی بے جان ہوتی تھی ندوی صاحب ان کو لکھتے تو کیسے لکھتے پانچویں کمالات رحمانی و بہاری صاحب کا مکمل خاکہ غیر معتبری آپ کے علم میں بخوبی آچکا خصوصاً مسودہ اصلی کھو جانے سے یاد کے سہارے اصلیت واقعات ندارد کر چکی شاید ہی صاحب کتاب ہی کے قلم سے خود اسکی تردید کرنے والی کمالات رحمانی جیسی غلط کتاب کوئی ہو سکے ایمان سے کہئے ایسی غلطیوں سے بھری کتاب کے حوالے دینے والے کس کھیت کی مولی ہیں چھٹے کمالات رحمانی ۱۹۱۵ء
• فضل رحمانی ۱۳۱۷ھ ارشاد رحمانی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء شاہی پریس لکھنؤ میں کافی روایات جواز فاتحہ جات ومولود وغیرہ ملتا ہے خصوصاً ۹/۱۱ جس کو مولانا مونگیری نے جواز فاتحہ کی سند بنایا ارشاد رحمانی صفحہ ۵۷۔ پھر روایت ۱۴۹ بہاری صاحب اور مولانا مونگیری کی دوہری شہادت والی روایت نیز روایت ۱۴۴ گیارہ بار قیام وسلام اور خصوصی روایت ۱۴۵ کہ مولانا بابا کا فرمان قیام مولود سے نہ روکو۔ پھر روایت ۱۴۶ مولانا بابا کے یا نبی اللہ سلام علیک پڑھنے پر روایت ۱۴۷ جواز مولود بخوشی الحالی اور حضرت کا گریہ بے قرار نیز نواب نور الحسن صاحب بھوپالی کی روایات ۱۰/۱۲ و ۱۱/۱۲ ندوی صاحب کو نظر نہ آسکیں فقط مسترد ممانعت فاتحہ سوم و چہلم وعرس تذکرہ صفحہ چھپن پر پیش کی جاتی ہیں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں اتنی وافر روایات جواز ہوں وہاں انفرادی روایت زیٹ ہو … کوئی دیا … کسوٹی بتاتی ہے کہ ندوی صاحب کو نہ اصلیت دیکھتے

بننے سے غرض بس تردید فاتحہ وعرس خواہ گھسی ہو خواہ بڑی ہو شن کا حق ادا کرنا کو اپنانے سے سروکار ہے کھلی بات ہے کہ ندوی صاحب کے معتمدین و ممدوحین کی کتب میں اسکا اشارہ بھی نہیں ملتا جس ممانعت کو بہاری صاحب پیش کرتے ہیں تو روایات جواز خود بول پڑتی ہیں کہ حضرت ذرا بھی کوئی اظہار ممانعت فرماتے تو ان زائد از حافظ اشخاص اور قرب مقامی والوں کو اول معلوم ہو کر بعد میں بہاری صاحب کے حصے میں پڑتی آٹھویں یہ کہ ایسی شکل کہ جو نقل ممانعت بھی کرے پھر خود اسی ممانعت کو کرے روایات جواز اس سے زائد پیش کرے اسی کا نام گڑھنت ہے علاوہ ازیں ندوی صاحب کو نواب بھوپالی کے کتب خانہ سے مدد لینے کا دعویٰ ہے ملاحظہ ہو ندوی صاحب کے وہاں مدد اسکا نام کہ نواب بھوپالی کی جواز مولود وفاتحہ کی روایات سنیت قوم سے چرائی جائیں فیصلہ صاف ہے کہ ندوی صاحب کو اپنی کھوکھلی غیر مقلدیت کی تقصیر آری میں بزرگوں سے غلط روایات وابستہ کر دینا اور اپنے ممدوحین کی مخالفت مول لینا سرمایۂ حیات ہے نویں یہ حیلہ کہ بہاری صاحب نے جو لکھا ندوی صاحب نے وہی نقل کر دیا اسلئے مردہ ہے کہ اثباتی روایات بہاری صاحب کی اتباع سے رہی اور فقط ممانعتی نقل کی اتباع کی جاتی ہے پس سنیت کے اس خزانے کی رہزنی قابل معافی نہیں ہے دسویں ندوی صاحب کا یہ رخ قابل دید ہے کہ ہماری افضال رحمانی میں ندوی صاحب کے لائق نقل کچھ نہیں ملتا لیکن جب اشرف علی صاحب کے نیل المراد کی گڑھنت کی تحقیق حق المبین۔ القول الفاصل اور افضال رحمانی میں تردید ہوئی تو اختلاف روایت کے ہر دو پہلو غیر جانب دارانہ ظاہر کر دینا شرمناک بن جاتا ہے مگر اشرف علی صاحب کی گڑھنت بنانے کے لئے فرضی حوالہ تراش ڈالنا بڑی نام آوری رہتا ہے کہ افضال رحمانی میں ہے کہ آپ نے ایک سیڑھی کی طرف اشارہ … ہوئی تھی صفحہ ۲، حاشیہ ۱، حالانکہ افضال رحمانی میں پیر صاحب کے … اعلان ہے افضال رحمانی صفحہ چھیاسی میں پیرل قوم ہے کہ پابندی

بنی ہوئی پیڑھی جیسے مونڈھا کہہ سکتے ہیں اسپر گورنر صاحب اور کھجور کی چٹائی
پر بقیہ ان کے ساتھی بیٹھے تھے" ناظرین انصاف کریں کہ ندوی صاحب نے
جو عبارت لکھی افضال رحمانی کی عبارت سے کسقدر فرق ہے شاید ندوی صاحب
کے دھرم میں صداقت اسی کا نام کہ حوالہ کچھ ہو مگر موافق مطلب عبارت گڑھ
کر مقصد حاصل کیا جائے اور بنبر نہ لکھ دینے سے یہ پٹی پڑھا سکیں کہ آستانے کی
تحریر بھی یہی کہتی ہے وہ میش ندوی صاحب کی پیش کردہ فرضی عبارت کا یہ جملہ
پیڑھی کی طرف اشارہ کیا۔ بہ اعتبار روایت تھا تو یہ اشارہ میم کی جانب ہوتا
ہے اس سفید جھوٹ پر جھوٹ بھی شرمندہ ہے ورنہ افضال رحمانی گورنر کے
بیٹھے ہونے کا اعلان کر رہی ہے ناظرین ہوشیار رہیں۔ لہ یا ۱۲ وغیرہ لکھ دینے
کو کبھی باور نہ کریں جب تک نقل مطابق اصل نہ ملالیں گیارہویں میم کی فرضی آمد
تو ندوی صاحب کے لئے ایسی سعادت بنے کہ جھوٹ واتہام بازی جائز بنالیں مگر روایت
۱۴۳ بحوالہ نورالنور اشرف علی صاحب والی ایسی خلاف سعادت بنالیں کہ چھپانا روا
ہوا۔ اتباع روایت تھا تو یہ ناجائز ہو جائے یہ مسمریزم اسی لئے ہے کہ ہر وہ روایات
سنیت جس سے ندوی صاحب کے مشن کی مرگ ناگہانی ہوتی ہے برابر گول کر جانا
ہی طرۂ پرفریبی ہے پھر کمالات رحمانی میں ایک بار اور فضل رحمانی میں دو بار لارڈ
کی آمد مذکور ہے مگر ان کی میم صاحبہ کے ساتھ ہونے کا کہیں ذکر نہیں مگر ندوی صاحب
یہاں بہاری صاحب کی اتباع نہیں کرتے اور ممانعت فاتحہ ہی میں کرتے ہیں سامنے
کی بات ہے کہ یہاں بہاری صاحب کی اتباع سے تھانوی صاحب چھوڑنے پڑتے تھے
اس لئے ندوی صاحبنے خود جھوٹے بننا بڑی عزت سمجھا مگر سچ بولنا گوارا نہ کیا
بارہویں کتاب مصباح العاشقین اور کشف المظلوم کا مطالعہ اول نظر میں بتا دیتا
ہے کہ حضرت مخدوم مصباح العاشقین صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی [illegible]
مگن تھا مگر تذکرہ صفحہ اٹھارہ پر نام نامی منگن لکھ مارا [illegible]

[illegible] مرقوم ہے آٹھ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ میں بمقام گنج مرادآباد میں وفات پائی اور مراد
[illegible] کے مقبرے میں دفن ہوئے حالانکہ لاکھوں زائرین دیکھ چکے کہ مراد خاں کے
[illegible] کا کوئی مقبرہ وجود ہی نہیں رکھتا نہ آٹھ ربیع الاول کو حضور اعلیٰ کا وصال ہوا
[illegible] ہے وہ حال روایت جہاں درایت وصداقت کا قحط چھایا ہوا ہے سب پر
[illegible] روشن ہے کہ بائیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو حضور اعلیٰ کا وصال ہوا دیوان زبانت
[illegible] شاہ عالمگیر مسمی دیوان کریم بشیر صاحب علوی کے مقبرے میں اول آپ کی آرامگاہ
[illegible] چودہویں صفحہ تیرہ تذکرہ رضی الدولہ نواب نورالحسن خاں حضرت مولانا سے
[illegible] بیعت تھے" جو نواب بھوپالی کا اتنا بڑا ذخیرہ پانے کا وہ مدعی ہو اسکی جہالت
[illegible] ہو کہ اتنا بھی جان نہ سکے کہ نواب بھوپالی مرید کس کے تھے اس سے بھی نابلد ہوکر
[illegible] اب بھوپالی خلیفہ تھے تو کس کے تھے گپ بازبھی یہاں مات کھائے ہیں ورنہ نواب
[illegible] بھوپالی کے رسائل پڑھا صحیح ہوتا تو نگاہ اولیں یہ بتا دیتی ہے کہ نواب نورالحسن
[illegible] صاحب نے غیر مقلدیت پر لعنت بھیج کر مولانا احمد میاں سے بیعت کی ایسے عاشق
[illegible] صادق ہوئے کہ دادا میاں نے خلافت سے نوازا۔ واقعات کی صحت کی یہ گردن زدنی
[illegible] اور کہہ رہی ہے کہ مولانا بابا کی ذات عالی سے غلط روایات منسوب کرنا ندوی
[illegible] صاحب کی عقیدت اور واحد مقصد یہ تھا کہ حضور اعلیٰ کا نام سنتے ہی دنیا دیوانہ
[illegible] اور بڑھے گی اسکی آڑ میں ممانعت فاتحہ وعرس کی انہیں مردود روایات سے مشن
[illegible] کو بھی سید ھا کر دو ۔ پندرہویں ندوی صاحب نے غیروں سے بھی جستجوئے
[illegible] کوائف کی ہے باوجودیکہ مولوی عبدالعلی و مولوی حکیم عبدالحی صاحبان رائے
[illegible] بریلوی نبیرہ محمد رحمت اللہ بڑا ربط وعقیدت رکھتے تھے ندوی صاحب نے ان
[illegible] سپوت ہوکر ایک غیر کے بطور جستجوئے کوائف یا کوئی خاص خاندانی معلومات
[illegible] حاصل کرنے کے بھی لائق نہ سمجھا فقیر اسکو بھی ندوی صاحب کی محبت کی ایک جدید
[illegible] یہ چند فاش غلطیاں حوالہ قلم ہیں جہاں مدار معلومات کی

یہ گت ہو تو اپنی دُرگت کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ سولھویں آخری چیز یہ ہے
کہ آپ ایک بزرگ کے حالات قلم بند کر رہے ہیں جہاں وہ منع کرتا ہے جہاں وہ
جواز بتاتا ہے آپ کی ایمانداری ہر دو پہلو واضح کر دینے میں ہے ناظرین حق
و ناحق کا خود فیصلہ کر لیں گے لیکن یہ کیا کہ سارے بکنے والوں میں سے کسی روایات
جواز سے بھاگا جائے بس ممانعتی روایت اپنائی جائے آپ کبھی اسے ایماندارانہ پیش
کش نہیں مان سکتے رسالہ تذکرہ خود اس سے شرمندہ ہے بشرط فرصت غلطی
روایات تذکرہ پیش ہوں گی۔

<u>مکتوبات مولانا مونگیری</u> (۶۶۲) مکتوب اول۔ از فضل رحمٰن بہ مولوی محمد علی
صاحب سلمہ اللہ اما بعد الحمد للہ کہ بخیر ام مدام مردمان را امر خیر نمودہ باشند
توجہ بہ تمامی کنیم تم السلام والدعا ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ مکتوب دوم از
فضل رحمٰن بہ مولوی محمد علی صاحب سلمہ ربہ اما بعد الحمد للہ کہ بجانبیت ام و صحت
دارین شما خواہاں۔ شمارا اجازت است کہ خلق را نیک راہ تعلیم کنند برائے
ثواب آخرت و ہر کہ با شما صحبت سازد او را اثر شود آمین و ہماں جا باشد والسلام
مکتوب سوم عزیز دلی و محبی مولوی رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ
رحمانیہ سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا خط آیا تعجب ہوا کیونکہ
کبھی آپکا خط نہیں آیا شاید کبھی آیا ہو تو مجھے یاد نہیں ربیع الاول میں فاتحہ
کیلئے جو کچھ بھیجتا ہوں اسکی رسید کبھی آپ سے نہیں آتی جس سے اطمینان ہوتا کہ
آپ کے ہاتھ میں پہونچ گیا آپ سے خلافت کا لوگوں نے جو جھگڑا چھیڑا ہے
بہ فضول ہے نہایت فتنہ کا وقت ہے ہر وقت ہر اقسام کے فتور نظر آتے ہیں
مگر آپ ابھی کم سن ہیں اسلئے آپ کو ان باتوں کی خبر نہ ہو گی میرے علم میں حضرت
قبلہ گنج مراد آبادی قدس سرہٗ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اب بہت سے خلیفہ بن کر
لوگوں کو مرید کرتے پھرتے ہیں اور یہ خاکسار کسی کو کیا خلیفہ بنا[illegible]

[illegible] کسی قابل نہیں سمجھتا آپ یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرت کے واسطے
[illegible] اشتہار نہیں دیا کسی رسالے میں اپنے حالات نہیں چھپوائے البتہ حضرت
علیہ الرحمۃ نے بعض لوگوں کو بیعت کی اجازت دی ہے اسی طرح یہ
[illegible] کسی ضرورت و مصلحت سے بعض کو مرید کرنے کی اجازت دیتا ہے
[illegible] خلافت نہیں بلکہ وکالت ہے یعنی یہ کہ ہماری طرف سے تم یہ کام کر لو میں
[illegible] علیل رہتا ہوں خط لکھنا کیا بلکہ لکھانا بھی دشوار ہوتا ہے والسلام
[illegible] علی موجمالی مونگیری دس فروری سنہ ۱۹۲۰ء یادداشت ایک صاحب بدایونی
[illegible] خلافت کا دعویٰ کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب نے ان کی تصدیق خلافت
[illegible] بالا میں کی ہے جس کا جواب یہ ہے اخبار دبدبۂ سکندری رام پور و اخبار
[illegible] القرنین میں بہ سال مذکور بہ طبع ہو چکا ہے" (۲۶۵) خاندانی۔ ہم سے جو بلا وجہ
[illegible] نادر کہتے ہیں دیکھ لیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ ہی مولانا مونگیری کہتے ہیں میرے
[illegible] چھپالیس سالہ دور میں باوجود اجازت عام کے کہ جس کے پاس تحریر اجازت
[illegible] شوق ہم کو کم از کم دکھا تو دے صداقت ہو سکتے ہو سے ہم نہ مانیں تو ہم بدین
[illegible] بیلہ صحیح کر دیتے۔ لیکن کوئی ایسی تحریر پیش نہ ہوئی ایک صاحب نے یوں وردہائے
[illegible] دیکھ کر دعویٰ کیا کہ ہم کو خواب میں خلافت بخشی برخوردار مفتی ہوئے
[illegible] سلمہٗ نے خوب ہی جواب دیا کہ بسم اللہ پھر آپ بھی خوابوں میں مرید کیا کریں
[illegible] علی شاہ رائے بریلوی کی تردید اٹھارہ جنوری اخبار حقیقت لکھنؤ سنہ ۱۹۳۴ء
[illegible] بکر چکا خدا نے دکھا دیا کہ عبد الغفار نگرامی نے اس بہانے دھندہ چاہا تھا صد
[illegible] با میرے مریدین کو کہ یہ کہکر کہ آپ سب کچھ سہی مگر صاحب سجادہ کی
[illegible] تصدیق کے بغیر ہم مریدین کچھ بھی ماننے کو طیار نہیں حق ادا کر دیا۔ آخری دار پھر
[illegible] کیا آپ خاندانی بھی ہیں لیکن میرے مریدوں میں آمد قیام
[illegible] دعویٰ تو غلط کا غلط ہے آج وہ اہل قرابت بھی نہ رہے

جن پر ناز تھا اب تو قرابت کے دعوے ہمارے سامنے ہیں پیٹھ پھرتے ہی ہماری
مخالفت والزامات جڑتے ہیں ہم خود اس قابل نہیں کہ کسی کے ہونے کا دعویٰ کریں
اتنا جانتے ہیں کہ ہم رو رہے تھے ہم چھوٹے ہماری روایات خاندانی کے محافظ مریدین بھی
ہیں اسلئے نہ ہم نے غلط روایات منسوب ہونے دیں نہ خاندانی کے فریب میں پھنسیں نہ
کسی کو پھانسنے کی مہلت دیں آخری داؤ یہ ہے کہ ہمیں اتنا عزیز تھا ہم کو اتنا مانتے
تھے ہم کو برخوردار کہا کرتے میرا گھر بنوا دیا میری شادی کرائی یہ سب فضول ہے کوئی
غیر بھی ہمہ ہم علم و خوشی کا ہمارا سابقہ واقعی ہے وہ سب کچھ ہے جو ایسا نہیں ہے لاکھ
ہمارا ہو کر ہمارا نہیں میرے دادا میرے والد صاحبان میری روح مولانا نعمت اللہ
میاں خصوصاً میرے اور مفتی چھوٹے میاں سلمہ کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا
جو کافی مریدین کے علم میں آتا رہا ہے کاش ہم میں سے کسی کے سامنے ایسے کہا ہوتے
ہماری بابت جو یہ گروہ کے پوچھا ہوتا. درست وہی ہے جو آپ بچشم خود ہماری دیکھیں
میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں اے کریم خدا جس کرم سے تو اس سجادہ کا محافظ
رہا ہے اس سے زائد محافظت و عظمت عطا فرما خود کو آستانے کو تمامی مریدین کو تیرے
جوار رحمت کے سپرد کرتا ہوں آمین (۲۶۶) اشرف التنبیہ صفحہ ۳۰ حکایت
۳۴۶ . محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست گوالیار کا واقعہ کہ مولانا نے فرمایا کہ تم گنگوہ
ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد کی دعا ہی پر موقوف ہے
اور تمام روئے زمین کے اولیا بھی دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا. یہ واقعہ صد ہا مریدین کو
اسلئے معلوم ہے کہ دو لاکھ کا معاملہ تھا. پہلے مولوی احمد مکی صاحب محمد قاسم صاحب
کو ہمراہ لائے مولانا بابا نے بیعت کرنے کے بعد وطن پوچھا تو دیوبند بتایا آپ نے
حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کے اوصاف بتائے کمشنر صاحب نے دعا لے
ملازمت چاہی فرمایا گوالیار جا کر راجہ سے ہماری دعا کہہ دو. جا کر د...
بندوبست کمشنر کر دیا کچھ عرصہ بعد دو لاکھ کا حساب نکلا یہ حاضر آئے
صاحب نے عرض کیا فرمایا فضل رحمانی سے ملازم ہوا ہے فضل ر...

خدا رکھیگا تم واپس جاؤ. یہ حکیم صاحب و احمد مکی کے ساتھ پہونچے تو ہزاری
غلطی نکلی حساب درست ہوا (۲۶۷) اشرف التنبیہ صفحہ دو سو ساٹھ
مولانا گنج مراد آبادی نے فرمایا تم گنگوہ جاؤ دوبارہ عرض پر فرمایا ایک میں ہوں
دوسرے رشید احمد تیسرا ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے".
حاشا للہ کہ کسی زائر و حاضر سے مولانا بابا نے ایسے الفاظ ادا کئے ہوں حتیٰ کہ
مریدین کو اپنے لئے مولانا بھی کہنے نہیں دیتے مریدین کرامتی کوائف کی جستجو
میں رہتے قاسم صاحب والا بھی مشہور ہوا تھانوی صاحب کی حاضری
ایسی نہ تھی جو مخفی رہی ہو. اور اس گفتگو کا سننے والا کوئی نہ ہوتا مولانا
احمد حسن صاحب کانپوری کا بیان ہے کہ تھانوی جی نے اپنی باتوں کا اقرار
لوگوں کے سامنے کانپور میں کر لیا تھا (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۰۰) تھانوی جی کا
خود بیان ہے کہ بہر حال وہاں بدون شرکت (محفل مولود و فاتحہ) قیام کرنا
قریب بہ محال دیکھا اور منظور تھا وہاں (کانپور) میں رہنا کیونکہ دنیاوی
منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے تذکرۃ الرشید وجہ حاضری گنگوہ
عیاں ہے آپ بھولے نہ ہونگے کہ براہین قاطعہ. فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند
سے ہمارا یہ معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی" جب آنحضور کو اسطرح استعمال کیا
جا سکتا ہے. تو مولانا بابا کو استعمال کرنا کیا بڑی بات ہے ان سب امور کا جواب
افضال رحمانی میں ہو چکا ہے کہ یہ دکھانے کے لئے حضرت مولانا کے ارشاد
جس کے لئے یہ ہوں وہ کیا کچھ ہے گرایا گیا مگر یہ پول کھل ہی گیا مولانا حکیم
عبدالحی رحمانی ناظم ندوہ نزہۃ الخواطر جلد آٹھ میں یوں راقم کچھ فضائل
... کہ ہیں علم و عمل زہد و ورع شجاعت و کرم جلالت و مہابت میں امر
... عن المنکر میں اپنے معاصرین میں سب سے ممتاز اور فائق

نظر آتے تھے اسی کے ساتھ اخلاص نیت و گریہ وزاری عشق و مستی ذکر و استغفار
میں دعوت الی اللہ میں حسن اخلاق اور عام فیض رسانی میں اپنی نظیر نہیں
رکھتے تھے اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر میں قسم کھاؤں
کہ میں نے دنیا میں حضرت مولانا بابا سے بڑھ کر صاحب کرم و رحم دنیا و دینار
بے تعلق کتاب و سنت کا متبع نہیں دیکھا تو میں حانث (جھوٹی قسم کھانے والا)
نہیں ہوں گا۔ اسی کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسالت کا مولانا بابا سے
بڑا عالم میں نے نہیں پایا"۔ اسی پر میں بھی ختم کرتا ہوں۔

تیرھواں باب ضمیمہ افضال رحمانی حصہ اول

مریدین نے ہم سے اصرار کیا کہ ماسوا کچھ مضامین کے حصہ اول
پہلی حاضری کے اور امور رحمت و نعمت میں مذکور ہیں اگر وہ غیر مندرجہ
موجودہ رحمت و نعمت میں شامل کر دیں تو ایک کتاب ہی سے دونوں کا فائدہ ہو جائے
گا۔ اگرچہ ہم کو طوالت نیز بار طباعت دوبارہ اٹھانا پڑا مگر اس معقول مطالبے کو پورا کرنا
پڑا۔ (۱) رئیس موتی ہاری مولوی حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی کہتے تھے کہ مولوی حافظ ابوسعید
خاں صاحب رحمانی مالک مطبع نظامی کانپور جب آستانہ حاضر آتے میرے ساتھ مقیم ہوتے
خانصاحب نے کہا کہ ایک بار تھانوی صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر ان کے ختم دور طالب علمی
کے قریب آستانہ آیا جب ہم لوگ (بذریعہ حکیم صاحب مذکور) پیش ہوئے تو حضور اعلیٰ نے
تھانوی صاحب سے سوال کیا کہ کیا پڑھتے ہو تھانوی صاحب نے کتابوں کے نام بتائے
حضور اعلیٰ نے پوچھا کہ بعد فراغت وضو کون مستند دعا پڑھی جاتی ہے جب
خاموش رہے آپ نے فرمایا اگرچہ ہم کو پڑھے کافی عرصہ گذر

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حقیقی معتمد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ
لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ دعا ہے دوسری کوئی نہیں۔ تھانوی صاحب نے
حصول ملازمت کی دعا چاہی آپ نے دعا دے کر رخصت کر دیا **دوسری حاضری**
(۲) تھانوی صاحب مولوی ابوسعید خاں صاحب کے مکان کانپور ہی میں مقیم رہا کرتے
تھے مولانا بابا کی دعا سے چند یوم ہی میں تھانوی صاحب کو مدرسہ کانپور میں ملازمت
مل گئی تو کچھ دن بعد خانصاحب اپنے ہمراہ تھانوی صاحب کو لے کر حاضر ہوئے
اور ایک جگہ (حکیم عظمت حسین مذکور کیساتھ) مقیم ہو گئے خاں صاحب کہتے تھے کہ
ہم حاضر خدمت تھے کہ زنان خانہ سے مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب جن
کی عمر پانچ چھ برس کی اسوقت تھی مولانا بابا رحمۃ اللہ علیہ سے بتاشے منگا دینے
کا اصرار کرنے لگے آپ نے کسی خادم کو حکم دیا کہ بقال سے لادو مگر صاحبزادے
صاحب خود جانے کو مچلے تو حکیم عظمت حسین صاحب اپنے ساتھ لیکر بقال سے دے دار
(منیل بتاس والے) دلا کر آئے بچوں کی حسب عادت صاحبزادے نے ایک بتاشہ
پٹک دیا سخت آواز ہو کر آگ اس سے لگی تو مولانا بابا نے فرمایا اسے بتاؤ اس میں
غضب کی کیفیت ہے اسکا ہمارے یہاں کام نہیں ۔۔ ملاحظہ ہو کہ یہ جواب
کتنا عارفانہ ہے۔ **تیسری حاضری**۔ (۳) مولوی احمد حسن کانپوری و مولوی محمد
حسین الہ آبادی صاحبان اکثر جمعرات کو کانپور سے آستانہ آیا کرتے الہ آبادی صاحب
کہتے تھے کہ جبکہ میں اپنے شاگردوں کے ساتھ حاضر آستانہ ہو رہا تھا کانپور میں تھانوی صاحب
ملے جو بظاہر غمگین تھے مزاج پرسی پر تھانوی صاحب نے بتایا کہ مدرسہ کی ملازمت جاتی
رہی تم آستانہ چل رہا ہوں میں (الہ آبادی) نے کہا کہ آپ نے اپنی باتوں (مولود و قیام و فاتحہ
[illegible] اقرار کو لوگوں کے سامنے کانپور میں کر لیا تھا (دیکھئے تذکرۃ الرشید جلد اول)
[illegible] پھوڑا تھانوی جی خاموش رہے میں دلجوئی کرتا گنج مراد آباد

پہونچا وہاں ہم دونوں جب حاضر خدمت ہوئے مولانا بابا نے پہلے ہی تھانوی تریح
سے کچھ آہستہ فرماکر پھر بہ آواز کہا خدا بڑا کارساز ہے پھر وہ جگہ دیگا۔ بعد تحریر
ہم سب کو رخصت کیا حضرت کی دعا سے دوسرے مدرسہ میں پھر تھانوی صاحب
ملازم ہوگئے۔ **چوتھی و پانچویں حاضری** (۴) قاری عبد الحئی رحمانی پانی پتی نے کہا کہ
میں اور تھانوی صاحب جو ظہر بعد آئے عصر کے درس میں شریک ہوئے آیت یا بنی
اسرائیل پر مولانا بابا نے اول اختلاف قرات بتایا پھر فرمایا کہ بعض قاریوں نے اسرال
بعض نے اسرائیل پڑھا ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کو تو ضرور معلوم ہوگا میں نے
لاعلمی کا اعتراف کیا پھر حاضرین درس سے اسکے معنے پوچھے سب لاجواب رہے
آپ نے فرمایا کہ اسرائیل کے معنے گجنے ہوئے ہیں (۵) پھر فرمایا کہ میں کلام پاک میں
یہ مختلف قرأتیں اسلیے لکھ دیا کرتا ہوں کہ یہ سب سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہیں پھر اپنا واقعہ فرمایا کہ باوجودیکہ ہم لڑکے ہی تھے لیکن
فرنگی محل کے بڑے بڑے علماء جیسے مولوی نعمت اللہ مولوی ولی اللہ مولوی ظہور اللہ
صاحبان ہم سے قرات سیکھتے تھے میاں نعیم صاحب کے دادا کے اولاد نہ ہوتی تھی انھوں نے
ہم سے کہا ہم نے دعا کردی خدا کے فضل سے ان کے اولاد ہوئی تو پھر ان کے گھر کے بہت
سے لوگ ہمارے مرید ہوئے (۶) سعدی پور ضلع دربھنگہ کے مولوی محمد فاروق صاحب
رحمانی ناقل کہ میں ماہ رمضان میں آیا تو مسجد میں تھانوی صاحب سے ملاقات ہوئی
پس اتنی دور مولانا بابا سے ہٹ کر بیٹھے کہ وہاں سے گفتگو سننا محال تھا اتنے میں
اذانِ عصر ہونے لگی میں تھانوی صاحب سے جو گفتگو کر رہا تھا اسلئے کرتا رہا کہ
ہم مسجد میں تو حاضر ہی ہیں اسلئے جواب اذان واجب نہیں اتنے میں مولانا بابا اپنی
نشست سے مسجد آئے فرمایا اگرچہ جواب اذان واجب نہ تھا لیکن مسجد میں حاضر شخص کو
جواب اذان دینا تو بہرحال مستحب ہے یہ سنکر میں دور بھنگوی دا...

...کشف محکم عمل و امتیاز تقوی پر دنگ رہ گیا۔ بعد عصر حاضر درس ہوئے تو
...بر دالاسوال وجواب ہوا قبل مغرب کسی تبتی والے نے اہل مسجد کے لئے
...کھانا بھیجا قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں علیہ الرحمہ نے کسی خادم سے گھر
...نے جانے کو کہا بعد افطار معمولی پلاؤ میٹھا چاول تبتی سے آیا ہوا اپنے گھر کی خمیری
روٹی شوربے دار آلو اور کوئی اچار سب زائرین میں تقسیم ہوا اگرچہ لطف شوربے دار
آلو خمیری روٹی میں علاوہ کسی میں نہ آنا کہاں سے ابھی میں اور تھانوی صاحب وغیرہ
کھانا کھا رہے تھے کہ ایک خادم مٹی کی رکابی میں مونگ کی کھچڑی لایا کہا کہ مولانا بابا
نے فرمایا ہے کہ آپ دونوں یہ سحری کیلئے رکھ لیں۔ سبحان اللہ کیسا کشف دائمی
تھا کہ سب کچھ آئینہ رہتا واقعی میرے دل میں خیال آیا ہی تھا کہ حضور اعلیٰ کے کھانے
میں سے کچھ مل جاتا تو سحری اس سے کرتے وہی سامنے آیا میں نے اپنے ساتھیوں سے
بھی اسکا اظہار کر دیا ممکن ہے وہ بھی یہی آرزو رکھتے ہوں پھر سحر بعد ہم سب کو رخصت
کردیا۔ • مدرسہ جامع العلوم کے دور ملازمت میں تھانوی جی بڑے فخر سے حضور اعلیٰ
گنج مراد آبادی کے محامد و فضائل بیان کیا کرتے جسکے سننے والے اب تک زندہ ہیں لیکن
اُس دور میں کبھی یوں نہ بیان کیا جیسے اشرف التنبیہ حسن المقصد و نیل المرادفی السفرالی
گنج مراد آباد میں چولا بدلا ہے ھذا ھو الحق المبین اور القول الفاصل اسی زمانے
میں مکمل تردید پر شائع ہو چکی ہیں سب سے اہم یہ ہے کہ تھانویہ ذاتی حاضری اور منقولہ
روایات دو پردہ ہونے والی نہ تھیں جو ڈھکی چھپی رہ سکتی ہوں اور کسی کی جانکاری
سے مستثنیٰ رہ سکیں تجربہ ہے کہ ایسی حاضری میں لوگ خواہ مخواہ وقف جستجو رہا کرتے
ہیں (۷)، تھانویہ پر زور دعویٰ یہ ہے بقولہ۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ یہ عمل
کرتے ہوئے گنگوہ چلا آیا۔ • حاضری گواہ ہے کہ کانپور کے چھوٹنے کے اسباب اہل سنت
... الفت ہے جلد اول تذکرۃ الرشید دیکھئے بقولہ کہ بدون شرکت
...ں (کانپور) میں قیام قریب رجال دیکھا۔ • پھر بہ کثرت

بڑا جھوٹ ہے کہ کانپور چھوڑنے اور گنگوہ جانے کو مولانا بابا کے بموجب حکم بتایا
جاتا ہے تھانوی تحریر نمبر ۲ یہ تحریر جھوٹی بنائی ہے۔

واقعہ شادی (۸) تھانوی جی راقم کہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی پر جذب
کا غلبہ بہت رہتا تھا ایک مرتبہ آپ کے پوتے کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے
تھے پوچھا یہ آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا آپ کے پوتے کی شادی ہے
پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا لوگوں نے وہی جواب دیا فرمایا ہاں ہم نے ابھی تو پوچھا تھا
پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا لوگوں نے وہی عرض کیا فرمایا ہاں ہم نے ابھی تو پوچھا تھا
اچھا اب سے ہمیں جواب نہ دینا کوئی کہاں تک بتائے بلفظہ ۔ • واقعہ یوں ہے
کہ قاضی فدا حسین صاحب رحمانی ایڈیٹر ناقل کہ میں بھی حاضر تھا مولانا بابا کے
فرزند حرم اول شاہ عبدالرحیم میاں کے بیٹے شاہ حامد حسین عرف مدے میاں جو اپنے
ننھیال بلگرام ضلع ہردوئی میں رہتے تھے کی بارات وہاں تھی میں نے سہرا لکھا۔
دوسرے وقت بلگرام سے ایک صاحب شرکت کیلئے عرض کیا مولانا بابا نے
فرمایا کہ ہم ضعیف آدمی اتنی دور کہاں جا سکیں گے بڑی تکلیف ہوگی خدا مبارک کرے
پھر میں دوسرے عزیزوں کے ساتھ بلگرام وہاں سے سندیلہ بارات کیساتھ گیا۔ •
غور کیجئے جب گنج مرادآباد میں نہ دولہا نہ دولہا کے والدین رہتے ہیں نہ وہاں بارات
تھی نہ لوگوں کا جمع ہونا اور یہ بار بار کی پوچھ گچھ فقط گپ رہ جاتی ہے دومیش
جہاں یوں لوگ جمع ہو رہے ہوں بار بار پوچھا جا رہا ہو اسکے دیکھنے سننے والے
فقط تھانوی جی ہوں درایت وعقل ونقل ایسے فرضی تراشی قرار دیتی ہیں جو جذب
کا غلبہ ثابت کرنے کے لیے گڑھا گیا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاں جذب کا
غلبہ بہت رہنا بتایا جائے وہاں بحمد اللہ ہزار ہا زائر و حاضر و ناظر سے غلبہ جذب کا
کوئی وسوسہ تک نہیں ملتا تو ذہنیت تھانویہ کا ننگا پن چھپا[illegible]

ساتھ ہی لفٹننٹ گورنر (۹) کا واقعہ ملاحظہ ہو ۱۸۹۲ء میں سر جان کراسٹھویٹ
گورنر یوپی ڈھائی تین سو عمائدین کے ساتھ حاضر آستانہ ہوئے مولانا بابا پلنگ
پر گورنر نمدے کو رسینٹھے وار بانڈ سے بنے گول پیڑھی نما مونڈھے پر اور اسٹاف چٹائی
پر بیٹھا گورنر صاحب نے کہا حضور اعلیٰ کے وہاں ڈھائی تین سو زائرین کا مجمع رہا
کرتا ہے میں چاہتا ہوں دو ایک گاؤں اسکے خرچ کیلئے گورنمنٹ سے منظوری لے کر
پیش کروں تاکہ زائرین کے بار سے حضور اعلیٰ کو سبکدوشی ہو آپ نے فرمایا بفضلہ
ہم کو اس کی ضرورت نہیں اپنے محبوب کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہماری اور ہم سے
وابستہ اہل محبت کی کفالت کا وعدہ ہم سے فرمالیا ہے گورنر صاحب نے بصارت
نظر کو پوچھا آپ نے فرمایا ہم اس عمر میں بھی خدا کے فضل سے چودھویں کی چاندنی
میں خط پڑھ سکتے ہیں تو گورنر اور ان کے فیملی ڈاکٹر کو بڑا تعجب ہوا آپس میں
کہا کہ یہ قوت نظر اب تک کیسے قائم رہ سکی ادھر کشف سے مولانا بابا نے فرمایا کہ بحمد اللہ
میری نظر اب تک بے جا صرف نہ ہو سکی اسلئے خدا نے یہ قوت نظر بخشی ۔ گورنر صاحب
نے کہا میری بیوی نے بعد سلام یہ کہلایا ہے کہ اولاد کی دعا فرمائیں آپ نے دعا
فرمانے کے بعد نصیحت کی کسی پر ظلم نہ کرنا اس سے سلطنتیں تباہ ہوگئی ہیں ۔ • اشرف
التنبیہ حکایت ۱۵۲ ۔ لفٹنٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے سب کھڑے
تھے ایک میم بھی کھڑی تھی مولانا نے ایک الٹے گھڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا
بی تو اسپر بیٹھ جا ۔ • یہ گڑھنت اپنی بناوٹ پر خود بتلا رہی ہے کہ اول تو
ایک گورنر کی آمد نہ بلا اطلاع ہوتی ہے نہ بغیر اہتمام رہتی ہے تعلقداران آسیون
تعلقداران سندیلہ و ملیح آباد و گدن پورہ شاہ آباد راجگان گرا ارتولہ و محمود آباد
[illegible] علی رضا صاحب وزیر بھوپال نواب نورالحسن خاں بھوپالی نواب ٹونک
[illegible] نظم کو موجود تھے لیکن مولانا بابا نے کسی اہتمام کی اجازت نہ دی

فرمایا ہمارے لئے پلنگ باقی چٹائی اور ایک مونڈھا رکھدو۔ اسلیے سب کھڑے رہے قابل تسلیم نہیں رہتا۔ ۱۳۱۵ھ میں کمالات رحمانی پھر فضل رحمانی میں یہ واقعہ مکرر آیا کہیں مبہم ساتھ آئے کا نہ اس میں ذکر ہے نہ دوسرے مطبوعہ رسائل کوائف میں ہے نگاہ تھانوی میں یہ سارے کوائف نویس سچے مسلمان ہونے اور قول صحیح کہنے سے محروم رہتے ہیں حکیم مانک پوری یہ لکھ کر اپنی منشی کراتے ہیں کہ حضرت تھانوی اپنا مشاہدہ تو نقل نہیں کرتے اگر کسی نے آپ سے غلط واقعہ بیان بھی کیا اور آپ نے اسکو سچا مسلمان سمجھ کر اسکے قول کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ۔ ۰ اسی وقت یہ مانا جاسکتا تھا جب کتب کوائف میں یہ واقعہ تحریر سے محروم رہا ہوتا ایسی تحریر کے سامنے سمعی بات کا حیلہ فریب بازی ہے لطف یہ کہ جب مریدین فضل رحمانی نے تردید کی مطالبہ کیا کہ جس سے سنا ہے اسکا نام ظاہر کردیں لیکن ایسا نہ کرتے ہوئے نیل المراد وغیرہ میں گھسی لکیر پیٹے جانا کیا ظاہر کرتا ہے ہمارے ناظرین بخوبی سمجھتے ہیں سب سے زائد قابل تماشا شری ابوالحسن ندوی ہیں جنکے ترتیب کوائف کے وقت اتنا کافی ذخیرہ تردید بھی مواقع تحقیق بھی موجود تھے ایماندارانہ ترتیب کا اول فریضہ یہ ہے کہ اختلاف روایات پر وہ دونو پہلو ناظرین پر واضح کردیتا دیکھنے والے فیصلہ کرلیتے لیکن ندوی جی کے وہاں ایمانداری وسچائی صرف یہ ہے کہ جواز فاتحہ ومولود کے مستحسن ہونے ذکر حسینی اور سبیل امام پر خرچ وغیرہ کی ساری روایات جواز کے اہم ذخیرہ کے ہوتے ہوئے بھی ممانعت آمیز کردہ کی روایات ہی رطب یابس ہوں تو سچائی وایمانداری روتی نظر آتی ہیں یہی وہ کمالات رحمانی وفضل رحمانی ہیں جن کی روایات جواز کو چھپایا اور ممانعت کی روایات کو اچھالا گیا ہے ان دونوں میں مبہم صاحب [illegible] [illegible]نے کا ذکر ہی نہیں ہے مگر اس کی اتباع کے بجائے فرضی آخر [illegible]

ف[illegible] کرتے ہیں کہ افضال رحمانی میں ہے کہ آپ نے ایک پیڑھی کی طرف اشارہ کیا الی آخرہ حاشیہ تذکرہ ۔ ۰ افضال رحمانی پڑھنے والے اس کذب بیانی اور وزن ایمانی کی پوری قدر کر سکتے ہیں کہ افضال رحمانی گورنر کے بیٹھنے کی شہادت دیتی لیڈی صاحبہ آنے سے انکاری ہے مگر ندوی جی ندو کو موت اور گورنر کو لیڈی بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ۔ یہ کتنا شرم کا مقام ہے کہ تمام روایات میں افضال رحمانی یاد بھی نہ آسکی جب فریب چاک ہوا تو افضال رحمانی سے ایک فرضی حوالہ تراش کر حوالہ دیا گیا (۱۰) حکایت ۹۸ صفحہ ۱۸/۱۹ — اشرف التنبیہ (تھانوی جی نے) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب مولانا گنج مرادآبادی کے مرید تھے اور حسین عرب کے شاگرد حافظ بہت اچھا تھا مگر داڑھی منڈاتے تھے بلکہ داڑھی والوں کی مذمت بیان کرتے تھے یہ مولانا گنگوہی کے یہاں سند لینے آئے مولانا نے فرمایا آپ کو سند حدیث دینا جائز نہیں پس فوراً چلے گئے اور مولانا گنج مرادآبادی سے جاکر سند لے لی ۔ اور حضرت گنگوہی کو لکھا کہ دیکھو تم نے سند نہیں دی تو کیا ہم کو ملی نہیں ۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا گنج مرادآبادی کے یہاں غلبۂ استغراق کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا کبھی خیال ہو گیا تو مستحبات پر گرفت ہو گئی ورنہ فرائض وواجبات پر نکیر نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ دیا بس اسے بیل اور یہ وہ کہنا شروع کر دیا۔ مولانا سے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈے مرید تھے ۔ اور اس پر التفات نہ تھا ۔ مولانا مجذوب تھے ۔ ۰ الحمدللہ ہمارے پاس احمد مکی صاحب عرب کا وہ مسودہ کوائف موجود ہے جو آٹھ برس خدمت میں رہ کر انھوں نے جمع کیا۔ مکی صاحب کا اپنا بیان یہ ہے ۔ میں سب سے پہلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس [illegible] الآخر ۱۳۰۳ھ کو پہونچا لیکن مولوی رشید احمد صاحب کو میری [illegible] بھی تھا کیونکہ میں ایک مشت سے زائد داڑھی قطع کراتا اور ایک

مشت سے زائد کو پسند نہ کرتا تھا میرا اختلاف گنگوہی صاحب سے
اسپر بڑھ گیا کہ مولوی صاحب شفیع محشر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے
عطائی علم غیب کے ہی سرے سے منکر تھے بلکہ ختم نبوت کی واضح آیت
کے بعد بھی چھ نبی اور ہونا مانتے تھے ہیں اس ضروریات دین کے انکار کا
تحمل نہ کر سکا میری اور مولوی صاحب کی سخت ان بن ہوگئی یہاں سے واپس
ہو کر میں مختلف جگہ گیا اسی فکر میں دوسرا ماہ تھا کہ میں نے غوث زماں حضرت
گنج مراد آبادی کا شہرہ سنا فوراً ایک کشش پیدا ہوئی شعبان ۱۳۰۳ھ میں
حاضر آیا ترمذی کا درس شروع تھا خوبیٔ قسمت اجازت کی شرکت ملی تیسرے ماہ
ترمذی شریف ختم ہو کر مسلم شریف شروع ہوئی چوتھے ماہ یہ ختم ہو کر بخاری
شریف شروع ہو کر شعبان ۱۳۰۴ھ کو ختم ہوئی عموماً جید علماء درس حضرت
سے لیا کرتے بعض علماء نے خواہش سند کی ایک دن میں نے بھی عرض کیا جس
منظور فرمایا میں منتظر رہا ماہ رمضان میں بھوپال جانے لگا تو پانچ رمضان
۱۳۰۴ھ کو بعد درس عصر مجھ کو سند حدیث سے سرفراز فرما کر ٹٹو کا انتظام کیا
ہر سحر کو رخصت کیا ۔ ۰ سب سے مقدم یہ تھا کہ شری تھانوی جی کو احمد یکی کا
نگوہ بھیجا ہوا خط شائع کر دینا تھا جس سے صداقت بہت کچھ واضح ہو جاتی ایسا
ضروری اقدام نہ کرنے سے اپنا دامن گندہ بنا ڈالا ہے دوسرے بس فوراً چلے گئے اور
مولانا گنج مراد آبادی سے جا کر سند لے لی ۔ ۰ یہ گیا شک اپنے جھوٹے ہونے کا خود
قرار کر لیتا ہے آٹومیٹکلی یہ ممکن ہی نہیں بعض علماء نے مولانا شاہ سلیمان صاحب
رحمانی پھلواروی نے نواب نورالحسن صاحب رحمانی بھوپالی نے حزب البحر اور مکی
صاحب کے سلسلۂ عرب کی سند حدیث لی جسکو نواب بھوپالی نے اپنے رسالے میں شائع
بھی کیا مولوی حکیم عظمت حسین موتی ہاری مولوی قاضی عابد علی رحمانی ہاری
عربی ادب مکی صاحب سے حاصل کیا ایسے نیز دوسرے معتقدین میں

ی کو نہ ہم ہو سکا نہ ڈاڑھی والوں کی مذمت ہی علم میں آسکی فقط گنگوہی
کا داڑھی منڈی دیکھنا صرف مطلب برآری کا فریب رہ جاتا ہے جس کے
میں مولانا گنج مراد آبادی کے امتیازات سے احساس کمتری پر کیچڑ اچھالنا
ے فیض سند و درس حدیث آگے بیان کروں گا یہاں یہ جملہ قابل غور ہے کہ
ا ہے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈی مرید تھے ۔ ۰ قیام دیوبند سے اب
نانوتوی وگنگوہی وتھانوی وٹانڈوی حسین احمد وطیب جی صاحبان سے
ی نہ رکھنے والے مرید ہوتے رہے پھر بھی وہ بے ڈاڑھی والے ہیں جن کے چندے
ن مالی شرکت باہمی سے دیوبند اور بانیان دیوبند بڑھے پلے ہیں ستم یہ ہے کہ
علم افراد کی مالی امداد رگ وریشہ میں سرایت کئے ہے فرمایئے یہ آدے کا آدہ
ا ہوتے ہوئے بھی اس آرڈی ننس سے کیوں بری ہے ، دوسروں کیلئے ناجائز اپنے
جائز اسی کو کہتے ہیں ۔ شری تھانوی کے بھائی صاحب ، ہیٹ ۔ پتلون کوٹ سے
نہ اپنی بیگم کو سڑکوں بازاروں میں لیے پھریں شرعی گرفت سے مستثنیٰ رہیا تو یے علی
باہ مانگتی نظر آتی ہے ہزاروں ایسے اولوالعزم اولیا گذرے جن سے ڈاڑھی
ڈ والے مرید ہوئے فقط داڑھی نہ ہونے سے ان باکمال اولیاء نے ان کو محروم نہ کیا
داڑھی والے خدا کی طرف بڑھنا چاہیں عبادت وریاضت کرنا چاہیں تو خدا کے
ں ان کو ہر نیک اعمالی کی کھلی آزادی بخشتے رہے پھر وہ ہم گنگوہیہ کسی اعمال خیر
داڑھی نہ رکھنے والوں کو روکنے والا کہاں سے ہو سکتا ہے مشاہدہ ہے کہ مرید اسی
ٹا ہوتے ہیں کہ برائی ترک ہوں بھلائی حاصل ہوں تجربہ ہے کہ فیض و توجہات
کی ایسی کایا پلٹتی انسان سازی کرتی ہے جسکی مثال ہے نہ ہو سکتی ہے یقینی
داڑھی والے ہی بتا سکیں گے کہ ان کی رقوم سے کتنی محبت ان کے عطیات سے
جاتے ہیں کہ بدوں کی کسقدر ضرورت حضر جنہیں بلا داڑھی کو رہا کرتی ہے وصولیابی
ایک واڑھی والا چندہ دہندہ ہے تو دس بلا ڈاڑھی والے

رب کا پیارا۔" (۳۲۲) بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا ترجمہ فرمایا کہ اے انوکھے بنانے والے زمین اور آسمان کے (۳۲۳) وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا کا ترجمہ فرمایا کہ جگمگا اٹھی دھرتی پالن ہار کی جوت سے۔ (۳۲۴) مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ حدیث کا ترجمہ فرمایا جو ہر کو ہو بیٹھے وہ ہر کا ہو بیٹھے۔ ان تراجم سے اکثر وہ مستند علماء جو اس وقت حاضر ہوتے وجد میں آجاتے اور بہا ہے بحر العلوم مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی پر تو کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ (۳۲۵) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کا ترجمہ فرمایا کہ یاد رکھو من موہن کی یاد سے دل کو آرام ہو جاتا ہے (۳۲۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کا ترجمہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وار اور پیار محمد صاحب پر اور ان کے بال بچوں پر۔ (۳۲۷) وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ کا ترجمہ فرمایا اور کیسا اچھا ساتھ ہے۔ (۳۲۸) حدیث اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ کا ترجمہ فرمایا کہ بندۂ خدا آرام طلب نہیں ہوتے۔ (۳۲۹) يَضْرِبُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الخ حدیث کا ترجمہ فرمایا کہ مارے پھرتے تھے پورب اور پچھم کی چھٹی فرمایا۔ (۳۳۰) قرآن کا ترجمہ دعوت (۳۳۱) بہشت کا ترجمہ مہمان خانہ فرمایا۔ (۳۳۲) اثنائے درس حدیث حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ پر مولانا بابا نے فرمایا کہ چھاتی سے لگا کر دبانا یہ بھی اک توجہ ہے۔ (۳۳۳) سورۂ یوسف کلمہ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کا ترجمہ فرمایا کہ اگر تم اسے بڑھبس نہ سمجھو۔ (۳۳۴) زیر آیت لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام دانت میں انگلی دیئے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ سورہ یوسف فخر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ہے دیکھو نہ کہ امام حسین (۳۳۵) علیہ السلام کا گھر گھر نام ہے۔

حضرت یوسف سے فیض

(۳۳۶) مولانا بابا نے فرمایا کہ جب ہم لڑکپن میں یوسف زلیخا پڑھتے تھے تو ہم کو حضرت یوسف علیہ السلام سے فیض آیا کرتا تھا۔

ترجمہ قرآن

(۳۳۷) تحت آیات ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ مولانا بابا نے فرمایا کہ دلدر دور ہو گئی پھر فرمایا کیسا ترجمہ ہوا سب نے حقیقت تسلیم کی (۳۳۸) مِنْ صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ کا ترجمہ فرمایا ایسا دوست جس کا جی جلے۔ (۳۳۹) زیر آیت وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ نے فرمایا کہ اس دن جب امر خدا ہی کا ہوگا تو پھر ڈر کس کا ہے۔ پھر یہ پڑھا ؎

جہاں آفریں گر نہ یاری کند
کجا بندہ پرہیزگاری کند

(۳۴۰) زیر آیت مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے دیالو خدا سے غافل کر دیا) مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ہم سے یہ کہے گا تو ہم عرض کریں گے یا رب غَرَّنِيْ كَرَمُكَ تیرے کرم کے سہارے غفلت ہوئی۔

[illegible]

(۳۴۱) زیر آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے وہ گناہ مراد ہے جو حضرت

وم سے ہوا تھا۔ پھر فرمایا کہ کوئی تفسیر تو لاؤ۔ اتنے میں تفسیر لینے گئے تو مولوی نذیر کریم صاحب بھی آؤں سنے بتایا تو مولوی صاحب بولے کہ ذنب کے معنی گناہ کیوں لئے جائیں بلکہ تقصیر دور ہو گئی گویا سے چنانچہ کئی صاحب تفسیر لائے اور مولوی صاحب والی بات بھی کہی تو مولانا بابا نے مسکرا کے اور فرمایا کہ عبد الکریم سے کیا عجیب ہے کہ تم تفسیر کو دیکھو۔ اتنے میں عبد الکریم صاحب بھی آ پہنچے تو معنی تفسیر میں بھی آپ کا فرمودہ نکلا تو ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ مجھے ٹھیک یاد تھا۔ فائدہ۔ اکثر مفسرین حضرات اسی پر متفق ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو روز ازل سے مطلقاً معصوم ہیں جہاں گناہ تو بڑی چیز ہے غلطیوں کی بھی گنجائش نہیں ہو تو خدا کا احسان عظیم ہے تقدم سے مقصود حضرت آدم و حوا علیہ السلام کا گناہ اور تاخر سے امت کے جرائم مراد ہیں۔ امام ابو اللیث گفتہ کہ گناہ مقدم ذنب آدم و حوا است و از ما تاخر جرائم امت۔ سوال میں خود پیدا ہوتا ہے کہ اسکی اضافت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کی گئی ہے یہ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے گندم کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلب آدم علیہ السلام میں موجود تھے اس لئے تقدم سے باری تعالیٰ نے اس شائبہ کا بھی ازالہ فرما دیا اور تاخر کی اضافت اس لئے فرمائی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کارساز امت ہیں اور گناہ امت آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں یہ محاورے سے ظاہر ہے کہ رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مغفرت امت کے لئے کس قدر بیقرار رہا کرتے رب العزت نے بھی اسی چیز کی خوشخبری دی تو جو خلش تھی اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے مبارکباد اس الفاظ میں دی کہ مبارک ہو آپ کے لئے جو کرنا تھا وہ کر دیا سو ہمارے لئے کیا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نور الٰہی ہوں اور مخلوق میرے نور سے ہے تو آپ کی شان یہی ہے کہ گناہ تو بڑی شے ہے غلطیوں سے بھی منزہ ہوں ورنہ نور الٰہی کی تعریف صادق نہ ہوگی اس لئے تاکید فرمائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان غلطیوں کے امکان سے بھی مبرا تھے جو تقاضائے بشری ہو سکتی ہیں کیونکہ آپ کی بشریت بھی نورانیت میں جذب ایسی ہو گئی تھی کہ آپ بس سراپا نور ہی نور تھے۔

ترجمہ

(۳۴۲) درس بخاری شریف میں زیر حدیث الطائف فی الجنۃ مولانا بابا نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ ہے میووں میں سے پھلواری میں جا کے پس دیکھا۔ (۳۴۳) حور العین کا ترجمہ فرمایا آنکھیں جیسے آم کی پھانکیں۔ (۳۴۴) مکڑی و تدیت والثنی النقرۃ کا ترجمہ فرمایا چٹیل میدان جہاں گھانس تک نہ ہو۔ (۳۴۵) الحجر الصدقی کا ترجمہ سیدھا والا فرمایا (۳۴۶) متکئی کا ترجمہ فرمایا جس کا کوئی زائدہ نہ ہو (۳۴۷) باب قربان کا ترجمہ ... فرمایا (۳۴۸) اسمٰعیل کا ترجمہ سمیع (۳۴۹) مریم کا ترجمہ عابدہ فرمایا۔ (۳۵۰) یا ایہا الذین آمنوا اذکروا ... آپ نے یوں ترجمہ فرمایا کہ اے دھرمی لوگو جب بسکر دار کے لیٹے کی پکار ہو تو من موہن کی یاد میں جھپٹ کر چلو اور کاروبار چھوڑ دو یہ تمہارا بھلا ہو جائے۔

حضرت مولانا ...

تو مولانا بابا نے اصلاحاً فرمایا کہ حق تو اقتضیٰ ظاہر ہو عدہ اللہ سبحانی رفعدہ کہنے سے جو شبہ تھا وہ مرفوع ہو گیا۔

(۳۵۲) آپ کی قوت یادداشت زبردست تھی کہ کیسی ہی عبارت حدیث ہو سنتے ہی زبانی اصلاح فرماتے اور سند حدیث بھی سنا دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولانا بابا نے فرمایا کہ اس حدیث کے الفاظ اللّٰھم اعنی نہیں ہیں بلکہ انا جلیسکم فقولوا اللھم اعنا علی ذکرک ہے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ اول الذکر الفاظ بھی تو حدیث کے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم کو اتنا بھی یاد نہیں وہ تو یہ حدیث ہے رب اعنی ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی۔ اللھم کہیں تھوڑا سنتے ہو کہ صاحب دم بخود رہ گئے۔

بارہواں باب

اتباع سنت

حضرت غوث زماں فرد دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہ کے اذکار و اشغال میں اگر کوئی چیز محبوب تر تھی تو وہ اتباع سنت اور اس پر عمل کامل ہے۔ ابواب موجودہ شاہد ہیں کہ سنت کا تو بڑا درجہ ہے مگر آپ سے مستحبات اور سنت بزرگان تک نہ چھوٹ سکیں۔ آپ کی عملی زندگی کو ممتاز کرنے والی یہی اتباع سنت و حسن اتقاء ہے۔

کمال اتقا

(۳۵۳) علاوہ دیگر امور کے ان دو چیزوں پر نظر ڈالئے (۱) آپ نے کبھی کسی کپڑے کو خواہ وہ قیمتی ہو یا سادہ بلا دھلائے ہوئے زیب تن نہ فرمایا۔ اور کبھی دھوبی کے ہات کے دھلے ہونے پر التفات کی بلکہ مکرر اپنے طور پر بھی پھر دھو کر استعمال فرمایا۔ (۲) ہمیشہ مٹی کے برتن میں کھانا تناول فرمایا (۳۵۴) ایک مرتبہ مولوی تجمل حسین صاحب نائب کمالات دحجابی کو مٹی کے پیالے میں کھانا بھیجا گیا تو ان کو خلاف نفاست معلوم ہوا مولانا بابا نے کشف سے معلوم کر کے تجمل حسین صاحب کو بلا کر ارشاد کیا کہ بھئی امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک چینی کے برتن میں کھانا مکروہ ہے اس لئے ہم احتیاطاً نہیں کھاتے۔ غور کیا آپ نے اور فرق کو سمجھا کر جواز کیا ہے اور احتیاط کیا ہے حسن عملی کی اس سے زائد شان دار مثال اور کیا ہو گی کہ وہ عمل ہی نہ کیا جو کسی امام کے نزدیک بھی مکروہ ہو۔ کھانا تو اور بات ہے آپ نے کبھی شیشہ چینی۔ تام چینی المونیم کے برتنوں کو چھوا بھی نہیں۔

غذا

(۳۵۵) مرغوب غذا آپ کی عام طور سے مونگ کی کھچڑی تھی۔ باجرہ کی روٹی و ماش کی دال بڑے ذوق سے کھاتے تھے کہ جو بیمار حاضر ہوتے ان کو بھی یہی باجرے کی روٹی و ماش کی دال کبھی آلو ملتے اور تریاق کا کام کرتی دوسری فصلوں میں موٹی روٹی جو یا جوار کی یا گندم کی نوش کرتے قلیل غذا فرماتے۔ (۳۵۶) اور ارشاد فرماتے کہ غذا کے دو ستوں کا کھانا تو مطبخ جبریل سے ہوا کرتا ہے۔

انتہائے کفو علی

(۳۵۷) ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ نے ایک تشبیہ مال کا تازہ گرم گرم ٹکڑا دے کر فرمایا کہ این ہم از مطبخ جبریل۔ نسبت (۳۵۸) مولانا بابا علیہ الرحمہ اکثر بقالان گنج مراد آباد سے قرض بھی لیا

کرتے۔ کبھی کپڑے جوتے روپیہ کھانے پینے کی ضروریات نہ لیتے۔ نکتہ۔ قرض کی وجہ بھی سمجھ لیجئے۔ (۱) شریعت کے لحاظ سے تو یہ نکتہ تھا کہ اگر کسی طرح کا مشکوک روپیہ آپ کے پاس آجاتے تو وہ قرض میں نکل جاتے اور بقال چونکہ مکلف بہ شرع نہ تھا اس لئے اس کا قرض والا روپیہ حلال تھا اسی طرح اناج بھی آپ بازار وغیرہ سے نہ لیتے بلکہ وہ بھی بقال سے لیتے جو ہر طرح حلال ہوتا اور حضرات کا [illegible] جاتا رہا۔ (۲) قرض لینا طریقت اس لئے ہوتا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بندہ مقروض جو ادائیگی کی نیت مقدم رکھے تو خدا کی قدرت اس کی معیت میں رہتی ہے پس مولانا بابا کی بھی یہی نیت تھی کہ معیت الٰہی بھی ہمدوش رہے اور سنت اسلاف بھی ادا ہو جائے (۳۵۹) اس کے بعد روحانیت کے لحاظ سے قرض کو لیجئے تو مولانا بابا نے خود فرمایا کہ قرض لینے میں یہ اسرار ہے کہ نفس منکسر رہتا ہے۔

قبر سے ادائیگی قرض

(۳۶۰) آخر وقت میں آپ پر نو ہزار کا قرض تھا بقال پریشان تھا کہ آپ کے بعد اس کی ادائیگی کیسے ہوگی تو ایک بار مولانا بابا نے جلال میں فرمایا کہ اگر ہم نہ ہوں گے تو ہماری قبر ادا کرے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ راجہ ممتاز علی صاحب تعلقدار تیرولہ ریاست ضلع گونڈہ بعد وصال شریف آستانہ آئے اور نو ہزار روپیہ قبر شریف پر رکھ دیا کہ جس جس کا ہو مرقد مطہر سے اٹھا لے (۳۶۱) قاعدہ ہے اہل اللہ کسی کا احسان نہیں لیتے چنانچہ راجہ صاحب کو لندن میں پہنچتے ہی جاگیر کا روپیہ [illegible] مل گیا۔ (۳۶۲) تصویر کا دوسرا رخ بھی یہاں قابل دید ہے کہ جن لوگوں نے لالچ میں آکر اپنا قرضہ جتایا اور جنہوں نے قرض کو بڑھا چڑھا کر اصل سے زائد بتایا انہیں آج تک مراد آباد جا کر دیکھئے کہ خود بھی صاف ہیں اولاد نرینہ سے بھی محروم ہیں۔

غنیٔ نفس

(۳۶۳) راجہ صاحب دستگیر حاضر ہوتے اور ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی مولانا بابا نے فوراً رام دین بقال کو طلب کر کے تھیلی بلا دیکھے اس کے حوالہ کر دی بقال آپ کے سامنے شمار کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ گھر جا کر گن لینا۔ جب دوبارہ بقال حاضر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اب تو تمہارا قرض سب ادا ہو گیا۔ تو بقال نے کہا ابھی تو کیا اس اپ پر اور باقی ہیں۔ فرمایا اللہ وہ بھی ادا کر دیگا۔ ہم نے روایت مثلاً پیش کی ہے کہ آپ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی غنی نفسی اور عنایات ارباب قرض کو اگر ایک طرف سراہیں تو دوسری طرف اس لالچ کا بھی اندازہ کریں جس سے کبھی حساب بے باق نہ ہو پاتا مریدین و اہل بستی شاہد ہیں کہ آپ کیسی وافر رقم کیوں نہ دے دیتے لیکن بقال کا قرض باقی ہی نکلتا۔ کمال استغناء دیکھئے کہ مکاری کے علم کے باوجود چشم پوشی فرماتے۔

نشان سچا

(۳۶۴) مولانا بابا علیہ الرحمہ کو منجم غوث اللہ نے جس طرح اور صفات علی وجہ کمال عطا فرمائی تھیں نشان بھی آپ کو بے نظیر ملی تھی۔ دیکھنے والے ہی اس کا کچھ لطف جانتے ہیں [illegible] فرما کہا کہ [illegible] کی وجہ سے خرچ کی ضرورت [illegible]

کی آپ کو مطلق فکر ہی نہیں ہاں اگر دھن ہے تو وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔
کی دھن ہے جستجو کے ساتھ مستحقین طلب کئے جاتے اور داد و دہش جاری رکھی جاتی۔ صوفیا کے وظائف
مساکین کے مشاہرے مزید برآں تھے۔ رہا دلی شاہ۔ مستان شاہ جیسے بزرگ روزانہ مقررہ وظیفہ پاتے
بہرحال جو بھی آتا وہ اسی طرح صرف کرتے اور بعد فراغت الحمد للہ کہہ کر اٹھتے۔ گھر کے خرچ کا سوال ہوتا
فرما دیتے کہ اللہ رازق ہے (۳۶۵) ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ صاحب حیدرآباد سے آئے ہوئے اور
ایک ہزار کی رقم طلائی و نقرئی پیش کی۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ ایک غریب حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری لڑکی کی
نسبت کی رسم میں چھ سو روپیہ مانگا جاتا ہے۔ آپ نے فوراً چھ سو روپیہ اسے دیدیا۔ مختصر یہ کہ اسی مجلس میں بات
جھاڑ کر الحمد للہ کہتے ہوئے اٹھے اور ایک حبہ گھر میں نہ دیا۔ نواب صاحب اپنی جگہ مبہوت رہ گئے۔ (۳۶۶)
انسان تو پھر انسان ہے جانور بھی محروم نہ رہتے اور بقال کو حکم تھا کہ روزانہ بطخ۔ کبوتر۔ مینا۔ فاختہ وغیرہ
کو دانہ دیا کرے۔ جب آپ مسجد سے باہر کی طرف زنان خانہ جانے لگتے تو یہ جانور گھیر لیا کرتے تھے۔

شرف الدولہ

(۳۶۷) مولوی محمد یحییٰ صاحب ناقل کہ مولانا بابا صاحب لکھنؤ تشریف لائے
تو مطبع مصطفائی میں قیام کیا اور میں بھی درس حدیث پڑھنے جایا کرتا۔ اتفاقاً
آپ کے وطن سے ایک آدمی آیا میر صاحب علی ناظم مطبع نے عرض کیا کہ اس نو وارد سے معلوم ہوا کہ وطن میں سب
خیریت ہے ہاں گھر میں خرچ کی سخت ضرورت ہے۔ اتنے میں شرف الدولہ صاحب نے حاضر ہو کر کئی ہزار روپیہ
نذر کیا مگر آپ نے اس میں سے ایک حبہ بھی گھر نہ بھیجا اور وہ سب رقم نسخۂ قرآن و حدیث کی خریداری نیز مستحقین
کی تقسیم پر صرف کر کے یہ شعر پڑھا۔

چرا غورد اے امیر خود لشکر بیش و کم داری ✤ کہ نگذارد ترا محتاج ایزد تا کرم داری

ایسے صدہا واقعات ہیں کہ یہ شان توکل حسن استغنا۔ اور یہ سخاوت اپنا جواب نہیں رکھتی ہیں۔ جس کی معراج
کمال یہ ہے کہ روپیہ کی بارش میں بھی یہ رقم کبھی گھر پر نہ صرف ہو سکی۔ اچھوتی نظیر ہے۔

حسن سخاوت

(۳۶۸) ایک عرب صاحب مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر دو سو روپیہ کے
سائل ہوئے آپ نے کسی شخص کو بقال کے پاس سے قرض لانے بھیجا اتفاقاً اس
کے پاس اس وقت کل ڈیڑھ سو روپیہ تھے وہی اس نے دیدیئے عرب صاحب کو آپ نے دیدیئے تو وہ
دو سو روپیہ سے ایک پیسہ کم لینے پر راضی ہی نہ ہوئے تو آپ نے پھر مزید پچاس روپیہ قرض منگا کر دیدیئے جب
عرب صاحب روپیہ پورا لے چکے تو بولے کہ میری چادر۔ کٹورا اور لوٹا چوری چلا گیا ہے وہ بھی ہم کو دو۔ آپ نے
اپنی چادر جو اوڑھے تھے اور لوٹا کٹورا بھی دیدیا۔ یہ پاکر عرب صاحب بولے کہ ہم کو آٹھ دس خط بھی سفارشی
لکھ دو آپ نے خطوط بھی تحریر فرما دیئے اب عرب صاحب بولے کہ سواری کا انتظام کرو اور کرایہ بھی ادا کرو
آپ نے کرایہ پر ٹٹو منگا دیا اور ایک بقال سے کرایہ طے کر کے مالک کو دلا دیا۔ جب عرب صاحب روانہ ہوئے۔
یعنی آپ نے حسن ضبط و قوت برداشت و فیاضی کا نام کر دیا سائل نے تنگ کیا مگر آپ اس کی خوشی کرتے رہے۔

توکل کے روح پرور نظارے

(۳۶۹) اتنے روپیہ کے علاوہ تحائف بیش قیمت میں بھی مولانا بابا علیہ الرحمہ اپنے لئے نہ رکھتے وہ بھی بانٹ دیتے

بے پور کے ایک حکیم صاحب آپ کے لئے ایک بیش قیمت معجون لائے اور عرض کیا کہ یہ قیمتی جواہرات کا مرکب آپ کے قویٰ کے اضمحلال کے لئے بے حد نافع و بخش ہے۔ آپ نے ایک انگلی سے چکھ کر تعریف کی۔ اتفاق سے ایک مہتر آیا آپ نے فرمایا کہ تیرے اولاد بھی نہیں ہے اور ضعیف الاعضا بھی ہے تو اسے کھایا کر حکیم صاحب نے ہمارے لئے بڑی کاوش سے طیار کی ہے۔ اور معجون اسے دیدی۔ بڑھاپے میں اس کے بارہ لڑکے ہوئے۔ (۳۷۰) ایک رئیس نے نذر خدمت ہو کر چاندی کا حقہ چاندی کی فرشی چاندی کی چلم و سرپوش پیش کی۔ آپ نے فرمایا ہم چاندی کو منہ میں کیسے لگا سکتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اس میں نیچال کا سرا تانبے کا اور نچلا حصہ چاندی کا ہے آپ نے فرمایا تم بڑے شعور دار ہو کچھ سائل آگئے ایک نے کہا کہ میری لڑکی کی شادی ہے دوسرا بولا میرے وہاں ولادت ہوئی ہے تیسرا بولا کہ میرے لڑکے کا ختنہ ہے آپ تینوں میں وہی حقہ تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ اس کو بیچ لینا اس کے سوا ہمارے پاس اور اس وقت نہ تھا۔ اسی طرح قیمتی گھڑیاں۔ دوشالے۔ قالین وغیرہ تقسیم فرما دیتے۔

اتباع سنت

(۳۷۱) ایک روز جلسۂ نیم شب میں کچھ رات رہ جانے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوڑی رات رہ جاتی تو لیٹ جایا کرتے یہ فرما کر آپ بھی لیٹ گئے۔ یہ معمول آپ کا اتباع سنت کے طور پر تھا۔

محبت نبوی

(۳۷۲) ایک بار مولانا بابا نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی ہزار برس کی عمر ہو اور عمر بھر اس نے برے کام کئے ہوں مگر ایک مرتبہ اخلاص و صدق دل سے اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے تو اس کے سب گناہ دھل گئے اور وہ جنتی ہو گیا۔ بھلا بتاؤ تو اس کا کیا سبب ہے؟ جب کوئی تب کشائی نہ کر سکا تو فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کو اتنے پیارے ہے اور ایسے محبوب ہیں کہ جس نے ان کا نام اخلاص سے لیا جنتی ہو گیا حاضرین کمال مسرور ہوئے اور تحسین کرنے لگے پھر مولانا بابا نے شاہ سلیمان صاحب پھلواروی سے فرمایا کہ اس کی سند تو کلام پاک میں ہے پڑھو مگر وہ خاموش رہے تو آپ نے آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ معنی یہی ہیں کہ میرا محبوب مجھ کو اتنا پیارا ہے کہ جو ان کی چال چلیگا وہ محبوب خدا ہو جائے گا۔

اتباع سنت

(۳۷۳) احمد کی صاحب ناقل کہ رات میں اکثر میں نے مولانا بابا کو سرمہ لگاتے کنگھی کرتے اتباع سنت کے طور پر دیکھا (۳۷۴) ایک بار مولانا بابا نے برلے نگلین کچہری میں فرمایا کہ ہمارے مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے ایک سنت چھوٹ گئی وہ فرانسوں کو کھجلانہ سکے خدا کا شکر کہ اس سنت ہم سے یہ سنت ادا کروائی۔ (۳۷۵) ایک تحقیقی اونٹ پر جانا ہوئے تو مولانا بابا پیروں مسجد تشریف لائے اور اونٹ پر سوار ہو کر ادھر ادھر چلایا پھر فرمایا کہ یہ سنت رہی جاتی تھی۔ (۳۷۶)

مرض الموت میں مولانا بابا کو پاجامہ بدلنے کی ضرورت ہوئی حاضرین نے اتارتے ہیں داہنے پیر سے ابتدا کرنی چاہی تو آپ نے فوراً داہنا پیر کھینچ کر بایاں پیر دراز کر دیا۔ اسی طرح پہناتے وقت بائیں پیر سے ابتدا چاہی تو آپ نے داہنا پیر پھیلاتے ہوئے فرمایا کہ تم کو اتنا بھی شعور نہیں۔ غور کیجئے کہ اس نازک وقت میں بھی اتباع سنت ملحوظ رکھی۔

باری باری سوار ہونا

(۳۷۷) درس حدیث میں جب یہ ذکر آیا کہ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنی رکاب میں پیادہ نہ چلنے دیتے تو مولانا بابا نے فرمایا کہ الحمد للہ ہم نے بھی سفر میں باری باری سواری کی ہے۔ (۳۷۸) پھر یہ فرمایا کہ حضرت مرشد علیہ الرحمہ جب سوار ہوتے تو مجھ سے فرماتے کہ تم بھی سوار ہو لو لیکن میں عرض کرتا کہ میں ذرا پیدل چلوں گا۔ ہاں ایک دو وقت حضرت کے ملول ہونے کے خیال پر سوار ہو لیتا۔

سنت اسلاف

(۳۷۹) اسی روز ڈاک سے بہت سے خطوط آئے احمد مکی نے خطوط سنانا شروع کئے بعد ملاحظہ مولانا بابا نے خطوط چاک کر کے فرمایا کہ ان کو دفن کر دو۔ ہمارے حضرت علاء الدین صابر علیہ الرحمہ خطوط پھاڑ کر دفن کرتے یا جلا دیتے تھے۔

اتباع سنت

(۳۸۰) محمد یوسف صاحب عرب قائم خدمت تھے جب اجازت لے کر اٹھے تو احمد مکی سے مولانا بابا نے فرمایا کہ ان کو کچھ کھلا دینا مکی صاحب نے دریافت کیا تو انہوں نے کچھ سست جواب دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں انہوں نے کچھ نہیں کھایا ان کو بلا لاؤ۔ خادم ان کو لے گیا پھر آپ نے خادم سے کچھ طلب کیا تو خادم نے شیرینی والا مٹی کا برتن حاضر کیا۔ آپ نے اس میں سے ایک لڈو نکال کر محمد یوسف صاحب کے لڑکے کی طرف اول بڑھایا اور پھر روک لیا اور محمد یوسف صاحب سے پوچھا کہ رتبتاً و تعظیماً تو تم سے کی جانا مجھے اچھی ہیں تم کو چھوڑ کر اس لڑکے کو کیوں دیتا ہوں، وہ ساکت رہے تو آپ نے فرمایا کہ اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ یہ داہنی طرف بیٹھے ہیں سنت یہی ہے کہ داہنی طرف سے ابتدا کرے پھر لڈو تقسیم کئے۔

پاس ادب

(۳۸۱) بعد اشراق مفتی سالک رام - احمد مکی وغیرہ حاضر تھے مولانا بابا درود شریف پڑھنے میں مشغول تھے اسی عرصہ میں آپ کے منہ میں تھوک آیا تو آپ نے ایک گوشہ میں تھوکا اور فرمایا کہ چونکہ درود شریف پڑھ رہا تھا اس لئے ایسی جگہ تھوکا کہ پیر میں نہ آوے۔

پاس حرمت

(۳۸۲) پھر ارشاد فرمایا کہ ایک بار ہم کہیں جا رہے تھے ایک جگہ ٹھہرے اور سونے کی جگہ تلاش کی ایک شخص نے کہا کہ بس یہاں پر اتنی جگہ ہے لیکن کتابیں رکھی ہیں ہم نے کہا لا حول ولا قوۃ یہاں کہاں سوئیں غرض ہم یوں ہی رات بھر کرسی پر پڑے رہے۔ غور کیجئے کہ عام کتب کا بھی آپ نے اتنا لحاظ رکھا کہ نہ پیر پھیلا سکے نہ لیٹ سکے۔ ان روایات سے واضح ہے کہ سونے کی جگہ ایسی ہو جہاں کتب وغیرہ نہ ہوں لیکن بعض لوگ دانستہ کاغذ یا قرآب پر کلام ربانی رکھتے اور اپنی حرمات کے ساتھ ایسی جگہ سو سکتے ہیں۔ برکت کے لئے تحریر رکھنا ہی تو نشست کی جگہ رکھنا چاہیئے۔

اتباع سنت

(۳۸۳) درس حدیث میں شخص حجۃ کے بعد اختتام درس مولانا بابا

نے فرمایا کہ تیر یہ سنتیں عام تو ادا ہوتی ہی رہتی ہیں مگر جب غدر ہوا تو یہاں پر بھی لشکر پڑا ہوا تھا اس وقت ہم سے لوگوں نے کہا کہ تم بھاگ جاؤ لیکن ہم یہ سوچ کر کہ بال بچے کس پر چھوڑیں کہیں نہ گئے بلکہ ہم ایک بار [illegible] کے لشکر کی طرف گئے پھر وہاں ایک تیر چلایا۔ وہ لشکری بھی فرار ہو گئے اور سنت بھی ادا ہو گئی۔ (۳۴۴) ایک روز بعد درس مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی صاحبزادی و داماد علیہما السلام کے گھر تشریف لے گئے حضرت علی مرتضیٰ اور بی بی فاطمہ علیہا السلام دونوں سو رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حضرات کے وسط میں چارپائی پر تشریف فرما ہوئے وہ دونوں اٹھ بیٹھے کسی دنیادار سے اگر یہ کہو تو وہ اسے عیب سمجھے حالانکہ یہ سنت ہے اسی طرح ہم نے بھی کیا ہماری بیٹی اور داماد سو رہے تھے ہم وسط میں چارپائی پر بیٹھ گئے اور یہ سنت بھی ادا ہو گئی دنیادار جو چاہیں سمجھا کریں۔

(۳۴۵) پھر ارشاد فرمایا کہ ایک کوڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو الگ ٹھہرایا فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ پھر آپ نے اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا تو اس کا جذام جاتا رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا ایک بار ایک مجذوم ہمارے پاس بھی آیا تو ہم نے اس کو علیحدہ اتارا پھر اپنے ساتھ کھلایا اور دعا کر دی وہ اچھا بھی ہو گیا اور سنت ادا ہو گئی۔

معظم و مکرم

(۳۴۶) ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ معظمی و مکرمی فلاں صاحب جی کا ظرف رکھتے ہیں تو مولانا بابا نے فرمایا تم کو شرم نہیں آتی کہ معظم و مکرم ذات تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔

جامع کمالات

(۳۴۷) ایک شخص نے کسی کو جامع کمالات صوری و معنوی فلاں کہہ کر کچھ عرض کرنا چاہا کہ حضرت مولانا بابا اس پر برہم ہو گئے اور فرمایا کہ انسان جامع زوالات کو جامع کمالات کہتے ہو تم کو اتنا بھی شعور نہیں۔ جامع کمالات ذات تو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تھی۔ سبحان اللہ کیا حسن ادب تھا۔

احتیاط ادب

(۳۴۸) ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا ہوں کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے تو مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو ؎

سرمہ خاک رہ یار سرور ہے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان حیدر

کسی نے عرض کیا کہ حضور عمر ثانی پڑھ گیا آپ نے فرمایا مصرع پڑھ گیا یا ادب تو ساقط نہیں ہوا (۳۴۹) مولانا بابا کے حکم پر احمد علی نے ایک شخص کا خط سنایا آپ نے دریافت کیا کہ کیا نام لکھا ہے عرض کیا کہ سید اکبر علی تحریر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کو [illegible] سید اکبر علی لکھتے [illegible] اکبر علی کافی تھا۔ (۳۵۰) پھر فرمایا کہ ہم سات بار دہلی گئے جب بھی کسی نے پوچھا ہم نے بتایا [illegible] ایک ہمارے ہم وطن نے سب سے کہہ دیا وہ دہلی میں بڑے اعزاز سے رہے۔

کرامت آفاقی

(۳۵۱) مولانا بابا نے فرمایا کہ دہلی میں ہمارے پاس یا کچھ [illegible]

دامنگیر تھی کہ اپنی والدہ صاحبہ کے پاس مراد آباد مجھ بھیجدیں حضرت مرشد نے مجھ سے فرمایا تو میں نے عرض کیا حضرت مرشد نے فرمایا ہم کو د جلد ہم بھیجدیں گے پھر ایک ماہ بعد آپ نے خبر دی کہ تمہارے وہ روپیہ پہنچ گئے حالانکہ ہم اسی وقت بھیجے گئے تھے جب گھر آئے تو والدہ نے بتایا کہ اسی شب حضرت مرشد علیہ الرحمہ نے پردے سے دروازے پر نکال کر روپے دیئے اور خیریت بھی کہدی۔

بدیہہ گوئی

(۲۹۲) اللہ تعالیٰ نے مولانا بابا علیہ الرحمہ کو جس طرح دیگر صفات مخصوصہ عطا فرمائی تھیں اسی طرح بدیہہ گوئی کی بھی صفت امتیازی عطا کی تھی چنانچہ ایک دن آپ کے روبرو یہ ذکر ہوا کہ جب شہنشاہ عالمگیر علیہ الرحمہ نے بت خانہ توڑ کر مسجد بنانے کا حکم دیا تو ایک شاعر نے فی البدیہہ یہ شعر کہا کہ ؎

بریں کرامت بت خانہ مرا اے شیخ ✓ کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد۔

بھلا مولانا بابا کو ایسے خلاف شرع اشعار سننے کی تاب ہی کہاں تھی آپ نے فوراً اصلاح فرما ارشاد کیا۔

بہ بیں کرامت اسلام اے غبی کافر ✓ کہ جائے کفر کند پاک برکت اسلام

اسی طرح اور بھی دیگر مثالیں ہیں۔

اتباع سنت

(۲۹۳) بعد ختم درس قرآن کریم بہوا زیر آیت (استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم) مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ حکم یہ ہے کہ جب رسول بلاوے اگرچہ نماز بھی پڑھتا ہو نیت توڑ کر حاضر ہو چنانچہ مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا تھا۔

(۲۹۴) پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہو اور اس کے ماں باپ بلائیں تو نماز توڑ کر حاضر ہو پھر بکمال مسرت فرمایا کہ ایک بار میں نفل پڑھ رہا تھا تو حضرت مرشد نے بلایا میں نماز توڑ کر حاضر ہوا اس پر حضرت مرشد بہت مسرور ہوئے۔

ھدایت

فرالفی توڑ دینے کا حکم خاص رسول کے لئے تھا ہاں ماں باپ کے بلانے پر صرف نفل نماز توڑ دے فرض نہ توڑے۔

کشتی گیری

(۲۹۵) ایک دن بعد اشراق ایک پہلوان حاضر خدمت ہوا بعد بیعت اس نے عرض کیا کہ ایک سے میری کشتی بدی ہے آپ دعا کریں کہ میں غالب آؤں تو مولانا بابا نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ مسلمان کو زیر کرنا اور اس پر خوش ہونا بہت برا ہے ہاں اگر اس نیت سے کشتی سیکھے کہ جہاد میں کافروں کو پچھاڑیں گے تو مضائقہ نہیں۔

کرامت مرشد

(۲۹۶) پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار دہلی میں ایک بہت بڑا نامی پہلوان آیا اس کے ڈر سے دہلی کا کوئی پہلوان مقابلے کو نہ آیا اس وقت لوگوں نے ہمارے حضرت مرشد سے کہا کہ آپ نے فرمایا ہم تو مشائخ ہیں پہلوان تو نہیں لوگوں نے عرض کیا حضرت دہلی کی کرکری ہوتی ہے آپ نے فرمایا خیر عزیز پہلوان حاضر ہوا آپ نے اس سے دو ایک

دار کے گئے اور اس کی پیشانی پر لٹکا سا ایک بسا چہرہ کا دیکھ کر اسے تحیر ہو سکی الگ ہو گئے پھر فرمایا کہ آئینہ تا پھوڑو آئینہ میں چہرہ کا دیکھ کر حیران و نادم ہوا

فیض قبر

(۳۹۶) حاجی حیدر علی صاحب نے بیان کیا کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میری قبر سے فیض ہوگا۔ بحمد اللہ یہ فیض قبر آج تک اسی آب و تاب سے جاری ہے (۳۹۷) ۱۹۳۲ء میں مسجد فضل رحمانی میں عرس شریف کے موقعہ پر حکیم حرف محمد عمر خان رحمانی ملیح آبادی پر فالج گرا صاحب سجادہ مدظلہ سے اطلاع کی گئی تو فرمایا کہ جس کے پاس آئے ہیں وہاں لے جاؤ چنانچہ خان صاحب کو مزار شریف میں لے جاکر ڈال دیا گیا پندرہ سولہ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ محمد عمر خان صاحب صحیح و سالم اٹھ کے چلے آئے اور کئی سال بقید حیات رہے۔ (۳۹۸) قاضی یوسف حسن صاحب بدایونی اپنی اہلیہ کو لے کر حاضر آستانہ ہوئے ان کی اہلیہ کے سینے پر ایک گلٹی ہو گئی تھی جو کسی دوا علاج سے مندمل نہ ہو سکی قاضی صاحب نے اہلیہ کو مزار شریف میں بند کر دیا اور خود باہر رہ کر باآواز کہا کہ اسے اسی وقت لے جاؤں گا جب یہ اچھی ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر میں قاضی جی نے اپنی اہلیہ کے کھٹکھٹانے پر دروازہ کھول کر پوچھا تو گلٹی بالکل غائب تھی۔ ۱۳۱۳ھ سے آج تک آئے دن فیوضات جاری ہیں کہ جن کی تدوین کے لئے کافی وقت اور کئی جلدیں درکار ہیں۔ کیسے ہی مریض کنویں کا پانی پیا اچھے۔ جذامی۔ مبروص۔ حاضر ہو کر صحتیاب۔ کسی نے ارادہ حاضری کیا کہ اس کا کام وہیں ہو گیا کوئی اثنائے راہ سے آتے آتے مقصود حاصل و شادکام لوٹ گیا (۳۹۹) راجہ کشن پرشاد صاحب حیدرآبادی کتاب میں لانے کی وجہ سے حاضر ہوئے اس وقت ریل تھی بھی اسٹیشن پر ہی قیام تھا کہ ان کو والی حیدرآباد نظام صاحب کا حکم ملا کہ اپنی جگہ بحال کئے گئے اور وہ اسی دم واپس گئے۔

بانسبت ہونا

(۴۰۰) مولانا بابا نے فرمایا کہ صاحب حال و صاحب مقام ہونا آسان ہے مگر بانسبت ہونا مشکل ہے۔ (۴۰۱) پھر ارشاد فرمایا کہ صاحب نسبت وہ ہے کہ جس کو سوتے جاگتے کسی حال میں غفلت نہ ہو اور وہ جس امر کی دریافت کی طرف متوجہ ہو اس کا انکشاف ہو جائے مگر ایسے کم ہوتے ہیں (۴۰۲) ایک بار یوں ارشاد فرمایا کہ صاحب حال وہ ہے جس پر کوئی کیفیت وارد ہو اور صاحب مقام وہ ہے کہ جس وقت متوجہ ہو کیفیات وارد ہونے لگیں اور بانسبت وہ ہے کہ اس کو دائمی فنا و بقا حاصل ہو۔

تکرار بیعت

(۴۰۳) اس سوال پر کہ تکرار بیعت کیا ممنوع ہے؟ مولانا بابا نے فرمایا کہ اگر مرشد اول صاحب نسبت نہ ہو اور دوسرا مرشد بانسبت ہو تو تکرار بیعت واجب ہے کیونکہ صاحب نسبت سے بیعت باعث نجات ہے [illegible] جب اس پر [illegible] پیروں پر [illegible] تو وہ بھی تباہ [illegible] جائیں گے۔

طریق بیعت

(۴۰۴) طریقہ بیعت مولانا بابا علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے کہ بیعت [illegible] حضرت خواجہ [illegible] آفاق کے [illegible] کلمہ [illegible] تلقین فرماکر [illegible]

جو عورتیں اسی غرض سے آتی تھیں ان کو عمامہ یا چادر کا دامن پکڑا دیتے ورنہ یوں ہی آپ زبانی جو فرماتے اسے وہ دہرایا کرتیں مگر کبھی بھی کوئی حصہ مس نہ ہونے دیا۔

علوئے نسبت

(۴۰۵) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے سفید جزدان سے کتاب سرور المحزون نکالی اور کچھ صفحہ تک پڑھ کر بکمال انکساری فرمایا کہ ہم کو مختار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گلے لگا لیا۔ پھر یہ شعر پڑھے ؎

آن کس کہ ترا شناخت جان را چہ کند ✿ فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ✿ دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

(۴۰۶) مولوی سید محمد علی صاحب مونگیری فائز خدمت تھے کہ مولانا بابا نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کعبہ شریف یہاں حاضر ہے۔ (۴۰۷) ایک مرتبہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی اسی میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مسجد میں منبر کے پاس تشریف فرما ہیں اور بہت سے اولیا مثل حضرت نظام الدین اولیا وغیرہ بھی جمع ہیں۔ (۴۰۸) اسی ضمن میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی بھی ابھی تشریف لائے تھے (۴۰۹) پھر ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس کا بڑا ذوق تھا کہ بغداد شریف جائیں حالانکہ اس وقت ریل کو لوگ جانتے بھی نہ تھے ہم نے استخارہ کیا۔ پیر خود یہاں تشریف لے آئے۔ یاد رکھو استخارہ کرنا سنت ہے

اجازت قادریہ

(۴۱۰) حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ کا ایک اور اقرار نامہ ایسا بھی ہے جس میں نقشبندیہ طریقے کے علاوہ قادریہ سلسلہ کی اجازت بھی تحریر ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مرشد علیہ الرحمہ کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ کی روح رواں مولانا بابا کی ذات بابرکت تھی۔

انتہائے قبولیت

(۴۱۱) مولوی عبدالمجید صاحب مالک مطبع دہلی ناقل کہ چار میمیں (یوروپین عورتیں) جن میں تین لندن کے شاہی خاندان کی اور ایک امریکن عورت تھی ان کو حضرت مولانا بابا کی زیارت ہوئی اور بحالت اسی عالم خواب میں مسلمان ہوئیں عالم رویا میں ان کی تعلیم طریقۂ قادریہ کی طرح ہوئی ان عورتوں میں یہ ملکہ تھا کہ سلب مرض کر لیا کرتی تھیں وہ سب عبدالمجید صاحب کی ہمراہی میں بارادہ سندیلہ روانہ ہوئیں ابھی تین کوس کا فاصلہ تھا کہ ایک ندی حائل ہوئی وہ عورتیں اسے عبور نہ کر سکیں مجبوراً عبدالمجید صاحب تنہا گئے تو مولانا بابا نے فرمایا کہ تم واپس جاؤ ان کا سب کام ہو گیا۔ جب عبدالمجید صاحب واپس پہنچے تو وہ سب عورتیں مسکرائیں اور کہا کہ مولانا صاحب یہاں تشریف لائے تھے اور ہم کو توجہ دے کر واپس گئے۔

کمال قرب

(۴۱۲) درس حدیث شریف کے موقع پر خشیت صحابہ کا ذکر آیا کہ غلبۂ خوف الٰہی سے ان کی پسلی چٹخنے لگتی تھی قاری سبق ایک مولوی صاحب کو یہ وسوسہ ہوا کہ آپ پر تو پہلے ہی سے یہ کیفیت طاری تھی مگر مولانا بابا نے قاری سبق سے ارشاد فرمایا کہ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہو جاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی ان قاری سبق پر بھی کیفیت طاری ہو گئی اور

وہ جانے قیام پر پہنچے پہنچے بیہوش ہو گئے ہوش آنے پر بھی [illegible] دن [illegible] رہی، تحاری [illegible] ناقل کہ میرے جانے قیام پر بھی نور معلوم ہوتا تھا نور وحدت سے [illegible] کہ فیض صحبت سے [illegible] کا عجیب یہ حال اور یہ شرف حضوری حاصل ہوا [illegible] والے کا قرب اور [illegible] رفیع الشان ہو گیا۔

مکاشفہ جلیلہ

(٢٠٣) ایک بار درس حدیث شریف ہو رہا تھا کہ مولانا بابا [illegible] کہا شروع کیا کہ واجد علی شاہ بیٹھ گیا واجد علی شاہ بیٹھ گیا۔ حاضرین کو بڑا تعجب ہوا کہ خبر وفات بھی نہیں پھر ان کی [illegible] کے [illegible] فرماتے ہیں [illegible] مگر ارشاد فرمایا کہ واجد علی شاہ کو صحابہ کرام سے بڑی محبت تھی۔ لوگوں نے تصدیق کی [illegible] معلوم ہوا کہ کلکتہ سے وفات کا تار آیا ہے۔

عشق خدا

(٢١٣) مولوی لطف اللہ صاحب [illegible] جو مولوی محمد شاہ صاحب رامپوری محدث کے ساتھی [illegible] خدمت [illegible] تھے مولوی ظہور الاسلام صاحب فتح پوری و دیگر علماء بھی تھے کہ حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی اور مولوی لطف اللہ صاحب رامپوری سے اس پر بحث چھڑ گئی کہ انسان کو عاشق خدا کہنا ممنوع ہے۔ فیصلہ طرفین ہی [illegible] تو دونوں حضرت مولانا بابا کی خدمت میں پہنچے وہاں کشف پہلے ہی ہو چکا تھا صورت دیکھتے ہی آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عاشقاں از روز محشر با قیامت کار نیست
کار عاشق جز تماشائے جمال یار نیست

نکتہ لطیفہ

(٢١٥) مولوی محمد نور الحق صاحب رحمانی [illegible] لوگوں سے بحث ہوئی کہ
بہ ہلاکی [illegible] شتر و موسیٰ [illegible] ما [illegible] کیا [illegible] بد ترکیب [illegible]

شعر میں پیغمبروں کو شتر بان [illegible] کتاب ثابت کی [illegible] پیغمبر ہے۔ تقریباً مولانا بابا صاحب کے یہ بحث گوش گزار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ [illegible] کا خیال [illegible] کا تصور ہے۔ مجھو [illegible] کے ساتھ باراتیوں میں [illegible] والا مانا باپ [illegible] کہتا [illegible] کوئی [illegible] کی [illegible] لیکن اس میں کسی کی توہین نہیں [illegible] حضرت [illegible] کسی کی توہین کہاں یہ تو مقام محبت ہے۔

اولیا کا علم غیب

(٢١٩) دربار قرآن میں وَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ
(غیب خدا وندی کو کوئی خود نہیں جان سکتا مگر خدا جس رسول کو چاہتا ہے [illegible] ارشاد فرمایا کہ [illegible] رسول کی یہ قید حصر نہیں اتفاقی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے غیب پر مطلع کر دے۔ [illegible] اس میں اولیا بھی داخل ہیں [illegible] حدیث اس کی شاہد ہے [illegible] علم غیب صرف حق سبحانہ کا ہے اور [illegible] کسی [illegible] علم غیب [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تو کسی یا [illegible] نہیں۔

راثیت اولیا

(٢٢٣) [illegible] فرمایا [illegible] لوگوں میں [illegible] آفتاب [illegible]

جایا کرتا ہے۔ الحمد للہ کہ اس دور فتن میں حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے یہ ارشادات عالی حق پرستوں کے لئے خضر راہ ہیں۔

حضرت خواجہ اجمیری

(۴۱۷) مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم نے حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کی زیارت کا ارادہ کیا رات کو ہم نے خود دیکھ لیا اور ایسا فیض پہونچا کہ بیان سے باہر ہے پھر فرمایا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو یہ بزرگ نبی ہوتے۔

نوید بخشش

(۴۱۸) مولانا بابا نے فرمایا کہ قیامت میں خداوند قدوس کا جب مجھ پر فضل و کرم ہوگا تو میں عرض کروں گا کہ مجھے اپنا دیدار کرا اور میرے جتنے مرید ہیں سب کو بارا کہا بخش دیے۔ یہ روایت بلفظہا اصل ہے بعض لوگوں نے اس روایت کو توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔ یہ کوشش کی ہے کہ مولانا بابا حقیقی اور اطمینان سے یہ لفظ کہے حالانکہ جب کا لفظ اس بات کو خود رد کر رہا ہے۔

تیرہواں باب

علمائے ناقدین کا خراج تحسین

(۴۱۹) یوں تو جس بزرگ اور جس عالم دین نے جمال فضل رحمانی کا مشاہدہ کیا خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکا لیکن خصوصیت سے مفتی ظہور الاسلام صاحب فتح پوری حافظ حدیث مولانا ابو سعید صاحب ایرانوی۔ بحر العلوم ابوالحسنات مولانا عبد الحی صاحب محدث فرنگی محلی مفتی ظہور اللہ صاحب مفتی نعمت اللہ صاحب و مولانا نور الحق صاحب و مولانا ولی اللہ صاحب محمد ثان لکھنوی و مفتی لطف اللہ صاحب علی گڈھی و نواب مولوی صدیق حسن صاحب والی جاہ والی بھوپال و مولانا احمد حسن صاحب سہسوانی و مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہم کا اٹھتے بیٹھتے یہ متفقہ مقولہ تھا کہ جس کو اتباع سنت عامل حدیث اور خلفائے اربعہ کے دربار شریعت و طریقت کی شان دیکھنا ہو وہ حضرت مولانا صاحب گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھ آئے۔ (۴۲۰) فضلی صاحب بھوپالی نے اسی کو لکھا ہے۔

نظم

چہ گویم وصف او اللہ اکبر
حبیب اللہ محبوب پیمبر
جمال مصطفےٰ در سینۂ او
جلال کبریا آئینۂ او

صفائے سینۂ صدیق اکبر
ہمہ آئینۂ صدیق اکبر
لسان ناطق فاروق اعظم
بیان او ہمہ از دوست ملہم

نگاہ چشم ذی النورین عثمان
ز سینہ از حیا چو سینۂ آن
توانا بازو کرار حیدر
زلال قرۃ العین پیمبر

دل خواجہ بہاء الدین و الحق
دماغ شاہ جیلانی غوث مطلق
نظام الدین بہ محبوبیت او
ہمہ حمدیہ قیومیت او

برو بحر جنید از خوے نشانہ
نشانے دارد از ہر خاندانے
برد او دلقی و شواری ما
دوائے شافی بیماری ما

نباشد درد ما را ہیچ درماں
مگر بر نگاہ فضل رحماں

مولوی اشرف علی صاحب

(۴۲۰) حضرت مولانا بابا کی خدمت میں جناب تھانوی صاحب سب سے پہلی بار دورِ طالب علمی میں حاضر آستانہ مولوی حافظ ابو سعید خاں صاحب مالک مطبع نظامی کان پوری کے ساتھ آئے۔ خاں صاحب ناقل کہ تھانوی صاحب فائز ہوئے تو سوال ہوا کہ کیا پڑھتے ہو تھانوی صاحب نے کتابوں کے نام لئے۔ آپ نے سوال کیا کہ فراغت وضو کے بعد کون سی مسنون دعا پڑھی جاتی ہے۔ تھانوی صاحب خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم کو پڑھے عرصہ گذرا مگر بحمد اللہ یاد ہے مشائخ نے تو بہت سی دعا نقل کی ہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی مسنون اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ ہے اور نہیں۔ تھانوی صاحب نے حصولِ ملازمت کی دعا چاہی آپ نے دعا دیکر رخصت فرمایا۔

دوسری حاضری

(۴۲۱) مولوی ابو سعید خاں مالک مطبع کان پور جن کے مکان ہی پر تھانوی صاحب مقیم رہتے تھے مع تھانوی صاحب آستانہ عالیہ پہونچے اور ایک جگہ مقیم ہو گئے۔ ابو سعید خاں ناقل کہ میں فائز خدمت تھا کہ مولانا بابا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب جنکی عمر ۶۰ برس اس وقت تھی زنان خانہ سے مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور بچوں کی طرح بتاشوں کے لئے مصر ہوئے آپ نے کسی خادم کو حکم دیا کہ کسی بقال سے لاؤ۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب دیگر (معمولی بتاس والے بتاشے) لے کر آئے اور جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے فوراً ہی ایک بتاشہ زمین پر پٹک دیا جس سے سخت آواز ہوئی اور آگ نکلی تو مولانا بابا نے فرمایا کہ اسے ہٹاؤ اس میں غضب کی کیفیت ہے اس کا ہمارے یہاں کام نہیں ہے۔ انتہیٰ بلفظہ

تیسری حاضری

(۴۲۲) مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی و مولوی احمد حسن صاحب کان پوری جو مہاجر مکی شاہ امداد اللہ صاحب کے خاص مریدین میں ہیں اکثر و بیشتر پنجشنبہ کو کان پور سے آستانہ عالیہ آیا کرتے۔ مولوی احمد حسن صاحب ناقل کہ ایک بار ہم کچھ شاگردوں کے ہمراہ حاضر آستانہ ہو رہا تھا کہ تھانوی صاحب بھی بلہور میں مل گئے جو بظاہر مغموم سے تھے۔ بعد سلام و دعا میں نے مزاج پرسی کی تو تھانوی صاحب نے بتایا کہ مدرسہ کی ملازمت جاتی رہی آستانہ شریف چل رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے تو اپنی باتوں کا اثر کان پور میں لوگوں کے سامنے کر لیا تھا (دیکھو تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۱۱۸) پھر بھی پیچھا نہ چھوٹا۔ لیکن تھانوی صاحب خاموش رہے میں دوسری تسلی آمیز باتوں میں ان کو بہلاتا گنج مرادآباد آ پہونچا۔ دونو ساتھ حاضر ہوئے تو مولانا بابا نے تھانوی صاحب سے کچھ آہستہ فرمایا پھر کہا خدا بڑا کارساز ہے پھر وہ جگہ دیگا۔ بعد طعام سب کو رخصت کر دیا گیا۔ چنانچہ تھانوی صاحب دوسرے مدرسہ کان پور ہی میں ملازم ہو گئے

چوتھی حاضری

(۴۲۳) قاری عبد الحی صاحب پانی پتی ناقل کہ درس قرآن کریم ہو رہا تھا میں مولوی شاہ اعجاز حسین صاحب رمانی بدایونی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو اس کے بعد ہی آگئے تھے بحصول فیض بعد عصر درس میں پہونچے۔ آیت یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پارہ اول تو مولانا بابا نے اختلاف قرأت بیان کیا پھر تھانوی صاحب سے سوال کیا کہ اس کو کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔ ۔ ۔

ساکت رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض قاریوں نے اس کو اسرائل اور بعض قاریوں نے اسرائیل پڑھا ہے پھر مجھ سے مخاطب ہوئے کہ تم کو تو یہ معلوم ضرور ہوگا میں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کیا اس کے بعد آپ نے سب سے اس کے معنے پوچھے حاضرین اس پر بھی لاجواب رہے تو آپ نے فرمایا کہ اسرائیل کے معنے چنے ہوئے۔

(۴۲۴) پھر ارشاد فرمایا کہ میں کلام پاک میں مختلف قرأتیں اس لئے بتا دیا کرتا ہوں کہ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہیں۔

انتہائے تتبع

(۴۲۵) مولوی محمد فاروق صاحب دربھنگوی ناقل کہ ماہ رمضان میں ایک مرتبہ میں فائز خدمت ہوا۔ مسجد میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو اتنی دور تھی کہ مولانا بابا سے بیٹھا کر وہاں سے گفتگو سننا محال تھا۔ اتنے میں عصر کی اذان ہونے لگی مگر میں تھانوی صاحب سے جو گفتگو کر رہا تھا باہم یہ سمجھ کر کرتا رہا کہ ہم مسجد میں تو حاضر ہی ہیں اس لئے جواب اذان واجب نہیں کہ اتنے میں مولانا بابا صاحب اپنی نشست سے صحن مسجد میں تشریف لائے اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ اگرچہ جواب اذان واجب نہ تھا لیکن مسجد میں حاضر شخص کو جواب اذان دینا مستحب تو بہرحال ہے۔ یہ سنتے ہی میں دم بخود رہ گیا کہ اللہ اللہ کتنی اتباع سنت پر نظر وسیع اور محکم عمل ہے۔ بعد جماعت درس میں شریک ہوئے اور اوپر والا سوال و جواب نقل کیا۔ مغرب سے کچھ قبل کسی اہل بستی نے کچھ کھانا مسجد میں بھیجا جس کو حضرت قیوم دوراں مولانا بابا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے کسی خادم سے گودسے جانے کو کہا۔ بعد افطار کچھ معمولی قسم کا پلاؤ اور میٹھا پیاولی باہر سے آیا ہوا اور گھر کی خمیری روٹی اور شوربے والے آلو اور کسی چیز کا اچار مجھ کو قاری عبدالحی پانی پتی اور مولوی اعجاز حسین صاحب بدایونی و تھانوی صاحب و دوسرے حاضرین کو تقسیم ہوا لیکن جو لطف آلو اور خمیری روٹی میں تھا وہ کسی میں نہ ملا۔ ابھی ہم کھانا کھا ہی رہے تھے کہ ایک خادم ایک مٹی کی رکابی میں کھچڑی لے کر آیا اور کہا کہ مولانا بابا نے فرمایا ہے کہ یہ سحری کے لئے رکھ لو۔ سبحان اللہ کیا شان تھی میرے قلب میں یہ خیال تھا کہ اگر آپ کے کھانے میں سے مجھے کچھ مل جائے تو سحری اس سے کروں۔ وہی سامنے آیا میں نے اپنے ان تینوں ساتھیوں سے بھی اس کشف کا اظہار کیا اور علی الصباح بعد فجر ہم چاروں کو رخصت کر دیا گیا۔ (۴۲۶) اسی روز اسی کرامت کا بھی اظہار ہوا کہ بعد عصر شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب جنکی اس وقت عمر آٹھ برس کی تھی اپنے والد حکیم محمد عبدالعزیز صاحب لکھنوی کے ساتھ فائز خدمت ہوئے عصر کے کھانے کے بعد مولانا بابا سے دست بوس ہوئے تو آپ نے خادم سے حکم دیا کہ ان لوگوں کے لئے کھانا لگا دو۔ خادم دو خمیری روٹیاں اور آلو دہی تیل ولے لے کر آیا اور عرض کیا کہ جو کھانا آیا تھا وہ تقسیم ہو چکا صرف یہ رہ گیا آپ نے فرمایا یہی دے دو۔ حکیم عبدالعزیز صاحب نے عرض کی کہ حضرت عبدالحمید تپ دق میں مبتلا ہے اسے کھا کر مر ہی جائے گا۔ فرمایا کہ ہمارے یہاں سب یہی کھاتے ہیں کھلاؤ کچھ نہ ہوگا چنانچہ دونوں صاحبوں نے اسی وقت اسے کھا لیا۔ صبح ان کو بھی رخصت کر دیا گیا۔ میں نے تجربہ کیا تو دق کا کہیں وجود نہ تھا اور عبدالعزیز صاحب اس قدر بشاشت کہ بیان سے باہر۔ (تتمہ خادم)

ازالۂ شک

(۲۲۷) اس طرح چار مرتبہ تھانوی صاحب کی حاضری گنج مرادآباد ہوئی۔ بحمد اللہ ہمارے پاس یہ مسودہ موجود ہیں۔ مدرسہ جامع العلوم کی ملازمت کے دور میں تھانوی صاحب بڑے فخر سے مولانا بابا کے مدائح و محامد بیان کیا کرتے ان مجالس کے شرکا آج بھی بقید حیات ہیں۔ لیکن اس میں کبھی یوں نہ بیان کیا جیسے اشرف التنبیہ عن المقصد نیل المراد فی السفر الی گنج مرادآباد میں ۴۴ برس بعد کروٹ لے کر درج کیا جس کا جواب مریدین فضل رحمانی نے ھذا ھو الحق المبین اور القول الفاصل میں مکمل طور پر دیدیا ہے۔ بہرحال یہ توڑ مروڑ تو ان روایات میں کی ہے جو ذاتی حاضری سے متعلق ہیں اب کچھ روایات کی ٹھوس مثالیں ملاحظہ ہوں۔

واقعۂ شادی

(۲۲۸) قاضی محمد حسین صاحب رحمانی ایٹوی ناقل کہ ایک بار میں فائز خدمت ہوا تو حضرت مولانا بابا کے پوتے مسمی شاہ حامد حسین عرف سے میاں جو اپنے ننہال بلگرام ضلع ہردوئی میں رہتے تھے کی بارات ہونے والی تھی۔ خوشی خوشی میں نے سہرہ لکھا کہ دوسرے وقت بلگرام سے کوئی صاحب فائز خدمت ہوئے اور شرکت کیلئے عرض کیا تو مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم ضعیف آدمی وہاں اتنی دور کہاں جائیں بڑی تکلیف ہوگی۔ خدا مبارک کرے۔ پھر میں دوسرے اعزہ کے ساتھ بلگرام گیا اور وہاں سے سندیلہ بارات میں گیا۔

واقعۂ لفٹنٹ گورنر

(۲۲۹) وہی ہے جو ہم روایت (۱۸۲) میں لکھ چکے سر جان کراستھویٹ صاحب کے ساتھ ان کی میم قطعاً نہ آئی تھیں جناب کمالات رحمانی نے بھی اسے نقل کیا ہے اور صرف حاضرین واقف ہیں جب لیڈی ساتھ نہ تھی تو گھوڑے پر بیٹھنے کو کس سے کہا جاتا؟ اس واقعہ میں یہ بات کہی نہ گئی کہ لاٹ صاحب نے جب بصارت کا دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ بفضلہ ہم اس عمر میں بھی بجز ضرورت رات کی جانماز میں خود پڑھ سکتے ہیں تو لاٹ صاحب و ان کے ہمراہ ڈاکٹر کو بڑا تعجب ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ قوت نظر اب تک کیسے قائم رہی تو مولانا بابا نے نہایت سادگی سے فرمایا کہ الحمد للہ یہ نظر بیجا صرف نہیں ہوئی۔ ہاں لاٹ صاحب نے اپنی میم کی خواہش پر التجائے ازالہ دبیش کی اور دعا چاہی۔ اشرف التنبیہ صفحہ ۱۹ حکایت ۲۵ ایک لفٹنٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے سب گھوڑے پر تھے ایک میم بھی گھوڑے پر تھی مولانا نے ایک اسٹے گھوڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ بی اوپر بیٹھی ہے۔ بلفظہ حکیم صاحب مانک پوری کی یہ رعایت تمسخری اور بھی مضحکہ انگیز ہے کہ آپ سکو یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت تھانوی اپنا مشاہدہ تو نقل نہیں کرتے اگر کسی نے آپ سے غلط واقعہ بیان بھی کیا اور آپ نے سکو سچا مسلمان سمجھ کر اسکے قول کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا الخ" ہم اس کو مان لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اشرف التنبیہ میں جب یہ واقعات چھپے اور مریدین فضل رحمانی نے اس کی تردید کی تو تھانوی صاحب کی سچائی اس میں تھی کہ ظہور الحسن و حکیم مانک پوری صاحبان کے پردے میں بہ باطل جواب الجواب لکھنے کے بجائے ان کچی روایات کا

مصنف و مترجم تسلیم کر لیا ہوتا تو مجال گفتگو نہ رہتی۔ لیکن نیل المراد وغیرہ میں انہیں غلط روایات پر بکر زبیر کرنا تھانوی صاحب کا دامن اور گندہ کر دیتا ہے ورنہ سیدھی بات یہ تھی کہ جس مالک سے سنا تھا اس کا نام تحریر کر دیتے۔ کیونکہ ان واقعات کو منظر عام پر آئے تقریباً بیس برس ہوتے ہیں مریدین فضل رحمانی نے تردید کرتے ہوئے جب یہ مطالبہ کیا کہ آپنے جس سے سنا ہے اس کا نام ظاہر کر دیں تو حاکی کا اظہار نام سب کچھ رفع کر دیتا۔ اور اگر اس میں بھی کوئی راز تھا تو اس سے زائد آسان یہ تھا کہ ان غلط سی روایات کی اسی طرح تصحیح کر دیتے جیسے کہ حکایات واقع ہیں تھی۔ نہ یہ کہ غلطی ثابت ہوتے ہوئے اسی لکیر کو پیٹا جاتا۔ مولانا بابا کے پوتے کی شادی پر اولا جذب کا غلبہ اشارات۔ نقولہ فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن پر جذب کا غلبہ بہت رہتا تھا ایک مرتبہ آپ کے پوتے کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے تھے پوچھا یہ آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے پوتے کی شادی ہے پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا تو لوگوں نے وہ ہی جواب دیا فرمایا ہاں ابھی تو ہم نے پوچھا تھا پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا لوگوں نے وہ ہی عرض کیا فرمایا ہاں ابھی تو ہم نے پوچھا تھا اچھا اب سے ہمیں جواب نہ دینا کوئی کہاں تک بتائے انتہی بلفظہ۔ ذرا غور کیجیے کہ (۱) جب گنج مرادآباد میں اہتمام شادی رہتا تو لوگوں کا جمع ہونا ہی محال پھر یہ پوچھ گچھ خود افترا بن جاتی ہے (۲) روایت اپنے منہ بولتی ہے کہ غلبہ استغراق ثابت کرنے کی سعی ناتمام ہے (۳) حضرت مولانا بابا کی تمام عمر میں ایسا کسی سے مسموع و منقول نہیں کہ کبھی کسی بات کو مکرر پوچھا ہو۔ وہاں تو قلب ایسا آئینہ تھا کہ عرض حاجت کی بھی نوبت نہ آپاتی (۴) پھر اصل واقعہ مگرام ہی ہے جو مرادآباد سے اٹھارہ میل دور ہے (۵) مولانا بابا کے کسی پوتے کی شادی حیات ہی میں کب ہوئی یہ سفید جھوٹ ہے۔

مولوی احمد مکی صاحب

(۴۳۰) اشرف التنبیہ صفحہ ۱۸ و ۱۹ حکایت ۱۹ (مولانا تھانوی نے) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب مولانا گنج مرادآبادی کے مرید تھے اور حسین عرب کے شاگرد۔ حافظہ بہت اچھا تھا مگر داڑھی منڈاتے تھے بلکہ داڑھی والوں کی مذمت بیان کرتے تھے یہ مولانا گنگوہی کے یہاں سند لینے آئے مولانا نے فرمایا کہ آپ کو سند حدیث دینا جائز نہیں بس فوراً چلے گئے اور مولانا گنج مرادآبادی سے جا کر سند لے لی اور حضرت گنگوہی کو لکھا کہ دیکھو تم نے سند نہیں دی تو کیا ہم کو ملی نہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا گنج مرادآبادی کے یہاں غلبہ استغراق کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا کبھی خیال ہو گیا تو مستحبات پر پکڑ ہو گئی ورنہ فرائض و واجبات پر بھی نکیر نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ دیا بس اتنے ہی اور یہ اور وہ کہنا کہنا شروع کر دیا مولانا سے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈے مرید تھے اور ان پر التفات نہ تھا مولانا مجذوب تھے۔ انتہی بلفظہ۔ اب اصل واقعہ سنئے۔ مولوی احمد مکی صاحب آٹھ برس خدمت بابرکت میں فائز رہے۔ سفر میں وقت تک مکی صاحب حافظ قرآن نہ نوشتہ تھے۔ ما سوال داڑھی منڈانے والوں کی مخالفت کا قرآن تھا یہ کہ مکی صاحب ایک مشتبہ سے داڑھی منڈا اور ناقص کر بڑھانے لگے والو

کی مخالفت ضرور کرتے تھے۔ اس واقعہ کو مکی صاحب کی زبانی سنئے: "میں سب سے پہلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس ۱۳۰۲ھ ماہ جمادی الآخر چودھویں تاریخ کو پہنچا لیکن مولوی گنگوہی صاحب کو میری داڑھی پر اعتراض تھا کیونکہ میں ایک مشت سے زائد داڑھی قطع کراتا اور ایک مشت سے زائد رکھنا پسند کرتا تھا میرا اختلاف گنگوہی صاحب سے اس پر ہو گیا کہ مولوی صاحب شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق علم غیب کے سرے سے منکر ہی نہیں بلکہ ختم نبوت کی واضح آیت کے بعد بھی کوئی نبی اور بھی ہونا مانتے تھے میں اس ضروریات دین کے انکار کا تحمل نہ کر سکا و دیگر دو مولوی صاحب کی صحبت ان بن ہو گئی۔ یہاں سے واپس ہو کر میں مختلف جگہ گیا اسی فکر میں دوسرا ماہ تھا کہ میں نے غوث زماں حضرت گنج مرادآبادی کا شہرہ سنا فوراً ایک کشش پیدا ہوئی اور حاضر آستانہ شعبان ۱۳۰۲ھ میں ہوا۔ اس وقت ترمذی شریف کا درس شروع ہوا تھا خوبی قسمت سے اجازت شرکت ملی تین ماہ میں ترمذی شریف ختم ہوئی تو مسلم شریف کا آغاز ہوا۔ چار ماہ میں یہ درس ختم ہوا تو فوراً ہی بخاری شریف کی ابتدا ہوئی جو شعبان ۱۳۰۳ھ میں ختم ہوئی درس میں اکثر جید علما شریک رہتے بعض لوگوں نے خواہش سند کی تو ایک دن میں نے بھی عرض کیا جس کو قبول فرمایا لیکن میں منتظر وقت رہا حتیٰ کہ میں ماہ رمضان میں بھوپال جانے لگا تو ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ بوقت عصر بعد درس قرآن کریم مجھے سند حدیث سے سرفراز فرما کر ٹوکا انتظام کیا اور رحم کو رخصت بخشی" خود کہئے کہ جس کا واقعہ ہے وہ خود کیا کہہ رہا ہے۔ اس جھوٹ کا اندازہ کیجئے اقول لیسا فوراً پہنچ گئے اور مولانا گنج مرادآبادی سے جا کر سند لے لی۔ لطیفہ۔ اگر اس میں صداقت ہوتی تو تھانوی صاحب کو وہ مکتوب جو مکی صاحب نے گنج مرادآباد سے لکھا تھا آوازہ اعتراض پر شائع کر دینا تھا کہ اس سے واضح ہو جاتا کہ واقعہ کب کا ہے۔ در باز خل زمانی ایسا نہ تھا کہ مکی صاحب کو لوگ واقف نہ ہوتے اور بعض علماء نے بھی مکی صاحب سے ان کے سلسلہ کی سند حدیث و حزب البحر و اوراد میں لی کی جو نور الحسن خاں صاحب نے اپنے رسائل میں شائع کی ہے۔ لیکن ان کے ذاکر و حاضر اشخاص نے داڑھی منڈانے کا کچھ اظہار بھی نہ کیا۔ شان درس حدیث جتنی ارفع تھی وہ اسی کتاب سے ظاہر ہے کہ مجتہدان عصر و محدثین وقت پر زیر جرح سے کیفیت طاری ہو جاتی تھی مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کا مشاہدہ (۲۴۹) دیکھئے روایت ۲۱۲ میں قاری سبق کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ یہاں ایک واقعہ اور مثالاً پیش کروں گا

(۲۳۱) مولوی نذر حسین صاحب محی الدین نگری مولوی نور احمد صاحب محدث ساکن موضع دیانواں ضلع عظیم آباد پٹنہ دونو صاحبان بغرض زیارت نیاز خدمت ہوئے اور حسب قاعدہ محدثین ملاقات اولی میں حدیث مسلسل بالاولیت کی مولانا سے مولوی نور احمد صاحب نے سند لی جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ سے مولانا کو پہنچی تھی اس کا اثر مولوی صاحب پر تھا کہ وطن لوٹ کر جانے کے بعد بھی مولوی نور احمد صاحب پر گریہ طاری رہتا اور جو اس وقت حاضر ہوتے ان پر بھی اس کا اثر ہوتا۔ مولوی نذر حسین صاحب اپنے والد کے اس قصہ کے خود ناقل ہیں۔ خود غور کر لیجئے کہ

اس شرف امتیازی سے مشرف محدث اس دور میں کون تھا کہ جس کی دائمی صحبت کا یہ فیض جاری تا قائم ہے یہ جائیگا وہ شخص جو کافی فیض صحبت اٹھائے۔ بحمد اللہ ہمارے پاس مکی صاحب کے شکر وجیاء تک کا حساب موجود ہے کوائف منقولہ تو دوسری چیز ہیں۔

مجذوب اور غیر منتظم

(۴۳۲) مستحبات پر کڑا ہو جانا یہ ایک ایسی چیز تھانوی صاحب نے لکھی ہے جس سے ان کی ذہنیت بے نقاب ہو گئی ہے تھانوی صاحب اگر اپنے دعوے میں ذرا بھی سچے ہوتے تو جس طرح اور واقعات میں من گھڑت سے کام لیا ہے کہیں پر کوئی ایک صحیح واقعہ ایسا بھی پیش کر دیتے جہاں فرائض و واجبات پر مولانا بابا نے نکیر نہ فرمائی ہوتی۔ کتاب ہذا خود مولانا بابا کے مستحبات کے عمل کی شاہد عادل ہے لیکن تھانوی صاحب اور ان کے ہمنوا بحمد اللہ فرائض و واجبات پر نکیر نہ فرمانے کا جب کوئی واقعہ پیش نہ کر سکے تو واقعات اس طرح بیان کرنا گردن مروڑ کر شروع کئے کہ غلبۂ استغراق ثابت ہو۔ حالانکہ اس میں بھی تھانوی صاحب واحد راوی ہیں۔ کسی حاضر وزائر سے ہزارہا واقعات کرامت کے بعد جذب و استغراق کے غلبہ کا آج تک پتہ ہی نہیں۔ ذیل المراد صفحہ ۹ پر راقم کہ یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب سے تھے صفحہ ۴ پر لکھا کہ حالانکہ مجذوب تھے مگر بات کیسی حکمت کی کہی"۔ ماننا پڑیگا کہ یہ جملہ اس لئے لکھا گیا ہے کہ مولانا بابا کو مجذوب ثابت کیا جائے جس کا واحد مطلب یہ ہے کہ بہت سی بہکی باتوں کی مجذوبانہ بڑ میں یہ حکمت کی بات نکل گئی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تھانوی صاحب کو سلوک سے کچھ لگاؤ ہو گا مگر اس سے کھل گیا کہ وہ اس چیز سے بھی بے بہرہ ہیں۔ (۴۳۳) صفحہ ۲ ذیل المراد پر راقم کہ مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ صاحب کشف تھے مگر کشف دائمی نہیں ہوتا"۔ آگے چل کر اسی کے صفحہ ۶ پر ناقل کہ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا"۔ ہر سطحی نظر والا جانتا ہے کہ لفظ بہت مستلزم دوام ہے۔ فیصلہ فرمایئے کہ تھانوی صاحب کی پہلی بات سچی ہے یا دوسری؟ جو بات بھی سچی مانئے گا ایک غلط ضرور ہوگی پس ایسے متضاد قول والے کی کوئی بات خود مستند نہیں ہو سکتی۔ ذیل دوم مریدین فضل رحمانی کی دنداں شکن تردید پا کر آپ نے دوسرا رنگ بدلا اور ذیل المراد صفحہ ۱۸ پر تسلیم کیا کہ مجذوب صاحب حال تھے"۔ دوسری جگہ تحریر کیا کہ حضرت اقدس گنج مرادآبادی فتاوی کے جواب میں اور تعلیم حدیث شریف وغیرہ میں مفتی محقق اور محدث مدقق تھے"۔ ناظرین پر مخفی نہیں کہ مجذوب صاحب حال مفتی محقق و محدث مدقق ہو ہی نہیں سکتا۔ سلوک کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جس سالک کو جتنی قربت حق تعالیٰ ہوگی اتنا ہی اسے استغراق قلبی بحضرۃ حق ہوگا لیکن سالکین کا یہ استغراق قلبی مانع توجہ و التفات نہیں ہوتا اور مجذوبوں کا استغراق مانع توجہ و التفات ہوا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ان پر احکام شرعیہ منطبق نہیں ہوتے (۴۳۴) حضرت غوث زماں مولانا گنج مرادآبادی کی شان اقدس میں مولانا محمد قاسم صاحب یوں رطب اللسان رہا کرتے کہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سے ٹوپی بدلی اور جامع کمالات صوری و معنوی

ہیں"۔ (۳۳۵) یہ الفاظ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ہیں کہ آپ کی ذات کامل اکمل جامع کمالات صوری و معنوی ہے"۔ فیصلہ فرمائیے کہ مولوی قاسم صاحب و مولوی امداد اللہ صاحب زائد کامل تھے یا تھانوی صاحب۔؟ (۳۳۶) حضرت شیخ سرہندی علامہ مجدد الف ثانی مکتوب ۲۸۵ مقصد اول میں ناقل کہ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہر چند راہ سلوک پر آجاتے ہیں اور سلوک سے منازل کو طے کرتے ہیں لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی اور فوق کی طرف توجہ پیدا نہیں کرتی اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے اور اس تصور سے وہ نکل نہیں پاتے اسی واسطے مدارج قرب پر عروج کرنے اور مراتب قدس پر صعود کرنے میں لنگڑے رہتے ہیں"۔ غور کیجئے کہ وہ مجذوب جو بہت سی راہیں طے کر چکے ہوں مگر پھر بھی کمال کو نہیں پہنچتے تو مجذوب صاحب حال ان سے بھی کمتر درجہ میں ہے اور مجذوب صاحب حال سے کمتر درجہ میں مجذوب ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے لفظ مجذوب تمام جگہ بے اتفاقی کے موقعہ پر ارسال کیا ہے۔ جو ان کی فتنہ نیت کو ظاہر کرتا ہے۔ رہ گئے حکیم مالک پوری ان کا دماغ تو وقف تادورہ ہو اس لئے ان کی بابت گفتگو فضول ہے افسوس یہ دیکھ کر اور بھی ہے کہ بڑی مشکل سے ایک جملہ سوجھا بھی تو وہ مولانا تھانوی کی ملاقات میں مستغرق کی حالت غالب ہو گئی اسی لئے مجذوب لکھ دیا۔ صفحہ ۳ اثبیل المراد۔ لیکن آسمان کا تھوکا الٹا منہ پر آیا یہ ناممکن ہے کہ جس وقت حالت استغراق غالب تھی اسوقت تھانوی صاحب تنہا تھے اور کوئی اس کا مشاہد نہ تھا۔ دوسرے لوگ جو اسوقت تھے وہ کہیں نہ کہیں اسکو نقل فرمایا کرتے۔ لیکن لکھو کھا مریدین میں ایک تھانوی صاحب ہی ایسے نظر باز تھے کہ غلبہ استغراق دیکھ سکے اور ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۱۳ھ تک کسی نے یہ غلبہ خواب میں بھی نہ دیکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ حکیم صاحب کا دوسرا بیان ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ اثبیل المراد مجذوبیت اور عاقلیت میں "منافی نہیں بلکہ مجذوبیت خود سنۃ اللہ میں کمال عقل کو مستلزم ہے"۔ غور کیجئے حکیم جی کی اس ذہنی عیاشی کا جواب کیسے دیا جائے سوال کمال عقل کا یہاں ہے کب۔ یہاں تو بحث مجذوب کے نفی کمال سے ہے کہ مجذوب مستغرق۔ مجذوب صاحب حال اور مجذوب متمکن کوئی بھی ہوں سب بقول حضرت مجدد صاحب مراتب قدس پر صعود کرنے میں لنگڑے ہیں پس ایک شیخ کامل کو مجذوب لکھنا نفی کمال کی دلیل اور کھلی ہوئی تنقیص ہے جتنا اسے چھپایا گیا یہ اور بھی عریاں ہوتا گیا۔

معمول مرشد

(۳۳۷) ہزاروں لوگ اس کے شاہد ہیں کہ صبح سے شام تک محتاجوں کی خبر گیری مساکین کی امداد۔ آداب وضو۔ آداب مسجد آداب نماز کی فردگذاشت پر تنبیہ۔ درس حدیث تعلیم قرآن و صحت کلام پاک تحقیق معانی و حقائق کے ساتھ فیض رسانی خلق نہ ہوتا یا یہ معمول مرشد تھا کوئی ناقص العقل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجذوب غالب استغراق جس کا پابند شخص عامل رہ سکتا ہے اور نا قدرتی فن کی ظاہری و باطنی روحانی و جسمانی اس آب

و تاب سے صیقل کرسکتا ہے جو مولانا بابا کی شان امتیازی منجانب اللہ تھی (۴۳۸) مولانا بابا علیہ الرحمہ کا امتیاز اسی سے دیکھ لیجئے کہ وہ انسان جامع زوالات کو جامع کمالات صوری و معنوی کہنے کو منع کرتے اور اس کا مصداق ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط سمجھتے ہیں اور تھانوی صاحب گردے کے گرو انسان کو جامع کمالات صوری و معنوی کہتے ہیں

بندہ خدا کے ذمہ قرض نہیں ہوتا

مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ بزرگ بھی منتظم اور غیر منتظم اور دنیادار بھی منتظم اور غیر منتظم دنیا میں دو قسم کے ہوتے ہیں بعضوں کے یہاں انتظام ہوتا ہے اور بعضوں کے یہاں نہیں ہوتا مولانا فضل رحمان صاحب کے یہاں حساب کی کوئی یادداشت نہ تھی۔" نیل المراد صفحہ ۱۷۔ بعدازاں گنگوہی صاحب کے لئے یوں گل افشانی کی کہ اگرچہ مولانا کے یہاں اول اول فاقے ہوئے مگر منتظم بڑے تھے۔" یہ تقابل خود اس کا ثبوت ہے کہ منتظم کو لوگ اچھا سمجھتے ہیں بہ نسبت غیر منتظم کے۔ دوم یہ کہ نیل المراد میں آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اقسام پر مقسم کا صادق آنا ضروری ہے۔" پس یہ منتظم کی مدح اور غیر منتظم کی تنقیص ہوئی اور تھانوی صاحب اپنی ہی تقریر سے ملزم بنے۔ دوسرے یہ کہ آپ جس چیز کو حساب کی یادداشت کہتے ہیں وہ متوکلین کے نزدیک پوری دنیاداری ہے۔ کیا کسی بزرگ طریقت کی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ وہ آمدنی کا بہی خرچ اور حسابات کا روزنامچہ رکھتا ہو۔ اگر آپ کے یہاں پر ایسا ہے وہ قابل سند نہیں۔ رہا فاقہ کا اس میں اول و آخر کا سوال ہی نہیں متوکلین بارگاہ حق کی شان یہ ہے کہ نہ ہونے پر وہ اور بھی مسرور رہتے اور ہونے پر صرف قوت لایموت پر اکتفا کرتے ہیں (۴۳۹) حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سال بھر فاقے رہے کیا نعوذ باللہ وہ غیر منتظم تھے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست (۴۴۰) صرف ایک واقعہ مثالاً پیش ہے مولوی تجمل حسین صاحب رحمانی ناقل کہ ایک مرتبہ منشی امتیاز علی صاحب رحمانی وزیر بھوپال نے میرے ہاتھ دو سو روپیہ بھیجا میں نے حاضر ہو کر پیش کیا تو مولانا بابا نے بقال کو بلا کر پوچھا کہ تمہارا قرض کتنا ہے اس نے تین سو سے زائد بتائے آپ نے وہ دو سو اس کو دے دیا اسی روز تھوڑی دیر بعد کسی اور رئیس نے سو دو سو روپیہ اور نذر کیا آپ نے بقال کو وہ بھی دے دیا پوچھا کہ اب کتنا رہا بقال نے کچھ کم کر کے پھر قرض بتا دیا۔ مجھ سے نہ رہا گیا عرض کیا کہ یہ کئی بار لے جا چکا ہے اور پھر اتنے کا اتنا ہی بتاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم کیا جانو اگر بے ایمانی سے لے گا خدا اسے تباہ کر دیگا چنانچہ بعد وصال جب حاضر ہوا تو وہ بقال تباہ حال اور مکان ویران تھا۔" خود دیکھئے اس سے زائد جامع توکل اور کیا ہو گا۔ کہ اپنی فکر نہیں مگر ادائگی قرض کی فکر ہے دوسرا نکتہ یہ ملاحظہ ہو کہ بہ ہمیں ادائگی قرض مستحب ہے اسیر بھی عمل ہے (۱) اپنے پاس جمع رکھنا (۲) مقروض ہونا (۳) نیک نیتی سے ادا کرنا (۴) نرمی سے معاملہ کرنا ان سب سنتوں پر عمل ہو رہا ہے حسن معاملت سے پوچھنے کا جو حق تھا پوچھا۔ بلکہ نے والا خود رضیت سے بچے تو اس کا بار مولانا بابا نے کیا عائد ہے بلکہ شان توکل دیکھئے اسے بھی خدا کے سپرد کیا۔ اور زائد جیسے جانئے

دواہ نہیں۔ اب سے اگر حساب کی یادداشت نوٹس سے تعبیر کیا جاتا ہے تو یہ کس قدر احمقانہ ہو۔ تفسیر الکتہ لیجیے مولانا بابا کی (۴۴۲) یہ معمول اتفاقی تھی کہ نذر وغیرہ کا پیسہ سب مستحقین و مساکین اور بقال جس سے قرض لیتے دیدیتے خود اس میں کا ایک پیسہ اپنے لئے نہ رکھتے تاکہ مشکوک پیسے سے مامون رہیں اہل ضروریات کی چیزیں بقال سے قرض لی جاتیں تاکہ ان میں بھی کسی قسم کا شائبہ نذر ہے بقال ظاہر ہے کہ مکلف بہ شرع نہ تھا اس لئے اس سے حاصل کردہ چیزیں حلال تھیں۔

رحمدلی خلقت

(۴۴۳) بلکہ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی نظر تو حدیث اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (اے بندے تو زمین والوں پر رحم کر تو آسمان والا تجھ پر رحم کریگا) پر ہمیشہ رہا کرتی تھی کہ بیرون مسجد جو بازار لگتی اور جس کسی کا سودا نہ بکتا آپ خرید لیتے بسا اوقات کچھ پیسے احساناً زائد بھی دیدیتے۔ لوگ اس آپ کی عادت سے عام طور سے واقف تھے (۴۴۴) مٹی کے ڈھیلے اکثر آپ خرید لیتے اور استنجا و طہارت کا بے حد اہتمام فرماتے (۴۴۵) ارباب حاجت جو بھی سوال کرتے فراخ دلی و خندہ پیشانی سے پورا فرماتے اہل سنی جن لوگوں پر زیادتی سے بیگار لیتے اور وہ آپ کے پاس فریادی آتے تو آپ ان کو اپنے پاس سے پیسہ ادا کرتے (۴۴۶) سخاوت کا یہ عالم تھا کہ نواب قمر الدین عرف ممو میاں ناقل کہ ایک مرتبہ مجھے نماز کی سخت ہدایت مولانا بابا نے فرمائی میں نے عذر کیا کہ دیگر میرے پاس جو کپڑے ہیں طہارت پر قرار نہیں رہتی تو آپ نے بقال سے کپڑا لینے کا حکم دیا اور پوچھا کہ کتنا ہو گا میں نے عرض کیا کہ چالیس پچاس کا لوں گا۔ پھر میں نے بقال سے گھر بھر کے لئے کپڑا لیا جو ننانوے روپیہ کا تھا میں نے بقال سے کہا کہ پچاس روپیہ مولانا بابا کے حساب میں رہے باقی میں دونگا مگر بقال نے حاضر ہو کر شکایت کردی کہ ممو میاں آپ کے نام سے ننانوے روپیہ کا کپڑا لے گئے ہیں مولانا بابا نے فرمایا تم فکر نہ کرو ہم جلد ادا کردیں گے۔ غور کیا آپ نے اس حسن ضبط و شان سخاوت پر (۴۴۷) یہی نواب صاحب ناقل کہ میرے اور برادرم نواب تقی کے لئے پنجوقتہ نماز کی ادائی پر فی کس پانچ پھر مٹھائی مولانا بابا نے مقرر کی مگر ہم ایسے بدبخت تھے کہ ایک وقت نماز میں حاضری دیکر پانچ وقت کی مٹھائی حلوائی سے وصول کر لیتے (۴۴۸) ایک واقعہ نواب صاحب نے یہ بیان کیا کہ ایک دن میری غیر حاضری پر پکڑ ہو گئی مگر میں نے فوراً جوتہ نہ ہونے کا بہانہ کیا کہ ننگے پیر مسجد میں نہ آ سکا کہ آپ خفا ہوں گے مولانا بابا نے ایک موچی سے جوتہ منگا دیا۔ لیکن میں میرے جو تھے ضرورت پر جوتا چھپا دیا اور بعد نماز غل مچایا کہ کوئی بے ایمان میرا جوتہ چرا لے گیا اب نماز کیسے آ دینگے مولانا بابا یہ سنتے ہی جوتہ کی قیمت دلا دیتے اور میں اسی جوتہ کو معاذ اللہ پہن کر پھر چلا آتا (۴۴۹) انسان تو بہر انسان ہی ہے صرف لوگ شاہد ہیں کہ روزانہ عمری پانچ [illegible] کی [illegible] وغیرہ مولانا بابا کو بیرون مسجد ننگے ہی گھر لیتے اور پانچ چار سیر روزانہ غلہ بقال سے آپ ان بالاں کو دلاتے۔ [illegible] کہ حساب کی یادداشت کی حاجت آ پڑی کہ آپ [illegible] تھا کب [illegible] صاحب کی ذات مجموعہ کمالات تقویٰ و مشتبہات

صرف جو استعمال کب ہوتے اگر کوئی لاتا بھی تو وہ تقسیم ہو جاتے۔"

لطیفہ

نیل المراد صفحہ ۱۱۔ مولانا گنگوہی نے جو وصیت نامہ لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ بندہ کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا ہے۔" یہ وہ صریح منافقت ہے کہ منافقت خود تائب ہے (۴۴۹) حضرت زبیر بن عوام پر بائیس لاکھ قرض تھا جس کو حضرت عبداللہ بن زبیر نے ادا کیا اور اس کے حصے عبداللہ بن جعفر اور معاویہ بن ابی سفیان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے خریدے (۴۵۰) حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بدری انصاری رضی اللہ عنہما پر قرض تھا جو مالم یکان و ما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ادا ہوا۔ بخاری باب برکۃ الغازی فی مالہ (۴۵۱) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر قرض تھا (۴۵۲) بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما بے ضرورت قرض لیا کرتے حدیث پیچھے گذری (۴۵۳) مختار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم قرض لیتے حتیٰ کہ بعد وصال بھی آپ کی زرہ مبارک ایک یہودی کے وہاں گروی تھی۔ کتب صحاح میں یہ واقعہ موجود ہے۔ ذرا فرمایئے کہ آپ اپنے گرو اور اس کے چیلے کے لیے کیا حکم کریں گے جو ان صحابہ کرام اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدیت سے بھی خارج کر رہے ہیں۔

تھانوی صاحب اور حساب

یہ ضرور ہے کہ حساب کی جو لسٹ تھانوی اور گنگوہی صاحب کے وہاں ہے دنیا میں کسی کے پاس نہیں پھر اپنے بڑے منتظم کہ ہر جگہ اپنی بڑائی دکھاتے جب (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ براہین قاطعہ صفحہ ۳۔ یہ بھی اپنی فوقیت دکھا نہیں تھا نے کا ایک حساب ہے (۲) حفظ الایمان صفحہ ۸ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" یہ وہ حساب ہے جس سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے (۳) تھانوی صاحب نے بڑھاپے میں کبیر الزوجی پیر جی کی دختر سے تعلقات پیدا کر کے محبوبہ بنا لیا تو ان کے بھائی نے تھانوی جی کو لکھا کہ آپ نے بڑھاپے میں یہ روگ کیوں دیا اور جی یا ستے کے منجملہ یہ جواب دیا کہ ان کے ایک ملنے والے نے خواب میں دیکھا کہ اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ اس کی تعبیر میانے یہ لی کہ میرا کمسن دو شیزہ سے عقد ہو گا۔" الامداد صفر ۱۳۳۵ھ مادر محترم کو خواب میں دیکھ کر شادی کی تعبیر صرف تھانوی جی کا خاصہ امتیازی ہے۔ غور کیجئے یہ حساب ہے اتباع ہوا و لذات نفسانی کا (۴) تھانوی جی کے مرید نے خواب میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا جاگنے پر خیال ہوا کہ غلط پڑھا گیا تو بحالت بیداری میں بھی وہی الفاظ جاری رہے بالآخر تھانوی جی کو اس نے خط لکھا۔ تھانوی جی ایسے شخص پر نہ حکم شرع جاری کیا نہ آئندہ باز رہنے کی ہدایت کی بلکہ یہ لکھا کہ اس میں تسلی ہے کہ تمہارا پیر متبع سنت ہے۔" الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ۔ یہ وہ حساب ہے جس پر استنائیت بھی ختم ہے (۵) تھانوی جی نے ان کے گرو گنگوہی تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳۳ میں مہاجر مکی

حاجی امداد اللہ صاحب کو پل قرار دے رہے ہیں ... حساب سے مرید ہیں کہ [illegible] دنیا کی [illegible] اور [illegible] کے مسائل حنفیہ سے بچاؤ کا [illegible] کرو (ارشاد رشیدیہ صفحہ ۹۵) مولوی رشید احمد صاحب نے کیا ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ... وہ جیسے ناظر ہیں ... اچھا سمجھتے ہیں (۱۸) (طلعت الحیران صفحہ ۱۲) مصنف حسین علی شاگرد گنگوہی ... حسین علی حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے پل صراط پر لے گئے اور آگے آگے حضور علیہ السلام ہی صراط سے گرنے لگے تو میں نے گرنے سے حضور علیہ السلام کو بچا لیا (بلغۃ الحیران) ... گر گر [illegible] اور میں نے شکر ادا کیا ... کا حساب ... آپ ... سمجھتے ... (۱۹) (ارواح ثلاثہ صفحہ ... حصہ دوم) آپ (گنگوہی) نے ایک مرتبہ جوش میں ... الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے ... جو کچھ محمد کی زبان سے نکلتا ہے وہ ... ہے ... اس زمانہ میں ... ہدایت و نجات ... موقوف ہے میری اتباع پر۔

ناظرین فیصلہ کریں کہ ایک آدمی کا یہ دعویٰ شریعت کی نظر میں کیا حکم رکھتا ہے۔؟

داڑھی منڈے مرید بن

(۲۵۴) کون نہیں جانتا کہ عالم باطن پر احکام کا اسنا دیا ... [illegible] ... کر زبردستی علما کرانا ... کا کام ... کو ... وقت ... معافی سے ... قرار دے۔ مجھ پر تقاضا ہے کہ ... سے ... [illegible] ... داڑھی منڈے مرید بنے تھی کہ ... [illegible] ... داڑھی منڈوں کو ... [illegible] ... نہیں ... داڑھی عالم نہیں۔ مجھ پر ... داڑھی ... [illegible] ... والوں کی باطنی حالت ... اچھی ... گنگوہی ... داڑھی منڈے کو مرید کرتے اس وقت ہم داڑھی منڈوں کی بیعت ... گنگوہی ... داڑھی ... حسین علی ... حضور ... صلی اللہ علیہ وسلم کو پل صراط سے گرنے سے ... بچایا ... داڑھی ... [illegible] ... کی ... دیکھئے براہین قاطعہ ... ایک صالح ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام (زبان) کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی (براہین قاطعہ) ... ہے کہ ... اور ... تو ... [illegible] ... زبان دانی پر کس طرح خراج تحسین پیش کریں کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔

دعویٰ کیا تھا گل نے ... [illegible] ... شبنم نے منہ پر ...

چودھواں باب

رویت حقانی

(۲۵۵) ... [illegible] ...

بے واسطہ روایت ہوئی تھی۔ (۵۶م) پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک دوست تھے ان کو ایک جن صحابی سے حدیث پہونچی تھی پھر ان سے وہ حدیث ہم کو پہونچی۔

پھکڑ مانگ

(۵۷م) رتنا شاہ صاحب کا ایک مرید سب سے پھکڑ مانگ لکھاتا پھرتا مگر کوئی نہ لکھتا حتیٰ کہ وہ گنج مراد آباد بھی آیا یہاں کے امراء و زمینداروں نے نقد و جنس سے خدمت کرنا چاہی لیکن اس مرید نے منظور نہ کیا تھا مولانا بابا علیہ الرحمہ بیرون مسجد تشریف لائے اور اس سے فرمایا کہ کیا طلب کرتے ہو اس نے عرض کیا کہ پھکڑ مانگ لکھاتا ہوں کوئی لکھنے والا نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لکھے دیتے ہیں چنانچہ یہ تحریر فرمایا۔

تو وہ داتا ہے کہ سیری نہیں دینے سے تجھے
نزلت جو دے پھکڑ مانگ سکھایا مجھ کو

فوراً ہی وہ مرید قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میری سیری ہو گئی سمجھا تھا کہ ہندوستان خالی ہے مگر خیال غلط نکلا۔ پھر جب وہ اپنے پیر رتنا شاہ صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے مرید کی صورت دیکھتے ہی کہا کہ مولوی مراد آبادی کے سوا پھکڑ مانگ اور کون لکھ سکتا تھا

دادامیاں صاحب

(۵۸م) مولانا بابا اور دادامیاں رحمۃ اللہ علیہما حقیقت تو یہ ہے کہ لازم و ملزوم تھے جس نے مولانا بابا کو نہ دیکھا ہو تو وہ آپ کو دیکھ لیتا۔ بحمد اللہ دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ اسی وہبی نسبت محمدی کے حامل بڑے متبع سنت عالم باعمل تھے آپ کی ولایت احسانی بھی مولانا بابا کی ولایت احسانی کی مانند تھی۔ (۵۹م) حضرت غوث زماں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی ولایت احسانی میں ترک دنیاداری کا حصہ غالب تھا لیکن قیوم دوراں حضرت مولانا احمد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ولایت احسانی دنیاداری کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ایک تارک کی طرح تھی مشاہدہ صادق ہے کہ آپ کے دور میں فتوحات کی وہ کثرت تھی جو پہلے نہ تھی لیکن جود و سخا و داد و دہش میں آپ بہت بیش از بیش تھے۔ آپ کا بھی اپنے والد ماجد کی طرح اسی انتقال سے یقین و دین تھا تبدیل ملک سے تبدیل حال چونکہ ہو جاتی ہے اس لئے آپ بھی اشیاء ضرورت انتقال سے لیتے۔ (۶۰م) دادامیاں جب پڑھنے تشریف لاتے تو مولانا بابا فرماتے کہ خیر پڑھو مگر تم تو یوں ہی پڑھ جاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ جو ذات مولانا بابا اور حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہما کی توجہات مخصوصہ میں پرورش پائے اسے من جانب اللہ علوم و نسبت وہبی سے سرفرازی ہو تو اس کے علو مدارج کا کیا ٹھکانا ہے۔

توجہات آفاقی

(۶۱م) دادامیاں نے صغر سنی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا اور بے تکلف گفتگو کی اس پر مرزا صاحب نے پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے کس کی تعلیم سے بہت تیز ہے اسی اثنا میں مولانا بابا تشریف لائے اور کہا کہ لڑکا تو میرا ہے اور تعلیم حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب علیہ الرحمہ کی ہے (۶۲م) فقہ و حدیث وغیرہ کی تکمیل دادامیاں نے مولانا بابا سے کی (۶۳م) ابتدا میں مولانا بابا سے دادامیاں نے توجہ طلب کی تو مولانا بابا نے حسب عادت بے پروائی برتی تو دادامیاں نے حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا فرماتے جب تم کہیں توجہ دونگا اسی روز سے مولانا بابا کا بھی التفات تام دادامیاں پر کلی طور سے مبذول ہو گیا اور ترقی تامہ ہونے لگی

حضوری رسالت

(۶۴م) بچپن ہی میں دادامیاں کو ایک بار سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں ایسا استغراق ہو گیا کہ کسی سے نہ بات کرتے نہ کھاتے پیتے دادامیاں کی والدہ صاحبہ یہ حال دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئیں تو مولانا بابا نے فرمایا کہ گھبراؤ مت چنانچہ تین روز بعد اس حال سے افاقہ ہو گیا۔ (۶۵م)

ایک بار دادا میاں علیہ الرحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ میں اپنا لعاب دہن تیرے منہ میں ڈالوں گا
(۶۶۶م) دادا میاں نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہم کو معاملات حشر و نشر وغیرہ سب دکھلائے۔ علاوے ترتیب روایت سے ظاہر ہے۔

کرامت

(۶۶۷م) ایک بار دادا میاں سنبھل مراد آباد تشریف لے گئے وہاں کے بعض صاحب ادراک لوگ بھی ایک مزار کی بابت کچھ معلوم نہ کر سکے تھے چنانچہ آپ کو اس مزار پر لے گئے آپ نے فوراً ہی فرمایا کہ اس شخص نے زہر کھا کر انتقال کیا ہے اب لوگوں نے تحقیقات کی تو واقعہ یہی نکلا۔

کمال روحانی

(۶۶۸م) میکو لال نے حضرت مرشد دہلوی کو دیکھا تھا اور حضرت پیر علی شاہ کے مرید اور نظر یافتہ تھے ان کی یہ استعداد تھی کہ بالنسبت کی صورت دیکھتے ہی اس کا مقام بتا دیتے اور سب پر غالب آجاتے ایک مجلس میں دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ اور ان کا سامنا ہو گیا تو میکو لال نے دل ہی دل میں تصرف کرنا شروع کیا دادا میاں نے بھی یہ دیکھ کر خوش آمدید کہا اور مراقب ہو گئے تھوڑی ہی دیر میں میکو لال ایسے بیہوش ہو کر گرے کہ دو حصہ شب تک ہوش نہ رہا اور ڈھائی دن تک تمام بدن میں رعشہ رہا۔

مستجاب الدعواتی

(۶۶۹م) ان کمالات عالیہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دادا میاں کو مستجاب الدعواتی بھی ممتاز طور پر عطا کی تھی۔

لطیفہ

(۶۷۰م) دادا میاں علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ جس کے کلام میں تاثیر نہیں اس کی توجہ میں بھی تاثیر نہیں۔

سیدو میاں صاحب

(۶۷۱م) مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک لڑکے تھے جو مجذوب پیدا ہوئے جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کو آئے تو انہوں نے کہا ہم نہیں چلتے میرے لڑکے (دادا میاں) نے مجھ سے آکر کہا کہ بابا دیکھو فرشتوں سے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا اور ان کو سمجھایا اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے اسی وقت وہ چپ ہو گئے اور روح نکل گئی۔ (۶۷۲م) اصل نام سید محمد عرف سیدو میاں نام تھا۔ ایک دن آپ نے بچوں کی طرح ایک چھوٹی دیوار پر گھوڑے کی طرح چڑھ کر اس سے کہا چل میرے گھوڑے چل تو وہ دیوار گھوڑے کی طرح قدم چلی۔ مولانا بابا کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کمسن بچے سے ارشاد فرمایا کہ تم نے تو درویشی کا راز فاش کر دیا یہاں تمہارا کیا کام چند روز میں کمسنی میں وصال ہو گیا۔

کرامت آفاقی

(۶۷۳م) دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک بیمار کو حضرت مرشد علیہ الرحمہ کی خدمت میں لائے تو حضرت مرشد نے اس مریض کا مرض ایک بکرے پر ڈال دیا بکرا گر کر مر گیا اور بیمار کو صحت ہو گئی (۶۷۴م) حضرت مرشد علیہ الرحمہ شاہ ابو سعید علیہ الرحمہ کو اپنا بیٹا فرمایا کرتے جب ٹونک میں شاہ صاحب کا وصال ہوا تو یہاں حضرت مرشد کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا فرد من لوگے پھر معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کا اسی وقت وصال ہوا تھا۔ (۶۷۵م) مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے جو یہ چاہتے تھے کہ بعد وصال ان کو کوئی معلوم نہ کرے کہ کہاں مدفون ہیں چنانچہ ہمارے مرشد کا بھی یہی خیال

تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ فرمایا اور یہ چاہا کہ دنیا ہی میں رہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خیال کے امت پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہے دنیا میں رہنا پسند فرمایا۔

خدمت مرشد

(۴۰۶) مولانا بابا نے دوران تذکرہ فرمایا کہ حضرت مرشد جب کبھی بیمار ہوتے تو میں حکیم کے یہاں آپ کا قارورہ لے جاتا تو حضرت مرشد بہت خوش ہوتے پھر یہ پڑھا ہے

اے شہ آفاق شیریں داشتی ۔ ما بازگو از من نشاں بے نشاں

(۴۰۷) مولانا بابا نے فرمایا کہ حضرت مرشد کے خلیفہ نے شب برات میں دیکھ لیا کہ حضرت مرشد کی عمر ہو چکی انہوں نے مجھ سے بیان کیا میں نے حضرت مرشد سے عرض کیا کہ میری عمر حاضر ہے تو آپ بہت خوش ہوئے۔ سو اور دو برس قبول فرمائے یہ میری عمر جو زائد ہوئی ہے اسی کی برکت ہے شریعت میں ایسا درست ہے بزرگوں نے ایسا کیا ہے۔ (۴۰۸) پھر آپ نے یہ کرامت بیان فرمائی کہ ہمارے مرشد جو خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ کی اولاد خاص میں ہیں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ یکایک حضرت مرشد کی پشت مبارک سے خون بہنے لگا لوگ متحیر ہوئے مگر آپ نے اظہار نہ فرمایا اور اپنا لعاب دہن اس پر لگا لیا خدا کی شان دیکھو گویا کچھ نہ تھا تھوڑے دن بعد حضرت مرشد کا ایک مرید حاضر خدمت ہوا اور بتایا کہ میں فلاں مقام پر نوکر تھا لڑائی کے موقع ایک شخص نے مجھے بھالا مارا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مرشد نے اس کو اپنی پشت پر لے لیا۔

شاہ عبدالقادر صاحب

(۴۰۹) مولانا بابا نے فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب و حضرت شاہ رفیع الدین صاحب سب متقی و صلحائے وقت تھے مگر شاہ عبدالقادر صاحب بڑے بالنسبت تھے ایک مرزا صاحب سے رات کو جا کر توجہ لیا کرتے ان کے دادا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ایک بزرگ نے دیکھا کہ شاہ عبدالقادر صاحب کے آس پاس جو پانچ کوس تک مدفون ہوگا مغفور ہو گا۔ (۴۱۰) پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کا زمانہ تو پایا ملاقات نہ ہو سکی میں شاہ صاحب کے وصال کے بعد پہنچ گیا اسی طرح خواجہ میر درد صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ تو پایا مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ بڑے بالنسبت تھے۔

فضیلت صحابہ

(۴۱۱) مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک شخص ایک بزرگ کی خدمت میں بارہ برس رہے گو عالم فاضل تھے مگر کچھ حاصل نہ ہوا ایک دن انہوں نے پیر صاحب سے کہا کہ میں اتنی مدت سے خدمت میں ہوں کچھ بھی نہ ہوا پیر صاحب نے کہا کہ تم کو کسی صحابی کے ساتھ کسی طرح کا خیال تو نہیں اس نے کہا صرف یہ خیال ہے کہ حضرت مرتضیٰ خلیفہ اول کیوں نہ ہوئے ان کے پیر نے کہا کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ اول کو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں خلیفہ (امام نماز) کیا اس شخص نے دل سے توبہ کی اسی شب میں ان کو وہ بات حاصل ہو گئی پھر فرمایا ابوبکر و عمر سمی و بصری ہیں نیز حُبُّ اَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِیْمَانٌ وَّ بُغْضُهُمَا نِفَاقٌ حدیث نسائی۔ (۴۱۲) اثنائے مناقب خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ مولانا بابا نے فرمایا کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھ پر چالیس ہزار کا قرض ہے تم ادا کر دینا ہر دو حضرات نے منظور کیا بعد وصال خلیفہ دوم مدینہ طیبہ کی وہ زمین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دی تھی فروخت کی گئی تو اس میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ اسی ہزار کو فروخت ہوئی یہ فاروق اعظم کی کرامت تھی کہ چالیس ہزار ادا ہو کے بچ گئے۔

بارش فیوض

(۴۴۳) مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ جو ہماری طرف متوجہ ہوگا برابر اس کو ہم سے فیض پہونچیگا۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ ہم بات کرتے ہیں یہ بھی حسب حال توجہ ہوتی ہے چنانچہ آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ ہر شخص سے حسب استعداد ایسی بات فرمایا کرتے جس سے اس کو فیض ہو جاتا۔ (۴۴۴) ایک بار ایک ماسٹر ساکن آرہ حاضر خدمت ہوئے وہ ایک اسکول میں انگریزی پڑھاتے تھے انہیں خطرہ ہوا کہ انگریزی پڑھانے کا سوال کہیں نہ ہو جائے جب وہ حاضر ہوئے تو مولانا بابا نے فرمایا کہ انگریزی پڑھاتے ہو تو بے جا کیا ہے اور گفتگو ہوتے ہوتے ماسٹر صاحب کو فیض آنا شروع ہو گیا۔ اصطلاح صوفیہ میں اس کو لسانی توجہ کہتے ہیں۔

فیض صحبت

(۴۴۵) ایک سخت غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم ساکن آرہ حاضر خدمت ہوئے نماز ہوئی تو انہوں نے اکبری تکبیر کہی لوگوں نے غل مچایا کہ یہ تو بازار غیر مقلد ہے تو مولانا بابا نے منع فرمایا کہ کچھ مت کہو پھر آپ کی فیض صحبت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مقلد ہو کر صوفی المشرب ہو گئے تو وہ ابراہیم صاحب مولوی سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری سے کہا کہ عالم رویا میں دربار رسالت میں میری حاضری ہوئی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی وہاں تشریف فرما دیکھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم امام صاحب سے اپنا قصور معاف کراؤ چنانچہ میں نے امام صاحب کے قدموں پر گر کر معافی مانگی۔ ذرا غور کیجئے اس علوئے نسبت پر کہ کس عمدگی سے اصلاح فرمائی کہ فلاح دارین میسر ہو گئی۔ ابراہیم صاحب وہ وہابی رہے تھے کہ سب ہو گیا سمجھ لیجئے کہ احمد کی صاحب آٹھ برس رہ کر گیا کچھ تو بہرے گئے ہونگے۔

حسن توکل

(۴۴۶) مولانا بابا کو کانپور میں کسی رئیس نے ایک بیش قیمت پر تکلف عبا اور ایک مرد کلام پاک نہایت شمار دس روپیہ کا پیش کیا جب شاہ غلام رسول صاحب کانپوری سے مولانا بابا کی ملاقات ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ چونکہ آپ کپڑا پر تکلف پہنتے ہیں اس لئے یہ عبا بھی آپ لے لیجئے اور یہ مطہر کلام پاک بھی۔ شاہ صاحب نے جیسے ہی دیکھا ہی کہا کہ در اصل توکل اس کو کہتے ہیں۔ (۴۴۷) فرمایا کہ روپیہ کو آگ ہی رکھو تو اس کو بھی آگ ہر جانا پھکا دینا ہو جاتا ہے یہی مثال اولیاء اللہ کی ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(۴۴۸) یہ آپ کی مخصوص کرامت تھی کہ آپ جس کسی کو بھی جو کچھ تحریر فرماتے وہ تعمیل بجنسہ کرتا والیان ملک بھی جیسے احترام سے حکم بجا لاتے عرب لوگ سائل ہوتے تو آپ ان کا احترام فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک عرب گئے اور کچھ رقم کے طالب ہوئے آپ نے ایک ایسے شخص سے جس کا ماہواری مشاہرہ تیس روپیہ تھا فرمایا کہ ان عرب کو تیس روپیہ دے دو اس شخص کو فراہمی رقم میں دیر ہوئی تو عرب ان سے لڑنے لگے یہ خبر دادا میاں علیہ الرحمۃ کو پہونچی تو آپ کو برا لگا اور والد بزرگوار سے عرض کیا کہ بابا یہ عرب لوگ پیشہ ور مکاری کرتے ہیں آپ سے جو کچھ لیتے ہیں اس لئے مولانا بابا نے فرمایا کہ بیٹا ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سر زمین پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ آئیں اور ہم ان کی خاطر نہ کریں آپ کی شان یہی تھی سے

بلا فیض تو استادہ بعجز و نیاز ٭ رومی و طوسی و ہندی و مکی و حلبی

یہ پاس حرمت بھی عدیم المثال ہے (۴۴۹) اسی طرح آداب حبیب عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مولانا بابا ممتاز تھے ایک بار سرکے پرے ایک انگرکھا نا گزار کر سے

ذرا دل میں اے فکر دو عالم ٭ خیال یار یہاں ٹھہرا ہوا ہے

مولانا بابا نے کسی سے مس کر جایا اور فرمایا کہ یوں پڑھا کرو ؎ رنگ اڑ رہا ہے دل میں ہے فکر دو عالم / جمال یار یہاں ٹھہرا ہوا ہے

مختلف معمولات

(۴۹۰) آپکا معمول تھا کہ نوافل اول وقت ادا فرماتے بکثرت نمازیں نفل پڑھتے۔ مختصر مگر شوق سے طویل پڑھتے پارہ عم کی چھوٹی سورتیں عام طور پر تلاوت فرماتے بعد سلام فرض اللھم انت السلام آخر تک پڑھتے رنج صاحب ذکر کرتے اور فرماتے ہمارے مجدد صاحب نہ اٹھاتے تھے۔ جمعہ و عیدین میں سبح اسم ربک اور سورۂ غاشیہ ورنہ سورہ تعبیر پڑھتے۔ جمعہ کا خطبہ مختصر مولانا مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ پڑھتے نماز جمعہ بھی بعد زوال اول وقت ادا کرتے عیدین میں بھی وقت چاشت تک پڑھ لیتے درس حدیث و قرآن پاک کے بعد صحبت کلام ضیا اور اس کی تقسیم محبوب خاطر تھی۔ جواب تحویذ مختصر فارسی میں لکھتے۔ (۴۹۱) صاحب کمالات رحمانی صفحہ ۱۸ پر ناقل کہ جب آپ کے زخم ہوا تو آپ حجرہ میں نماز ادا کرتے صحیح نہیں اس لئے کہ مولانا بابا جب تک حجرہ مسجد میں مقیم رہے باجماعت نماز مسجد میں ادا کرتے رہے وصال کے آخری دو برس آپ نے زنانہ مکان کی پشت پر قیام فرمایا تو حجرہ چھوڑ دیا زخم اور نقاہت کی وجہ سے آنے جانے میں طوالت ہوتی تھی مگر اس مکان میں بھی باجماعت نماز ادا فرماتے جب جمعہ پڑتا تو بہرحال مسجد تشریف لاتے۔ وضو ہمیشہ تازہ کرتے اور نماز وضو کا بہت اہتمام فرماتے جب تک نماز ادا کر لیتے بے مزا معلوم ہوتا۔

ترک نماز

(۴۹۲) فضائل نماز اور اس کے ترک کا ذکر دینی حدیث میں پایا تو حمید کی صاحب نے سوال کیا کہ مجذوب لوگ کیا مرفوع القلم ہوتے ہیں تو مولانا بابا نے فرمایا کہ اگر مجذوب لوگ باہوش ہیں تو ان سے بھی باز پرس ہوگی ہاں اگر نماز کے وقت بالکل ہوش نہ ہو تو مرفوع القلم ہیں۔

حسن عبادت

(۴۹۳) سورۂ نجم کی آیت فسجدو للہ واعبدو کو تلاوت کیا جاتا جدید مولانا بابا نے فرمایا کہ یہاں سجدہ نہیں لیکن منہ نکلتا ہے اس لئے ہم نے یہاں بھی سجدہ کیا۔ جس نماز کی تکمیل کا انتظار ہے اس کے لئے تھانوی جی کہتے ہیں کبھی خیال آ گیا تو مستحب پر بھی پہرہ ہو گئی۔ نعوذ باللہ۔ پکھانی نماز سے کل گشت کو نکلتے تھے مولانا کا ذکر تھا بہر دو طریقت کے گلستان کا (۴۹۴) ایک صاحب مولانا بابا کے پیر رہے تھے تعلق سے ان پر بات رکھی یا منہ آپ نے ارکان اقسام کو تو کبھی شعور نہیں یہ مقام بہتر ہے۔ اس میں احتیاط پر قربان جائیے کبھی لطفوں سے پر رکوع کی بات مس نہ ہونے دیا۔ ہر قرینا کیسی بھی کہ جس کا اہتمام لازمی فرماتے ایسی کہیں کہ خیال ہوا تو مستحبات پر کڑی ہوتی لاحول ولا قوۃ۔

کیف نماز

(۴۹۵) ارشاد فرمایا کہ ہو لطف نماز میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا وہ قاب کو قوسین ہے۔ تحریر ہے حشر کے دن اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمائے کہ کیا چاہتا ہے تو جنت اول و دوزخ سے پناہ مانگو کہ جنت سے پناہ مانگتا نیست ہے یہ کہوں کہ میرے رب دنیا میں جس طرح میں نماز پڑھا کرتا تھا بہاں بھی پڑھوں جو مزہ تو نے مجھے اس میں بخشا کسی میں نہ تھا۔

معرفت

(۴۹۶) پھر فرمایا کہ جو کوئی بعد نماز عشا موافق سنت باتیں کرے منع کرو وہ شخص جو رات بھر عبادت کرے نہیں پہنچتا اسی طرح جو شخص صبح کی نماز اہتمام سے ادا کرے اس کو رات بھر عبادت کرنے والا نہیں پاتا۔

مسائل دقیقہ

(۴۹۷) فرمایا کہ چاند کے بارے میں قول نجومی غیر معتبر ہے۔ اگر کسی فرد واحد نے چاند دیکھا اور وہ واحد شہادت کی بنا پر اسکی گواہی اگر قبول نہ ہوئی جب بھی اس دیکھنے والے کو روزہ رکھنا فرض ہے۔ (۴۹۸) فرمایا کہ تیس شعبان کو رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے یعنی خیال رویت پر ہاں رویت نہ ہونے کے اطمینان پر نفلی نیت سے روزہ رکھنا جائز ہے۔ تلاش رویت ہلال ماہ مبارک و شعبان کے لئے بھی فرض ہے۔ (۴۹۹) اگر غلطی سے افطار غروب سے پہلے ہوا یا سحری لیے وقت کھائی کہ صبح صادق تھی تو روزہ فاسد ہے اور قضا لازم و واجب ہے۔

مرزا حسن علی صاحب

(۵۰۰) احمد نکتہ سے پوچھا کہ مولوی حسن علی صاحب لکھنوی اور تصور والا ایک ساتھ ہی گئے تھے مولانا بابا نے فرمایا کہ مرزا صاحب دل جا کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے تھے پھر ان کا جب دوبارہ ارادہ ہوا تو ہم سے کہا مگر اس وقت ہمارے پاس زاد راہ نہ تھا کچھ روز بعد ہمارا بھی جانا ہوا جب ہم گئے تو یکبار ان سے ملے وہاں مرزا صاحب سے اور دوسرے کی ایک ساتھ ہوا۔ مولوی حسین احمد صاحب آبادی اور مرزا صاحب دونوں ساتھ جانا صحیح نہیں ہے۔

تمام شد جلد اول

نوٹ:- گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب ان ملفوظات میں کوئی غلطی پائیں تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ جلد میں درستی کی جائے۔